بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کا طریقہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: ارکانِ اسلام

حج کا طریقہ

حج کرنے کا صحیح طریقہ، اور حج سے متعلق مختلف کوتاہیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ
حج کے مناسک سے متعلق مفصل احکام، احرام اور اس سے متعلق احکام، حج کی
تینوں قسموں کے احکام، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، رَمی، طواف، سعی، حلق وقصر، زمزم،
حرمین شریفین، مسجدِ حرام، مدینہ منورہ، اور مسجد نبوی سے متعلق احکام

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نام کتاب: حج کا طریقہ

مُصنِّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: رجب المرجب۱۴۳۶ھ مئی2015ء

صفحات: ۳۲۸

ملنے کے پتے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	۳۴
(مقدمہ) **حج سے متعلق بنیادی معلومات واحکام**	۳۶
حج وعمرہ کے معنیٰ	//
حج کی فرضیت	//
حج کی فضیلت	۳۷
حج کی حکمت	۳۹
حج فرض ہونے کی شرائط	۴۰
حج صحیح ہونے کی شرائط	//
حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط	۴۲
حج کرنے والے کے لئے ہدایات وآداب	۴۳
چند غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ	۴۶

(باب نمبر ۱) حج کرنے کے تین طریقے یا تین قسمیں	۵۴
(فصل نمبر ۱) حج ادا کرنے کا اجمالی و مختصر طریقہ	۵۵
(فصل نمبر ۲) عمرہ کی ادائیگی کا مختصر و سہل طریقہ	۶۰
(فصل نمبر ۳) حج کے فرائض، واجبات، سنتیں و مستحبات	۶۴
مسئلہ نمبر ۱...... حج کے شرائط، ارکان اور واجبات اور سنن وغیرہ کا درجہ	//
مسئلہ نمبر ۲...... حج کے فرائض کیا کیا ہیں؟	۶۶
مسئلہ نمبر ۳...... مزدلفہ میں وقوف کے واجب ہونے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۴...... تینوں دنوں کی رَمی حج کے واجبات میں سے ہے	۶۷
مسئلہ نمبر ۵...... حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کا وجوب	//
مسئلہ نمبر ۶...... سر کے بال منڈانے یا کٹانے کا وجوب	//
مسئلہ نمبر ۷...... منیٰ میں راتیں گزارنے کے واجب یا سنت ہونے کا حکم	//

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۸......دسویں تاریخ کی رَمی، حج کی قربانی اور بال کٹانے میں ترتیب کا درجہ	۶۸
مسئلہ نمبر ۹......طوافِ وِداع کے واجب ہونے کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر ۱۰......طوافِ قدوم کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۱......تلبیہ پڑھنے کی حیثیت	۶۹
مسئلہ نمبر ۱۲......حجِ افراد کرنے والے کے لئے حج کی قربانی کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۳......حرم میں داخل ہونے والے کے لئے غسل کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۴......حج کرنے والے کو تلبیہ اور دعاؤں کے پڑھنے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۵......حج سے فراغت کے بعد وادیٔ محصب میں نزول کی حیثیت	//
(فصل نمبر ۴) حج کے ممنوعات، مکروہات اور مباحات کا خلاصہ	۷۰
(فصل نمبر ۵) حجِ افراد کے بنیادی احکام	۷۱
مسئلہ نمبر ۱......افراد کے معنیٰ وحقیقت	//
مسئلہ نمبر ۲......حجِ افراد کا جواز وفضیلت	//
مسئلہ نمبر ۳......حجِ افراد کن لوگوں کے لئے ہے	//
مسئلہ نمبر ۴......حجِ افراد کی نیت کس طرح کی جائے گی؟	//
مسئلہ نمبر ۵......حجِ افراد کا طریقہ	۷۲

مسئلہ نمبر٦ ......حجِ افراد کرنے والے کے لئے حج کی قربانی کی حیثیت	٧٢
مسئلہ نمبر٧......حجِ افراد کرنے والے کو طوافِ وِداع کا حکم	٧٣
مسئلہ نمبر٨......حجِ افراد کا احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ تک حیض جاری رہنے کا حکم	//
(فصل نمبر٦) حجِ تمتع کے بنیادی احکام	٧٤
مسئلہ نمبر١......تمتع کے معنیٰ	//
مسئلہ نمبر٢......حجِ تمتع کا جواز اور اس کی فضیلت	//
مسئلہ نمبر٣......حجِ تمتع کی حقیقت	//
مسئلہ نمبر٤......حجِ تمتع کے لئے عمرہ کو الگ احرام سے کرنے کی شرط	٧٥
مسئلہ نمبر٥......حجِ تمتع کے لئے عمرہ کے حج کے مہینوں میں کرنے کی شرط	//
مسئلہ نمبر٦ ......عمرہ اور حج ایک ہی سال ادا کرنے کی شرط	٧٦
مسئلہ نمبر٧......عمرہ اور حج کے درمیان سفر واقع نہ ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر٨......حج کے احرام سے پہلے عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کی شرط	٧٧
مسئلہ نمبر٩ ......حرم کا باشندہ نہ ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر١٠......عمرہ یا حج کو فاسد نہ کرنے کی شرط	٧٨
مسئلہ نمبر١١......حج کی قربانی ساتھ ہونے کی صورت میں حکم	٧٩
مسئلہ نمبر١٢......حجِ تمتع میں قربانی کا وجوب	//
مسئلہ نمبر١٣......حج کی قربانی کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں حکم	//
مسئلہ نمبر١٤......حجِ تمتع کا احرام باندھنے کے بعد عورت کو ایام آجانے کا حکم	٨٠
مسئلہ نمبر١٥......عمرہ کے جائز، مکروہ اور افضل اوقات	٨١

مسئلہ نمبر۱۶......حجِ تمتع کرنے والے کا پہلے عمرہ کے بعد مزید عمروں کا حکم	۸۲
مسئلہ نمبر۱۷......حجِ بدل والے کا حجِ تمتع کرنا	۸۳
(فصل نمبر۷) حجِ قِران کے بنیادی احکام	۸۵
مسئلہ نمبر۱......قِران اور حجِ قِران کے معنیٰ	//
مسئلہ نمبر۲......حجِ قِران کا جواز اور اس کی فضیلت	//
مسئلہ نمبر۳......حجِ قران کے ارکان	۸۶
مسئلہ نمبر۴......عمرہ پر حج، یا حج پر عمرہ کا احرام باندھنے کی صورت میں قِران کا حکم	//
مسئلہ نمبر۵......عمرہ کے حج کے مہینوں میں واقع ہونے کی شرط	۸۷
مسئلہ نمبر۶......عمرہ کے وقوفِ عرفہ سے پہلے واقع ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر۷......عمرہ و حج کو فاسد نہ کرنے کی شرط	۸۸
مسئلہ نمبر۸......حرم کا باشندہ نہ ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر۹......حج فوت نہ ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر۱۰......حجِ قِران کے احرام کی کیفیت	//
مسئلہ نمبر۱۱......حجِ قِران کے اعمال	۸۹
مسئلہ نمبر۱۲......حجِ قِران کے احرام سے نکلنے کی کیفیت	۹۰
مسئلہ نمبر۱۳......حجِ قِران کی قربانی	۹۱
مسئلہ نمبر۱۴......حجِ تمتع کو حکماً حجِ قِران بنانا	//
مسئلہ نمبر۱۵......حجِ قِران والے کا احرام کی پابندی کی خلاف ورزی کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۶......حجِ قِران کا احرام باندھنے کے بعد عورت کو ایام آ جانے کا حکم	۹۲

(باب نمبر۲) **احرام کے احکام**	۹۳
مسئلہ نمبر۱......احرام کے لغوی وشرعی معنیٰ	//
مسئلہ نمبر۲......احرام کے واجبات، سنن، مکروہات ومباحات	//
مسئلہ نمبر۳......احرام کس طرح شروع ہوجاتا ہے؟	//
مسئلہ نمبر۴......احرام باندھنے اور چادریں باندھنے میں فرق	۹۴
مسئلہ نمبر۵......حج وعمرہ کے لئے احرام ضروری ہے	۹۵
مسئلہ نمبر۶ ...... حج وعمرہ کا احرام ضروری ہونے کی حکمتیں	//
مسئلہ نمبر۷......احرام صحیح ہونے کے لئے اسلام، نیت اور تلبیہ کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر۸......تلبیہ کے معنیٰ	۹۶
مسئلہ نمبر۹ ......احرام کی نیت اور تلبیہ کا ایک ساتھ ہونا	//
مسئلہ نمبر۱۰......تلبیہ کے مشہور کلمات	//
مسئلہ نمبر۱۱......تلبیہ کے حدیث سے ثابت شدہ دوسرے کلمات	//
مسئلہ نمبر۱۲......تلبیہ کے لئے زبان سے تلفظ شرط ہے	۹۷
مسئلہ نمبر۱۳......احرام کے لئے تلبیہ پڑھنے کا افضل وقت	//
مسئلہ نمبر۱۴......احرام کے لئے تلبیہ کے علاوہ، اللہ کا کوئی اور ذکر کرنا	//
مسئلہ نمبر۱۵......حج کی قربانی ساتھ لے کر چلنے کا تلبیہ کے قائم مقام ہونا	//
مسئلہ نمبر۱۶......احرام کی تین صورتیں یا قسمیں	۹۸
مسئلہ نمبر۱۷......احرام شروع کرتے وقت حج یا عمرہ کی تعیین نہ کرنا	//

مسئلہ نمبر ۱۸......دوسرے کے احرام کے مطابق اپنا احرام باندھنا	۹۸
مسئلہ نمبر ۱۹......احرام باندھنے کے بعد اس کی تعیین کو بھول جانا	//
مسئلہ نمبر ۲۰......مشروط احرام باندھنا	//
مسئلہ نمبر ۲۱......ایک احرام کو ختم کئے بغیر دوسرا احرام باندھنا	۹۹
مسئلہ نمبر ۲۲......نابالغ، سمجھدار بچہ کا احرام باندھنا	۱۰۰
مسئلہ نمبر ۲۳......نابالغ، مگر ناسمجھ بچہ کا احرام باندھنا	//
مسئلہ نمبر ۲۴......نابالغ بچہ کا احرام کی خلاف ورزی کرنا	//
مسئلہ نمبر ۲۵......نابالغ کا بغیر احرام کے میقات سے گزر کر بالغ ہو جانا	۱۰۱
مسئلہ نمبر ۲۶......احرام شروع کرنے سے پہلے بے ہوش ہو جانا	//
مسئلہ نمبر ۲۷......احرام شروع کرنے کے بعد بے ہوش ہو جانا	۱۰۲
مسئلہ نمبر ۲۸......کافر کا احرام باندھ کر مسلمان، اور مسلمان کا مرتد ہو جانا	//
(فصل نمبر ۱) **احرام کی میقات کا بیان**	۱۰۳
مسئلہ نمبر ۱......میقات کی دو قسمیں (زمانی میقات اور مکانی میقات)	//
مسئلہ نمبر ۲......حج کے احرام کا زمانہ (یعنی حج کی زمانی میقات)	//
مسئلہ نمبر ۳......حج کے زمانہ سے پہلے حج کا احرام باندھنا	//
مسئلہ نمبر ۴......عمرہ کے احرام کا زمانہ (یعنی عمرہ کی زمانی میقات)	۱۰۴
مسئلہ نمبر ۵......آفاقی کے لئے حج و عمرہ کی مشہور مکانی میقاتوں کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر ۶......مکانی میقاتوں میں اصل اعتبار مخصوص جگہوں کا ہے	۱۰۵

مسئلہ نمبر ۷...... میقات کے علاوہ جگہ میں میقات کی سیدھ کا اعتبار ہے	۱۰۶
مسئلہ نمبر ۸...... میقات میں داخل ہو کر یا پہلے احرام باندھنا	//
مسئلہ نمبر ۹...... اگر میقات کی سیدھ کا علم نہ ہو، تو کیا حکم ہے؟	۱۰۷
مسئلہ نمبر ۱۰...... دو میقاتوں سے گزرنے والے کے لئے احرام کا حکم	۱۰۹
مسئلہ نمبر ۱۱...... میقات سے پہلے یا گھر سے احرام باندھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۲...... میقات سے حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور نیت سے حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا	۱۱۰
مسئلہ نمبر ۱۳...... میقات سے اندر کے شخص کا حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا	//
مسئلہ نمبر ۱۴...... میقات سے اندر کا شخص حج کا احرام کہاں سے باندھے؟	۱۱۱
مسئلہ نمبر ۱۵...... حرم کا شخص حج کا احرام کہاں سے باندھے؟	//
مسئلہ نمبر ۱۶...... حرم کی حدودِ اربعہ کی تفصیل	//
(فصل نمبر ۲) احرام باندھنے کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۱۳
احرام سے متعلق ایک مشورہ	۱۱۴
(فصل نمبر ۳) احرام کی سنن، مباحات، مکروہات وممنوعات	۱۱۵
احرام کی سنتیں	//
مسئلہ نمبر ۱...... احرام سے پہلے غسل کرنے کا حکم اور اس کی تفصیل	//

مسئلہ نمبر۲......احرام سے پہلے جسم اورلباس کوخوشبولگانے کی تفصیل	۱۱۵
مسئلہ نمبر۳......احرام سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا حکم اوراس کی تفصیل	۱۱۶
مسئلہ نمبر۴......احرام شروع کرتے وقت اوراحرام کے بعد تلبیہ کا حکم	//
احرام کی جائز اور مباح چیزیں	۱۱۷
احرام سے متعلق چند غلط فہمیوں اورکوتاہیوں کا ازالہ	۱۱۹
احرام کی مکروہ چیزیں	۱۲۳
احرام کی محظور، ممنوع و ناجائز چیزیں	۱۲۴
احرام میں لباس سے متعلق احکام	۱۲۵
مسئلہ نمبر۱......بحالتِ احرام مرد کو سِلا ہوا لباس پہننے کی ممانعت	۱۲۶
مسئلہ نمبر۲......بحالتِ احرام سر ڈھانکنے اورکوئی چیز سر پر رکھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳......سر یا چہرہ کے علاوہ کسی اورعضو کو پٹی یا بیلٹ یا فوم کالر سے باندھنا	//
مسئلہ نمبر۴......بحالتِ احرام چھتری، خیمہ وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے کا حکم	۱۲۷
مسئلہ نمبر۵......بحالتِ احرام چہرہ کو ڈھانکنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۶ ......بحالتِ احرام ماسک پہننے اورتولیہ سے چہرہ صاف کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۷......بحالتِ احرام عورت کو چہرہ پر کپڑا لگانے کا حکم	۱۲۸
مسئلہ نمبر۸......بحالتِ احرام مرد کو دستانے پہننے کی ممانعت	//
مسئلہ نمبر۹ ......بحالتِ احرام عورت کو دستانے پہننے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۰......بحالتِ احرام جوتے پہننے اور پاؤں ڈھانکنے کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر۱۱......خنثیٰ مشکل کے احرام کا حکم	۱۳۰

احرام میں بدن سے متعلق احکام	۱۳۰
مسئلہ نمبر۱......بحالتِ احرام سر کے بال کاٹنے،مونڈنے یا صاف کرنے کا حکم	″
مسئلہ نمبر۲......بحالتِ احرام سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ کے بال کاٹنے کا حکم	۱۳۱
مسئلہ نمبر۳......بحالتِ احرام ناخن کاٹنے کا حکم	″
مسئلہ نمبر۴......بحالتِ احرام جسم پر تیل لگانے کا حکم	″
احرام میں خوشبو سے متعلق احکام	″
مسئلہ نمبر۱......خوشبو لگانے یا استعمال کرنے کا مطلب	۱۳۲
مسئلہ نمبر۲......بحالتِ احرام لباس میں خوشبو لگانے کا حکم	″
مسئلہ نمبر۳......بحالتِ احرام بدن میں خوشبو لگانے کا حکم	″
مسئلہ نمبر۴......بحالتِ احرام خوشبودار کھانے کا حکم	″
مسئلہ نمبر۵......بحالتِ احرام خوشبو سونگھنے کا حکم	۱۳۳
احرام میں شکار سے متعلق احکام	۱۳۴
مسئلہ نمبر۱......احرام میں کس قسم کے شکاری جانور کے شکار کی ممانعت ہے	″
مسئلہ نمبر۲......بحالتِ احرام سمندر و پانی کا شکار حلال ہے	۱۳۵
مسئلہ نمبر۳......بحالتِ احرام خشکی کے شکار کو مارنا یا اس کو نقصان پہنچانا	″
مسئلہ نمبر۴......بحالتِ احرام شکار کو اپنی ملکیت میں داخل کرنا	″
مسئلہ نمبر۵......بحالتِ احرام شکار کا دودھ نکالنا یا انڈہ توڑنا	۱۳۶
مسئلہ نمبر۶......بحالتِ احرام، غیر احرام والے کے شکار کا گوشت کھانا	″
مسئلہ نمبر۷......حرم کا شکار، غیر احرام والے کے لئے بھی منع ہے	″

مسئلہ نمبر ۸...... بحالتِ احرام اور حرم میں موذی جانوروں کو مارنا	۱۳۶
مسئلہ نمبر ۹...... بحالتِ احرام حشرات الارض کو مارنا	//
احرام میں جماع اور قضاءِ شہوت سے متعلق احکام	۱۳۷
مسئلہ نمبر ۱...... بحالتِ احرام عمداً، نسیاناً یا جہلاً جماع کرنا	//
مسئلہ نمبر ۲...... حج کے احرام میں وقوفِ عرفہ سے پہلے یا بعد میں جماع کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳...... عمرہ کے احرام میں جماع کرنے کا حکم	۱۳۸
مسئلہ نمبر ۴...... بحالتِ احرام جماع کے بجائے بوس وکنار یا بدنظری کرنا	۱۳۹
مسئلہ نمبر ۵...... حجِ قِران کرنے والے کے جماع کرنے کا حکم	۱۴۰
مسئلہ نمبر ۶ ...... جماع وغیرہ کی وجہ سے فاسد شدہ حج کی قضاء کا حکم	۱۴۱
احرام میں گناہ اور جھگڑے کی ممانعت	۱۴۲
حدودِ حرم کے خودرو درخت اور گھاس کاٹنے کی ممانعت	//
(فصل نمبر ۴) **احرام کی خلاف ورزی پر کفارہ کے احکام**	۱۴۴
مسئلہ نمبر ۱...... بحالتِ احرام، عذر میں احرام کی خلاف ورزی کرنے کا کفارہ	//
مسئلہ نمبر ۲...... بلا عذر یا بھول کر احرام کی خلاف ورزی کرنے کا کفارہ	۱۴۵
مسئلہ نمبر ۳...... احرام کی خلاف ورزی کتنی دیر تک کرنے پر کفارہ کا حکم ہوگا؟	۱۴۶
مسئلہ نمبر ۴...... خوشبو استعمال کرنے پر کفارہ کا حکم	۱۴۷
مسئلہ نمبر ۵...... دوسرے کو خوشبو لگانے پر کفارہ کا حکم	۱۴۹

مسئلہ نمبر۶ ...... بال مونڈنے، کاٹنے، یا جھڑنے کا کفارہ	۱۴۹
مسئلہ نمبر۷...... دوسرے کے بال مونڈنے کی تفصیل	۱۵۱
مسئلہ نمبر۸...... ناخن کاٹنے کا کفارہ	۱۵۲
مسئلہ نمبر۹ ...... بدن یا کپڑوں کی جوں مارنے کے متعلق تفصیل	۱۵۳
مسئلہ نمبر۱۰...... بحالتِ احرام خشکی کا شکار کرنے کا کفارہ	۱۵۴
مسئلہ نمبر۱۱...... بحالتِ احرام شکار کو مارنے کے بجائے ایذاء پہنچانے کا کفارہ	۱۵۶
مسئلہ نمبر۱۲...... بحالتِ احرام شکار کا دودھ نکالنے وغیرہ کا کفارہ	//
مسئلہ نمبر۱۳...... بحالتِ احرام شکار کے قتل کا سبب بننے کا کفارہ	۱۵۷
مسئلہ نمبر۱۴...... بحالتِ احرام شکار کو پکڑنے کی وجہ سے موت واقع ہوجانے کا کفارہ	//
مسئلہ نمبر۱۵...... دَم، فدیہ وصدقہ کی ادائیگی کا طریقہ	//
(فصل نمبر۵) تحلُّل یا احرام کی پابندیوں کے ختم ہونے سے متعلق احکام	۱۵۹
مسئلہ نمبر۱...... حج کے احرام کے لئے دو قسم کی آزادی (تحللِ اصغر واکبر)	//
مسئلہ نمبر۲...... احرامِ حج کی پہلی یا چھوٹی پابندیاں کب ختم ہوتی ہیں؟	//
مسئلہ نمبر۳...... احرامِ حج کی دوسری یا بڑی پابندیاں کب ختم ہوتی ہیں؟	//
مسئلہ نمبر۴...... احرامِ عمرہ کی پابندیاں کب ختم ہوتی ہیں؟	۱۶۰
مسئلہ نمبر۵...... احرام باندھ کر ادائیگی میں رکاوٹ اور احصار ہوجانے کا حکم	۱۶۱
مسئلہ نمبر۶ ...... حج یا عمرہ سے رکاوٹ پیدا ہوجانے پر ہدی ذبح کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۷...... رکاوٹ والے کی ہدی کے ذبح ہونے کا وقت	۱۶۲
مسئلہ نمبر۸...... حج یا عمرہ سے رکاوٹ والا اگر ہدی کے ذبح پر قادر نہ ہو؟	//

(باب نمبر۳) آٹھ ذی الحجہ اور منیٰ میں قیام کے احکام	۱۶۲
مسئلہ نمبر۱......سات ذی الحجہ کو امامِ وقت کی طرف سے خطبہ کا سنت ہونا	//
مسئلہ نمبر۲......آٹھ ذی الحجہ کو ظہر سے پہلے منیٰ جانے کا سنت ہونا	//
مسئلہ نمبر۳......منیٰ جاتے وقت اور پہنچ کر تلبیہ وغیرہ کی کثرت کا مستحب ہونا	//
مسئلہ نمبر۴......آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ کے بجائے کہیں اور قیام کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۵......آرام طلبی کی خاطر منیٰ کا قیام ترک کرنا	۱۶۴
مسئلہ نمبر۶......منیٰ کا محلِ وقوع اور حدود	//
مسئلہ نمبر۷......منیٰ میں مسجدِ خیف کے قریب قیام کا مستحب ہونا	۱۶۵
مسئلہ نمبر۸......نو ذی الحجہ کو منیٰ میں فجر پڑھ کر عرفات جانے کا سنت ہونا	//
مسئلہ نمبر۹......منیٰ جانے سے پہلے طواف اور اس کے بعد حج کی سعی کرنا	//
مسئلہ نمبر۱۰......مقیم ومسافر ہونے کے اعتبار سے منیٰ کا مکہ کے تابع ہونا	۱۶۶
مسئلہ نمبر۱۱......اگر آٹھ ذی الحجہ کو جمع کا دن واقع ہو، تو جمعہ کی نماز کا حکم	۱۶۷
مسئلہ نمبر۱۲......منیٰ کی بعض بدعنوانیاں و بے اعتدالیاں	//
(باب نمبر۴) نو ذی الحجہ اور وقوفِ عرفہ کے احکام	۱۶۹
مسئلہ نمبر۱......منیٰ سے عرفات جانے کا مسنون وقت	//
مسئلہ نمبر۲......عرفات جاتے وقت سکون، وقار اور تلبیہ وغیرہ کا اہتمام کرنا	//

مسئلہ نمبر۳...... وقوفِ عرفہ حج کا رکنِ اعظم اور بڑا فریضہ ہے	۱۶۹
مسئلہ نمبر۴...... وقوفِ عرفہ صحیح ہونے کے لئے عرفات کی حدود اور وقت کا ہونا ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر۵...... وقوفِ عرفہ صحیح ہونے کے لئے نیت کا ہونا ضروری نہیں	//
مسئلہ نمبر۶ ...... وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کا ابتدائی وانتہائی وقت	۱۷۰
مسئلہ نمبر۷...... وقوفِ عرفہ کا فرض اور واجب وقت	۱۷۱
مسئلہ نمبر۸...... غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل کر بالکل واپس نہ لوٹنے کا حکم	۱۷۲
مسئلہ نمبر۹ ...... غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل کر سورج غروب ہونے سے قبل واپس لوٹنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۰...... غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل کر سورج غروب ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا حکم	۱۷۳
مسئلہ نمبر۱۱...... عرفات کے علاوہ کسی اور جگہ غلطی سے وقوف کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۲...... حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ فوت ہو جانے پر حکم	//
مسئلہ نمبر۱۳...... وقوفِ عرفہ کے جائز اور ممنوع مقامات	۱۷۴
مسئلہ نمبر۱۴...... جبلِ رحمت کے قریب وقوف کرنے کی افضلیت	۱۷۵
مسئلہ نمبر۱۵...... نو ذی الحجہ کو زوال کے بعد جلدی وقوف کرنا	//
مسئلہ نمبر۱۶...... عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر۱۷...... دو نمازوں کو جمع کرنے پر درمیان میں سنت ونفل کا حکم	۱۷۶
مسئلہ نمبر۱۸...... ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی صورت میں اقامت کہنے کا حکم	۱۷۷
مسئلہ نمبر۱۹...... عرفات میں نماز کے قصر یا اتمام کا حکم	//

مضمون	صفحہ
مسئلہ نمبر ۲۰......وقوفِ عرفہ کے دوران کوئی متعین ذکر ضروری نہیں	۱۷۷
مسئلہ نمبر ۲۱......وقوفِ عرفہ کے دوران کی چند مسنون دعائیں	۱۷۸
مسئلہ نمبر ۲۲......وقوفِ عرفہ کے دوران دعاء کرنے کا طریقہ	۱۷۹
مسئلہ نمبر ۲۳......وقوفِ عرفہ کے دوران تلبیہ پڑھنا	//
مسئلہ نمبر ۲۴......دعاء کے شروع اور آخر میں کیا پڑھیں؟	//
مسئلہ نمبر ۲۵......وقوفِ عرفہ کے دوران خیمہ وغیرہ کا سایہ حاصل کرنا	۱۸۰
مسئلہ نمبر ۲۶......وقوفِ عرفہ کے دوران طہارت و پاکی ضروری نہیں	//
مسئلہ نمبر ۲۷......وقوفِ عرفہ کے لئے غسل کا سنت یا مستحب ہونا	۱۸۱
مسئلہ نمبر ۲۸......عرفات میں امامِ وقت کی طرف سے خطبہ کا سنت ہونا	//
مسئلہ نمبر ۲۹......عرفات کے خطبہ میں حجاج کی شمولیت کا حکم	۱۸۲
مسئلہ نمبر ۳۰......عرفات سے غروب کے بعد جلدی روانگی کا سنت ہونا	//
مسئلہ نمبر ۳۱......عرفات سے مغرب کی نماز پڑھے بغیر روانہ ہونا	//
مسئلہ نمبر ۳۲......عرفات سے نکلتے ہوئے جلد بازی یا ایذاء رسانی کی ممانعت	//
مسئلہ نمبر ۳۳......عرفات سے جاتے ہوئے ذکر واذکار کا حکم	۱۸۳
مسئلہ نمبر ۳۴......عرفات سے کون سے راستہ سے نکلنا جائز یا افضل ہے؟	//
مسئلہ نمبر ۳۵......نو ذی الحجہ کو حجاجِ کرام کے لئے روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۶......وقوفِ عرفات میں حجاج کی مشابہت یعنی تعریف کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۷......اگر نو ذی الحجہ کو جمعہ کا دن واقع ہو، تو جمعہ کی نماز کا حکم	۱۸۴
مسئلہ نمبر ۳۸......نو ذی الحجہ اور تکبیرِ تشریق کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۹......میدانِ عرفات کی بعض بدعنوانیاں و بے اعتدالیاں	//

(باب نمبر ۵) **وقوفِ مزدلفہ کے احکام**	۱۸۶
مسئلہ نمبر ۱......وقوفِ مزدلفہ، حج کے واجباتِ اصلیہ میں سے ہے	//
مسئلہ نمبر ۲......مزدلفہ کا محلِ وقوع اور حدود	//
مسئلہ نمبر ۳......غیر معذور افراد پر وقوفِ مزدلفہ کا وجوب اور وقتِ وجوب	//
مسئلہ نمبر ۴......معذور حضرات پر وقوفِ مزدلفہ واجب نہیں	۱۸۷
مسئلہ نمبر ۵......وقوفِ مزدلفہ کے جائز اور ممنوع مقامات	۱۸۸
مسئلہ نمبر ۶......مزدلفہ کی رات کا انتہائی مبارک ہونا	۱۸۹
مسئلہ نمبر ۷......مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۸......مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۹......تنہاء یا باجماعت نماز کی صورت میں نمازوں کو جمع کرنے کا حکم	۱۹۰
مسئلہ نمبر ۱۰......اکٹھی نمازوں کی صورت میں اذان واقامت کا حکم	۱۹۱
مسئلہ نمبر ۱۱......مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان سنت ونفل نماز پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۲......مزدلفہ کی رات میں کھانا کھانے کا حکم	۱۹۲
مسئلہ نمبر ۱۳......مزدلفہ میں فجر کی نماز جلدی پڑھنا اور بعد میں وقوف کرنا	//
مسئلہ نمبر ۱۴......مزدلفہ میں وقوف کی افضل جگہ	//
مسئلہ نمبر ۱۵......مزدلفہ سے روانگی کا افضل وقت	//
مسئلہ نمبر ۱۶......مزدلفہ سے رَمی کے لئے کنکریاں چننا	۱۹۳

مسئلہ نمبر ۱۷......مزدلفہ سے روانگی کے وقت سکون، وقار اور تلبیہ کا اہتمام کرنا	۱۹۳
مسئلہ نمبر ۱۸......مزدلفہ میں نماز کے قصر یا اتمام کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۹......مزدلفہ میں غسل کرنے کا حکم	//
(باب نمبر ۶) دس ذی الحجہ کی رَمی کے احکام	۱۹۴
مسئلہ نمبر ۱......رَمی کا وجوب اور رَمی کے معنیٰ	//
مسئلہ نمبر ۲......جمرات کی تعداد اور ان کے نام	//
مسئلہ نمبر ۳......رَمی کے ایام اور کنکریوں کی تعداد	۱۹۵
مسئلہ نمبر ۴......دس ذی الحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رَمی واجب ہے	//
مسئلہ نمبر ۵......دس ذی الحجہ کی رَمی کا ابتدائی وقت	۱۹۶
مسئلہ نمبر ۶......دس ذی الحجہ کی رَمی کا انتہائی وقت	//
مسئلہ نمبر ۷......دس ذی الحجہ کی رَمی کے مسنون، مکروہ وجائز اوقات	۱۹۷
مسئلہ نمبر ۸......رَمی صحیح ہونے کے لئے ضروری شرائط	۱۹۸
مسئلہ نمبر ۹......رَمی کس چیز سے کرنا جائز یا ناجائز ہے؟	//
مسئلہ نمبر ۱۰......جوتے، چپل وغیرہ سے جمرات کی رَمی کرنا	۱۹۹
مسئلہ نمبر ۱۱......سات کنکریوں کا الگ الگ مارنا ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر ۱۲......کنکری کے جمرہ پر لگنے یا پہنچنے کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر ۱۳......رَمی کے لئے جمرہ پر مارنے کی نیت ضروری ہے	۲۰۱
مسئلہ نمبر ۱۴......کنکری کا پھینکنا ضروری ہے، رکھنا درست نہیں	//

مسئلہ نمبر ۱۵......کنکری مارنے اور پکڑنے کا افضل طریقہ	۲۰۲
مسئلہ نمبر ۱۶......رَمی کے لئے چند مسنون و مستحب چیزیں	//
مسئلہ نمبر ۱۷......رَمی سے فارغ ہو کر راستہ پر کھڑے ہونا مکروہ ہے	۲۰۳
مسئلہ نمبر ۱۸......کنکریاں کہاں سے اٹھانا جائز، افضل یا مکروہ ہے؟	//
مسئلہ نمبر ۱۹......کنکری کی مستحب اور مکروہ مقدار	//
مسئلہ نمبر ۲۰......رَمی پیدل یا سوار ہو کر کرنے کی حیثیت	۲۰۴
مسئلہ نمبر ۲۱......رَمی کے وقت مخصوص ذکر ضروری نہیں، البتہ تکبیر سنت ہے	//
مسئلہ نمبر ۲۲......جمرات پر ہونے والی بعض بدعنوانیاں و بے اعتدالیاں	//
مسئلہ نمبر ۲۳......سات سے کم تعداد میں کنکری مارنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۴......دس ذی الحجہ کی رَمی ترک کرنے کا حکم	۲۰۵
مسئلہ نمبر ۲۵......دس ذی الحجہ کی رَمی قضاء کرنے کا وقت اور طریقہ	//
مسئلہ نمبر ۲۶......دس ذی الحجہ کی رَمی میں بے جا تعجیل اور اس کے نقصانات	//
مسئلہ نمبر ۲۷......معذور کی طرف سے رَمی کا حکم اور اس کا طریقہ	۲۰۷
مسئلہ نمبر ۲۸......معذور کا رَمی کے لئے کس کو نمائندہ بنانا جائز ہے؟	//
مسئلہ نمبر ۲۹......نابالغ یا بے ہوش کی طرف سے رَمی کرنے کا حکم	۲۰۸
مسئلہ نمبر ۳۰......معذور کی طرف سے رَمی کا افضل طریقہ	//
مسئلہ نمبر ۳۱......رَمی میں معذور کون کہلاتا ہے؟	۲۰۹
مسئلہ نمبر ۳۲......رش یا ہجوم کی وجہ سے دوسرے کو رَمی کا نمائندہ بنانا	۲۱۰
مسئلہ نمبر ۳۳......معذور کا اپنی رَمی کے لئے نمائندہ بنانا ضروری ہے	۲۱۱
مسئلہ نمبر ۳۴......دس ذی الحجہ کی رَمی پر احرام کی پابندیاں ختم ہونے کی تفصیل	۲۱۲

مسئلہ نمبر۳۵......حجاجِ کرام سے عیدُ الاضحیٰ کی نماز معاف ہے	۲۱۴
مسئلہ نمبر۳۶......دس ذی الحجہ کے بعد کی راتوں کو منیٰ میں گزارنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳۷......اگر دس ذی الحجہ کو جمعہ کا دن واقع ہو، تو جمعہ کی نماز کا حکم	//
(باب نمبر۷) حج کی قربانی کے احکام	۲۱۵
مسئلہ نمبر۱......حجِ تمتع وقِران کی قربانی ورنہ دس روزے واجب ہیں	//
مسئلہ نمبر۲......حجِ افراد کرنے والے پر حج کی قربانی واجب نہیں	//
مسئلہ نمبر۳......حجِ تمتع وقِران کن کے لئے جائز اور کن پر اس کی قربانی واجب ہے؟	//
مسئلہ نمبر۴......حج کی قربانی کے جانوروں کا حکم، عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کی طرح ہے	۲۱۶
مسئلہ نمبر۵......حج کی قربانی کے جانوروں کی شرائط، عیدُ الاضحیٰ کی طرح ہیں	//
مسئلہ نمبر۶......حج کی قربانی کی سنن، عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کی طرح ہیں	۲۱۷
مسئلہ نمبر۷......حج کی قربانی کے وجوب اور ادائیگی کا وقت	//
مسئلہ نمبر۸......حج کی قربانی حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر۹......حج کی قربانی کے ایام	//
مسئلہ نمبر۱۰......حجاجِ کرام پر عام عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کی تفصیل	۲۱۸
مسئلہ نمبر۱۱......حج کی قربانی کو عیدُ الاضحیٰ والی قربانی سمجھ کر ادا کرنے کا حکم	۲۱۹
مسئلہ نمبر۱۲......اپنی قربانی کے لئے کسی کو نمائندہ مقرر کرنا	۲۲۰
حج کی قربانی کی قدرت نہ ہونے پر روزوں کا حکم	۲۲۱
مسئلہ نمبر۱......حج کی قربانی کی قدرت نہ ہونے پر دس روزوں کا حکم	//

مسئلہ نمبر۲......حج کی قربانی کی قدرت نہ ہونے پر دس روزوں کی ترتیب	۲۲۲
مسئلہ نمبر۳......ان روزوں میں نیت کا وقت	//
مسئلہ نمبر۴......دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۵......روزے شروع کرنے کے بعد قربانی پر قادر ہو جانے پر حکم	۲۲۴
(باب نمبر۸) بال کٹانے یا منڈانے کے احکام	۲۲۵
مسئلہ نمبر۱......احرام سے نکلنے کے لئے سر کے بالوں کا منڈانا یا کٹانا	//
مسئلہ نمبر۲......بال کٹانے یا منڈانے پر احرام کی پابندیاں ختم ہونے کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر۳......بال کٹانے، رَمی اور قربانی میں ترتیب کا واجب یا سنت ہونا	۲۲۶
مسئلہ نمبر۴......سر کے بال کٹانے یا منڈانے کی مسنون یا واجب مقدار	//
مسئلہ نمبر۵......سر کے بال کٹانے یا منڈانے کے وقت اور مقام کی تفصیل	۲۲۷
مسئلہ نمبر۶ ...... بال منڈانے یا کٹانے میں اختیار اور خواتین کو کٹانا متعین ہے	۲۲۸
مسئلہ نمبر۷......سر کے بال کٹانے کی معتبر، مسنون و مکروہ مقدار کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر۸......سر پر بالوں کی مقدار کم ہو یا بالکل نہ ہو، تو اس کا حکم؟	۲۲۹
مسئلہ نمبر۹ ...... اگر کم بالوں والے کو بال منڈوانا ممکن نہ ہو، تو اس کا حکم	۲۳۰
مسئلہ نمبر۱۰......احرام میں سر کے بال خود یا کسی دوسرے سے منڈوانا یا کٹوانا	//
مسئلہ نمبر۱۱......بال منڈاتے یا کٹاتے وقت دائیں طرف سے آغاز کرنا	//
مسئلہ نمبر۱۲......سر کے بال کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنے کا حکم	۲۳۱
مسئلہ نمبر۱۳......سر کے ساتھ، ڈاڑھی، مونچھ، فاضل بال و ناخن کاٹنا	//

(باب نمبر ۹) رَمی، قربانی، بال کٹانے اور طواف میں ترتیب کا مسئلہ	۲۳۲
(باب نمبر ۱۰) طواف کے احکام	۲۳۷
مسئلہ نمبر ۱......طواف کے لغوی وشرعی معنیٰ	//
مسئلہ نمبر ۲......طواف کی بنیادی اقسام	//
مسئلہ نمبر ۳......طوافِ زیارت حج کے فرائض میں داخل ہے	//
مسئلہ نمبر ۴......حج کی ادائیگی کے لئے طوافِ زیارت ضروری ہے	۲۳۸
مسئلہ نمبر ۵......طوافِ زیارت کے کتنے چکر فرض یا واجب ہیں؟	//
مسئلہ نمبر ۶......طوافِ زیارت کا حج کے احرام پر ترتب ضروری ہے	۲۳۹
مسئلہ نمبر ۷......طوافِ زیارت کا وقوفِ عرفہ پر بھی ترتب ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر ۸......طواف کے لئے نیت، اس کی تعیین اور الفاظ کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر ۹......طوافِ زیارت کا ابتدائی وانتہائی وقت	۲۴۰
مسئلہ نمبر ۱۰......طواف کے فرائض، واجبات وسنن کا خلاصہ	۲۴۱
مسئلہ نمبر ۱۱......طوافِ زیارت کو بارہ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کا حکم	۲۴۲
مسئلہ نمبر ۱۲......طوافِ زیارت نہ کرنے کی صورت میں حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۳......طواف کا مسجدِ حرام کی حدود میں کرنا ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر ۱۴......مسجدِ حرام کی چھت پر طواف کرنے کا جواز	۲۴۳

مسئلہ نمبر ۱۵......طواف کا بیت اللہ کے بیرونی حصہ میں ہونا ضروری ہے	۲۴۳
مسئلہ نمبر ۱۶......بے ہوش اور مریض کے طواف کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۷......حجرِ اسود سے پہلے طواف کی ابتداء کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۸......طواف کی ابتداء کرنے کے مسنون طریقہ کی تفصیل	۲۴۴
مسئلہ نمبر ۱۹......حجرِ اسود کا استلام کرنا مسنون عمل ہے	۲۴۵
مسئلہ نمبر ۲۰......طواف کے دوران رکنِ یمانی کو چھونے یا بوسہ دینے کی تفصیل	۲۴۶
مسئلہ نمبر ۲۱......حجرِ اسود کے استلام کے وقت کی مختلف کوتاہیاں	۲۴۷
مسئلہ نمبر ۲۲......طواف کرتے وقت بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کرنے کا حکم	۲۴۸
مسئلہ نمبر ۲۳......استلام کے علاوہ کعبہ کی طرف رخ یا پشت کرنا	//
مسئلہ نمبر ۲۴......طواف میں جسم ولباس کے پاک اور باوضو طواف ہونے کا درجہ	۲۴۹
مسئلہ نمبر ۲۵......جنابت میں حج کے علاوہ باقی اعمال کی اجازت	۲۵۰
مسئلہ نمبر ۲۶......بے وضو اور جنابت وحیض ونفاس میں طوافِ زیارت کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۷......طواف میں حیض شروع ہوجانے یا وضو ٹوٹ جانے کا حکم	۲۵۱
مسئلہ نمبر ۲۸......طوافِ زیارت کے بغیر واپسی کے وقت حیض جاری ہونے پر حکم	۲۵۲
مسئلہ نمبر ۲۹......طواف کے دوران ستر چھپانے اور ستر کھل جانے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۰......کیا طواف کے تمام چکر ضروری ہیں؟	۲۵۳
مسئلہ نمبر ۳۱......طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہوجانے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۲......طواف کو پیدل یا سوار ہوکر کرنے کا حکم	۲۵۴
مسئلہ نمبر ۳۳......طواف کے چکروں کو پے درپے اور لگا تار کرنے کا حکم	۲۵۵
مسئلہ نمبر ۳۴......مرد کو طواف کے دوران اضطباع کا حکم اور اس کا طریقہ	//

مسئلہ نمبر۳۵......مرد کو طواف کے پہلے تین چکروں میں رَمل کا حکم وطریقہ	۲۵٦
مسئلہ نمبر۳٦......طواف کو بیتُ اللہ کے قریب یا دور رہ کر کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳۷......طواف کے دوران نظروں کی حفاظت اور خشوع کا اہتمام	۲۵۷
مسئلہ نمبر۳۸......طواف کے دوران ذکر ودعاء آہستہ آواز میں کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳۹......طواف کے دوران کی مسنون ومستحب دعائیں	//
مسئلہ نمبر۴۰......دورانِ طواف تلاوتِ قرآن مجید کا حکم	//
مسئلہ نمبر۴۱......طواف کے دوران مختلف قسم کی دعائیں پڑھنے میں کوتاہیاں	۲۵۸
مسئلہ نمبر۴۲......طواف سے فراغت کے بعد ملتزم پر آکر دعاء کا حکم	۲۵۹
مسئلہ نمبر۴۳......طواف کے دوران جائز اور مباح کاموں کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر۴۴......طواف کے دوران ناجائز اور گناہ والے کام	۲٦۰
مسئلہ نمبر۴۵......طواف کے دوران مکروہ وناپسندیدہ چیزیں	//
مسئلہ نمبر۴٦......طوافِ زیارت سے احرام کی پابندیاں ختم ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۴۷......حیض کی وجہ سے طوافِ زیارت مؤخر ہوجانے کا حکم	۲٦۱
مسئلہ نمبر۴۸......حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت	۲٦۲
مسئلہ نمبر۴۹......دو حیضوں کے درمیان پاکی کے زمانہ کی مدت	۲٦۳
مسئلہ نمبر۵۰......نفاس کی مدت اور زمانہ	//
مسئلہ نمبر۵۱......مانعِ حیض دوا کے استعمال سے حیض روک کر طواف کرنے کا حکم	//
(فصل نمبر۱) عام نفلی طواف کے احکام	۲٦۴
مسئلہ نمبر۱......نفلی طواف کسی بھی وقت کرنا جائز ہے	//

مسئلہ نمبر۲......نفلی طواف کے سات چکروں سے کم کرنے کا حکم	۲۶۴
مسئلہ نمبر۳......نفلی طواف جنابت کی حالت میں یا بے وضو کرنے کا حکم	۲۶۵
مسئلہ نمبر۴......نفلی طواف کے بعد سعی کرنے یا بال منڈانے کی ضرورت نہیں	//
مسئلہ نمبر۵......کسی دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے نفلی طواف کا حکم	//
مسئلہ نمبر۶ ......کثرت سے طواف یا عمرے کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۷......بارش کے دوران میزابِ رحمت کے نیچے کھڑا ہونے اور بیتُ اللہ یا اس کے کسی حصہ سے رومال، تسبیح وغیرہ مَس کرنے کی حیثیت	۲۶۶
مسئلہ نمبر۸......حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے حلقہ پر ہاتھ لگنے کا حکم	//
(فصل نمبر۲) طواف کے بعد دو رکعتوں اور زمزم کے احکام	۲۶۸
مسئلہ نمبر۱......طواف کے بعد دو رکعتوں کے پڑھنے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر۲......طواف کے بعد کی دو رکعتوں کو کس جگہ پڑھنا چاہئے؟	//
مسئلہ نمبر۳......طواف کے بعد کی دو رکعتوں کو طواف کے فوراً بعد پڑھنا	//
مسئلہ نمبر۴......طواف کی بعد کی دو رکعتوں کو مکروہ اوقات میں پڑھنا	۲۶۹
مسئلہ نمبر۵......طواف کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ	//
مسئلہ نمبر۶ ......طواف کے بعد کی دو رکعتوں کے بجائے چار رکعتیں پڑھنا	۲۷۰
مسئلہ نمبر۷......نفل پڑھنے کے دوران کسی کا سامنے سے گزرنا	//
مسئلہ نمبر۸......طواف کے بعد کی دو رکعتیں پڑھ کر دعاء کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۹ ......دو رکعتوں سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم کو چھونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۰......دو رکعتوں سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم پر کوئی مخصوص دعاء سنت نہیں	//

مضمون	صفحہ
مسئلہ نمبر۱۱......زمزم کا پینا کن افراد کے لئے مستحب ہے	۲۷۱
مسئلہ نمبر۱۲......زمزم پینے کا کوئی مخصوص و مکروہ وقت نہیں	//
مسئلہ نمبر۱۳......زمزم پیتے وقت کی ایک دعاء کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر۱۴......زمزم پیتے وقت کے آداب	۲۷۲
مسئلہ نمبر۱۵......زمزم کو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۶......زمزم کو اہانت و بے ادبی کی چیزوں میں استعمال کرنے کا حکم	۲۷۳
مسئلہ نمبر۱۷......زمزم کی خرید و فروخت کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۸......زمزم کے ساتھ دوسرے پانی کو شامل کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۹......زمزم کو ساتھ لے جانے اور لانے کا حکم	//
(باب نمبر۱۱) سعی کے احکام	۲۷۴
مسئلہ نمبر۱......سعی کے معنیٰ اور سعی کی حقیقت	//
مسئلہ نمبر۲......سعی کرنا حج کے فرائض میں داخل ہے یا واجبات میں؟	//
مسئلہ نمبر۳......حج کی سعی کا ابتدائی وقت	//
مسئلہ نمبر۴......صفا سے سعی کا آغاز کرنے کی حیثیت	۲۷۵
مسئلہ نمبر۵......سعی کے کتنے چکر فرض یا واجب ہیں؟	۲۷۶
مسئلہ نمبر۶ ......سعی کو پیدل یا سوار ہو کر کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۷......سعی کی بعض سنتیں اور مستحبات	۲۷۷
مسئلہ نمبر۸......سعی درست ہونے کے لئے دل میں نیت کرنے کی حیثیت	//

مسئلہ نمبر ۹......سعی نیچے یا اوپر کی منزلوں میں کرنے کی اجازت	۲۷۷
مسئلہ نمبر ۱۰......سعی کے لئے پاک اور باوضو ہونے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۱......سعی کا طواف کے فوراً بعد کرنے کا درجہ	۲۷۸
مسئلہ نمبر ۱۲......سعی کے تمام چکر پے در پے اور لگاتار کرنا ضروری نہیں	//
مسئلہ نمبر ۱۳......میلین اخضرین کے درمیان دوڑنے کی حیثیت	۲۷۹
مسئلہ نمبر ۱۴......سعی کے دوران صفا اور مروہ پر چڑھنے کی حیثیت	۲۸۰
مسئلہ نمبر ۱۵......سعی کے دوران صفا اور مروہ پر دعاء کرنے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۶......سعی شروع کرتے وقت حجرِ اسود کا استلام کرنے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۷......سعی کے دوران مرد کو اضطباع کرنے کی حیثیت	۲۸۱
مسئلہ نمبر ۱۸......صفا اور مروہ پر مخصوص دعاء کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۱۹......سعی کے دوران جائز اور مباح کام	۲۸۲
مسئلہ نمبر ۲۰......سعی کے دوران مکروہ وناپسندیدہ کام	//
مسئلہ نمبر ۲۱......سعی کا مسنون و مستحب طریقہ	//
مسئلہ نمبر ۲۲......سعی سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل پڑھنے کی حیثیت	۲۸۳
مسئلہ نمبر ۲۳......حج کی سعی، طوافِ زیارت سے پہلے کرنے کی کیفیت	//
مسئلہ نمبر ۲۴......حجِ قِران کرنے والے کو حج کی سعی پہلے کرنے کی کیفیت	//
مسئلہ نمبر ۲۵......حج کی سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری ہے	۲۸۴
مسئلہ نمبر ۲۶......احرام کی پابندیاں ختم ہونے کے لئے طواف کے بعد سعی کا ہونا	۲۸۵
مسئلہ نمبر ۲۷......طواف کے بغیر خالی سعی کرنے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر ۲۸......صفا اور مروہ پر بیٹھ کر دوسروں کو ایذاء پہنچانے سے بچنے کا حکم	//

(باب نمبر۱۲)

گیارہ تا تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کے احکام

(باب نمبر۱۲) گیارہ تا تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کے احکام	۲۸۶
مسئلہ نمبر۱...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی حج کے واجبات میں سے ہے	//
مسئلہ نمبر۲...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رَمی واجب ہے	//
مسئلہ نمبر۳...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی کا ابتدائی وقت	۲۸۷
مسئلہ نمبر۴...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی کا انتہائی وقت	//
مسئلہ نمبر۵...... پہلے اور دوسرے جمرہ پر رَمی کے بعد دعاء کے لئے ٹھہرنا	۲۸۸
مسئلہ نمبر۶...... رَمی کے ترک کرنے پر دَم یا صدقہ واجب ہونے کی تفصیل	۲۸۹
مسئلہ نمبر۷...... بارہ ذی الحجہ کی رَمی کے بعد منیٰ سے روانہ ہوجانے کا حکم	۲۹۰
مسئلہ نمبر۸...... تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا کب واجب ہوجاتا ہے؟	//
مسئلہ نمبر۹...... تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کا ابتدائی وقت	//
مسئلہ نمبر۱۰...... دس ذی الحجہ کے بعد کی راتوں کو منیٰ میں گزارنے کا حکم	۲۹۱
مسئلہ نمبر۱۱...... تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کے بعد منیٰ میں قیام کرنے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر۱۲...... منیٰ سے مکہ کی طرف آتے وقت محصب یا ابطح میں قیام کا حکم	۲۹۲
مسئلہ نمبر۱۳...... حکومت کی طرف سے مقرر امام کو منیٰ میں خطبہ دینے کا حکم	//

(باب نمبر۱۳) طَوافِ وِداع کے احکام	۲۹۳
مسئلہ نمبر۱......طوافِ وِداع کا حکم اور اس کے نام	〃
مسئلہ نمبر۲......طوافِ وِداع کن لوگوں پر واجب ہے؟	〃
مسئلہ نمبر۳...... رخصت ہوتے وقت حیض یا نفاس میں ہونے کا حکم	〃
مسئلہ نمبر۴......طوافِ وِداع کی نیت	۲۹۴
مسئلہ نمبر۵......طوافِ وداع کا وقت طوافِ زیارت کے بعد شروع ہوتا ہے	〃
مسئلہ نمبر۶ ......طوافِ زیارت کے بعد کیا ہوا طواف، طوافِ وِداع بن جاتا ہے	〃
مسئلہ نمبر۷......طوافِ وِداع کے بعد مکہ میں مزید قیام کرنے پر حکم	〃
مسئلہ نمبر۸......طوافِ وداع کے اکثر یا کم چکر ترک کرنے یا بے وضو یا جنابت کی حالت میں کرنے کا حکم	۲۹۵
مسئلہ نمبر۹ ......طوافِ وداع کئے بغیر رخصت ہوجانے کا حکم	〃
(باب نمبر۱۴) حرم، مسجدِ حرام اور بیتُ اللہ سے متعلق متفرق احکام	۲۹۶
مسئلہ نمبر۱......مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی افضلیت	〃
مسئلہ نمبر۲......حرم میں سکونت ورہائش کا حکم	۲۹۷
مسئلہ نمبر۳......مسجدِ حرام میں داخل اور خارج ہوتے وقت کی دعاء	〃
مسئلہ نمبر۴......بیتُ اللہ پر نظر پڑتے وقت دعاء مستحب ہے	〃

مسئلہ نمبر۵......بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی حیثیت	۲۹۸
مسئلہ نمبر۶......مسجدِ حرام میں داخل ہونے پر طواف کرنا یا تحیۃ المسجد پڑھنا	〃
مسئلہ نمبر۷......مسجدِ حرام میں نماز کی فضیلت	۲۹۹
مسئلہ نمبر۸......حرمین میں قضاء نمازوں کے متعلق غلط تصور	۳۰۰
مسئلہ نمبر۹......خواتین کو نماز کے لئے مسجدِ حرام میں جانے کی حیثیت	〃
مسئلہ نمبر۱۰......مسجدِ حرام کے علاوہ حرم کی حدود میں نماز کی فضیلت	۳۰۱
مسئلہ نمبر۱۱......حرمین میں امام کو عورتوں کے مقتدی ہونے کی نیت کا مسئلہ	〃
مسئلہ نمبر۱۲......عورت کا مَردوں کی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم	۳۰۳
مسئلہ نمبر۱۳......حرمین شریفین میں بیٹھ کر لغو حرکات سے بچنے کا حکم	۳۰۴
مسئلہ نمبر۱۴......حرم کی حدود میں گناہ کی شدت	〃
مسئلہ نمبر۱۵......مکہ و مدینہ میں قیام کے دوران صبر و تحمل کا حکم	〃
مسئلہ نمبر۱۶......مکہ و مدینہ میں قیام کے دوران اوقات کی قدر کرنے کا حکم	۳۰۵
مسئلہ نمبر۱۷......مکہ و مدینہ میں پرندوں کو دانہ ڈالنے کی حیثیت	〃
مسئلہ نمبر۱۸......کعبہ کے اردگرد نماز میں مقتدی کو امام سے آگے کھڑے ہونے کا حکم	۳۰۶
مسئلہ نمبر۱۹......حرمین میں باجماعت نماز کے دوران صفوں میں فصل ہوجانے کا حکم	〃
مسئلہ نمبر۲۰......مسجدِ حرام میں نمازیوں کے سامنے سے گزرنے کا حکم	۳۰۷
مسئلہ نمبر۲۱......مسجدِ حرام میں نماز کے دوران کعبہ کی طرف رخ کرنا	〃
مسئلہ نمبر۲۲......بیت اللہ سے دور نماز پڑھنے والے کے لئے سمتِ قبلہ کا حکم	۳۰۸

مسئلہ نمبر ۲۳......بیتُ اللہ کی اندرونی حدود میں نماز پڑھنے کا حکم	۳۰۸
مسئلہ نمبر ۲۴......بیتُ اللہ یا مسجدِ حرام کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۵......بیتُ اللہ کی اندرونی حدود کے نیچے نماز پڑھنے کا حکم	۳۰۹
مسئلہ نمبر ۲۶......حرمین میں ایک مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۷......حرمین میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم	۳۱۰
مسئلہ نمبر ۲۸......حرم اور مکہ مکرمہ کے متبرک مقامات کی زیارت کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۹......ہجوم کے وقت اگلے نمازی کی پشت پر سجدہ کرنے کا حکم	۳۱۱
مسئلہ نمبر ۳۰......مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کو جوتے محفوظ جگہ رکھنا	۳۱۲
(باب نمبر ۱۵) مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی سے متعلق متفرق احکام	۳۱۳
مسئلہ نمبر ۱......مسجدِ نبوی میں نماز کی فضیلت	//
مسئلہ نمبر ۲......مسجدِ نبوی میں نفل وسنت نمازوں کی فضیلت کے متعلق حکم	۳۱۴
مسئلہ نمبر ۳......مسجدِ نبوی میں چالیس نمازوں کی حیثیت	۳۱۵
مسئلہ نمبر ۴......مسجدِ نبوی کی غرض سے سفر کرنے کا حکم	۳۱۶
مسئلہ نمبر ۵......ریاض الجنۃ کی فضیلت	//
مسئلہ نمبر ۶ ......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی فضیلت	//
مسئلہ نمبر ۷......انبیائے کرام کے اپنی قبور میں حیات ہونے کی حیثیت	۳۱۷
مسئلہ نمبر ۸......مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا افضل طریقہ	۳۱۸
مسئلہ نمبر ۹......مسجدِ نبوی میں داخل ہونے اور روضہ پر حاضری کا بہتر طریقہ	//

	مسئلہ نمبر۱۰...... روضہ پر زیارت کے وقت خلافِ شرع کاموں سے بچنے کا حکم	۳۲۰
	مسئلہ نمبر۱۱...... مدینہ منورہ میں خواتین کو بے پردگی و بے حیائی سے بچنے کا حکم	۳۲۲
	مسئلہ نمبر۱۲...... خواتین کو مخصوص ایام میں درود وسلام پڑھنا اور روضہ پر حاضری	//
	مسئلہ نمبر۱۳...... مدینہ منورہ میں منکرات و بدعات سے بچنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر۱۴...... مدینہ منورہ میں مومن کے فوت ہونے کی فضیلت	۳۲۳
	مسئلہ نمبر۱۵...... مسجدِ قباء میں حاضری کا حکم	//
	مسئلہ نمبر۱۶...... جبلِ اُحد کی زیارت کا حکم	۳۲۴
	مسئلہ نمبر۱۷...... مدینہ منورہ کی کھجور اور عجوہ کھجور کی فضیلت	۳۲۵
	مسئلہ نمبر۱۸...... بقیع قبرستان میں حاضری کا حکم	۳۲۶
	مسئلہ نمبر۱۹...... مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت افضل طریقہ	//
	مسئلہ نمبر۲۰...... روضہ پر دوسرے کی طرف سے سلام پیش کرنا	//

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں، جن میں سے ایک رکن ’’حج‘‘ ہے۔

لیکن حج کا معاملہ اسلام کے دوسرے ارکان یعنی نماز، روزہ اور زکاۃ کی طرح نہیں ہے کہ جہاں چاہیں اس کو ادا کرلیں، بلکہ اس کے لئے مخصوص مقامات مقرر ہیں، اور اسی کے ساتھ حج کی ادائیگی کا زمانہ بھی مقرر و مختص ہے۔

دوسری طرف موجودہ دور میں کئی طرح کی تمدنی و بین الاقوامی تبدیلیاں رونما ہوگئی ہیں، جن کی وجہ سے حج کے بہت سے اعمال و مناسک کی سابق زمانوں کے مقابلہ میں ادائیگی دشوار ہوگئی ہے، اس لئے ان مشکلات کا فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں حل نکالنا بھی ضروری ہے، اسی غرض سے بندہ نے ’’مناسکِ حج کے فضائل واحکام‘‘ کے نام سے ایک مفصل ومدلل کتاب تالیف کی تھی، جو کہ بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوگئی ہے، جس میں حج کے احکام ومسائل کے سلسلہ میں فقہ حنفی کے علاوہ فقہ شافعی، فقہ مالکی اور فقہ حنبلی کے موقف کو بھی شامل کیا گیا ہے، اس کتاب کے مفصل ومطول ہونے کی وجہ سے بعض عوام کی طرف سے اس کی تلخیص واختصار کا تقاضا ہوتا رہا، لیکن تاحال اس کا موقع حاصل نہیں ہوسکا تھا، اب گزشتہ دنوں ’’عمرہ کے فضائل واحکام‘‘ کے نام سے ایک کتاب الگ سے مرتب کی، تو ساتھ ہی ’’مناسکِ حج کے فضائل واحکام‘‘ کی تلخیص واختصار سے متعلق بھی کام کا بحمداللہ تعالیٰ موقع نکل آیا، اور ساتھ ہی بعض اور مسائل، جن کے اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی، ان کو اس میں شامل کیا گیا، اب مناسکِ حج کی تلخیص واختصار والی اس کتاب کو چند اضافی مسائل کے ساتھ ’’حج کا طریقہ‘‘ کے نام سے موسوم کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

بندہ نے اپنی مفصل تالیف ’’مناسکِ حج کے فضائل واحکام‘‘ میں بعض مسائل میں اپنی دیانت

دارانہ رائے کے مطابق جہاں ضرورت اور دلیل کی بناء پر کسی معروف قول سے عدول کی ضرورت سمجھی، اس کا اظہار کردیا ہے، اور اس تلخیص واختصار والی کتاب میں بھی اپنے رجحان ومیلان کو برقرار رکھا ہے۔

اور آج کل عوام تو درکنار بہت سے خواص واہلِ علم حضرات کو بھی بعض مسائل میں کسی ایک فقہ کی تمام تر پابندیوں کے مطابق عمل کرنا دشوار ہوتا ہے، بلکہ ان پابندیوں کے ساتھ اس عمل کو انجام دینے کے بجائے، اس کو بالکلیہ ترک ہی کردیتے ہیں، اور وہ اس سلسلہ میں تخفیف وتسہیل کے متقاضی ہوتے ہیں، اور زبانی وکلامی بھی اس سلسلہ میں تخفیف وتسہیل پیدا کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، لیکن تحریری طور پر اس کے اظہار کی ہمت نہیں کرتے۔

مگر بحمداللہ تعالیٰ بندہ نے بغیر کسی لومۃ لائم کے اپنی دیانت دارانہ رائے کو ظاہر کردیا ہے، اگر کسی صاحبِ علم کو اس سے اتفاق نہ ہو، اور وہ دوسری رائے رکھتے ہوں، تو ان کو اپنی رائے پر قائم رہنے کا حق ہے، اور ان کو ہماری رائے کا پابند ہونا ضروری نہیں، جس کی تفصیل بندہ اپنی کتاب ”مناسکِ حج کے فضائل واحکام“ کے شروع میں ذکر کرچکا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں دلائل اور حواشی کو اختصار کے پیشِ نظر شامل نہیں کیا گیا، البتہ جہاں زیادہ ضرورت محسوس ہوئی، وہاں حواشی میں عبارات کو درج کردیا گیا ہے، اگر کوئی صاحبِ علم کسی جگہ دلیل اور فقہی عبارت کی ضرورت محسوس فرمائیں، تو انہیں ہماری دوسری کتاب ”مناسکِ حج کے فضائل واحکام“ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے، اور امت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد رضوان

۷/ جمادی الاخری/۱۴۳۶ھ 28/ مارچ/ 2015ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(مقدمہ)

حج سے متعلق بنیادی معلومات واحکام

حج کے مناسک اور حج کے اعمال کا ذکر کرنے سے پہلے حج کے متعلق چند بنیادی معلومات اور احکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حج وعمرہ کے معنیٰ

شریعت کی مخصوص زبان میں حج کے معنیٰ مخصوص جگہ یعنی بیتُ اللہ وعرفہ میں مخصوص وقت یعنی حج کے مہینوں میں مخصوص اعمال یعنی وقوفِ عرفہ، طواف، سعی وغیرہ کو مخصوص شرائط کے ساتھ ادا کرنے کا قصد وارادہ کرنے کے آتے ہیں۔

اور حج کے مقابلہ میں عمرہ کے معنیٰ احرام کے ساتھ بیتُ اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کرنے اور اس کے بعد بال کٹا یا منڈا کر احرام سے فارغ ہونے کے آتے ہیں۔

حج کی فرضیت

جب حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں تو زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے، اور حج کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (سورة آل عمران، رقم الآية ۹۷)

ترجمہ: اور اللہ (کی رضا) کے واسطے بیتُ اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص انکار کرے تو (اللہ تعالیٰ کا

اس میں کیا نقصان ہے) اللہ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے (سورہ آلِ عمران)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے، ایک تو اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکاۃ دینا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کا روزہ رکھنا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حج، اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ہے، جن پر کہ اسلام کی عمارت قائم ہے۔

البتہ حج فرض ہونے کی شرائط پائی جانے کے بعد عذر نہ ہونے کی صورت میں فوری حج کرنا ضروری ہے، یا تاخیر کرنا بھی جائز ہے۔

اس میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حج فرض ہونے کے بعد زندگی میں جب بھی حج کر لیا جائے، تو حج کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

اور حج فرض ہونے کے بعد اگر کوئی معقول عذر نہ ہو تو جلد از جلد اس فریضہ سے سبکدوش ہو جانے میں ہی عافیت و سلامتی ہے۔

حج کی فضیلت

قرآن و سنت میں حج کے عظیم فضائل بیان کیے گئے ہیں، اور حج کرنے والے کے لئے بڑے بڑے انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۸، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الإسلام علی خمس.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ، لَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور (پانچوں) نمازیں پڑھیں، اور بیت اللہ کا حج کیا، راوی کہتے ہیں کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ کی ادائیگی کا بھی ذکر فرمایا، تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادیں (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے لئے (یعنی اللہ کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ) حج کیا، اور (اس میں) نہ تو شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا، تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے) اس طرح (پاک صاف ہوکر) لوٹے گا، جس طرح اس دن تھا، جس دن اسے اس کی ماں نے جَنا تھا (بخاری)

حج کی اس طرح کی اور بھی فضیلتیں آئی ہیں، جن کو ہم نے اپنی دوسری کتاب ''ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیا ہے، ضرورت سمجھیں، تو وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

---

[1] رقم الحديث ۲۵۳۰، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنة، مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۰۸۷.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۵۲۱، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور.

البتہ اس سلسلہ میں مروی بعض روایات سند کے اعتبار سے ضعیف یا شدید ضعیف بھی ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ پیدل حج کرنے والے کو ستَّر (۷۰) حجوں کے برابر ثواب ملتا ہے، اور سواری پر حج کرنے والے کو تیس حجوں کے برابر ثواب ملتا ہے (طبرانی)

مگر اس حدیث کی سند درست معلوم نہیں ہوتی، بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے موضوع اور من گھڑت ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی متروک وشدید ضعیف ہے، جسے کذاب وجھوٹا تک بھی قرار دیا گیا ہے۔

البتہ بعض دوسری روایات کی رو سے پیدل حج کرنا فی نفسہٖ باعثِ ثواب ہے، اگرچہ ان روایات کی سند پر بھی محدثین کا کچھ کلام ہے۔

اس لئے پیدل حج کرنے کو مستحب درجہ کا عمل قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن مذکورہ روایت میں مذکور فضیلت کا عقیدہ رکھنا احتیاط کے خلاف ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

حج کی حکمت

حج کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا اور اس عبادت کے فریضہ کو ادا کرنا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ حج کرنے میں بعض اور حکمتیں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً حج کرنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی محبت، عاجزی وانکساری، آخرت کی طرف رغبت، دنیا سے نفرت اور شیطان سے عداوت وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

اور حج کی ادائیگی کے ذریعہ سے بدن اور مال کی نعمت کا شکر ادا کیا جاتا اور موت کو یاد کیا جاتا ہے۔

اور حج کے موقع پر روئے زمین کے بے شمار مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں مسلمانوں کی ایک دوسرے سے محبت ومودت اور اتفاق واتحاد کا اظہار کیا جاتا ہے، اور ایک دوسرے

سے مفید چیزیں اور حکمت وتجربہ کی باتیں حاصل کرنے اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حالات معلوم کرنے کا موقع میسر آتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

حج فرض ہونے کی شرائط

زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے، بلکہ اُسی پر فرض ہے، جس میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، اور ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد غیر معذور کی ملکیت میں حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کے وقت اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل اتنا مال ہو کہ جس سے وہ بیتُ اللہ و عرفات تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور واپسی تک اپنے اُن اہل وعیال و متعلقین کے خرچ کا انتظام بھی کرسکتا ہو، جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو اور حکومت وغیرہ کی طرف سے کوئی رُکاوٹ نہ ہو، تو ایسے مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے''

اور عورت حج ادا کرنے پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی، جبکہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کررہا ہو یا یہ عورت اس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے، اور وہ عورت عدت میں بھی نہ ہو۔ [1]

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

حج صحیح ہونے کی شرائط

جب کوئی حج کرے، تو اُس کا حج صحیح ہونے کے لئے بھی کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جن

---

[1] البتہ بعض فقہاء کے نزدیک مامون قافلہ اور ثقہ عورتوں کے ساتھ یہ سفر جائز ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''محرَم کے بغیر سفر کا حکم''

کو شرائطِ صحتِ اداء یا حج صحیح ہونے کی شرائط کہا جاتا ہے۔

ان شرائط کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں، اگرچہ حج فرض ہونے کی شرائط پائیں جائیں، تو حج کی ادائیگی صحیح ودرست نہیں کہلاتی۔

ان شرائط کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱)......اسلام (یعنی اسلام کی حالت میں حج کرنا) کیونکہ غیر مسلم عبادت کا اہل نہیں ہوتا، اور اس کا عبادت کرنا صحیح نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم خود اپنا حج کرے یا کسی دوسرے کی طرف سے کرے، تو اس کا حج کرنا صحیح نہیں ہوگا، اور اسی وجہ سے اگر کوئی غیر مسلم حج کرے، یا اس کی طرف سے کوئی دوسرا حج کرے، پھر یہ غیر مسلم اسلام لے آئے، تو اسلام لانے کے بعد حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے کی صورت میں اس پر حج کرنا فرض ہوگا۔

(۲)......عقل (یعنی حج کرنے والے کا صاحبِ عقل ہونا) کیونکہ پاگل ومجنون عبادت کا اہل نہیں، اور اگر وہ جنون وپاگل پنے کی حالت میں خود سے حج کرے، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا۔

(۳)...... زمان (یعنی حج کے ارکان ومناسک مخصوص زمانے میں ادا کرنا) کیونکہ اگر کسی نے حج کے مناسک ادا کئے جانے کے مخصوص زمانے کے علاوہ کسی اور وقت میں وقوفِ عرفہ، رَمی وغیرہ کی، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا۔

(۴)......مکان (یعنی حج کے ارکان ومناسک اُن کے مخصوص ومقررہ مقامات پر جا کر ادا کرنا) کیونکہ اگر کسی نے حج کے مناسک ادا کیے جانے والی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں طواف، سعی اور وقوف وغیرہ کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک احرام کا ہونا بھی حج صحیح ہونے کی شرط میں داخل ہے۔

حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط

فقہائے کرام نے حج کی جو شرائط ذکر فرمائی ہیں، اُن میں بعض شرائط وہ ہیں، جن کو حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط کہا جاتا ہے، اور ان شرائط کا مطلب یہ ہے کہ ان شرائط کے پائے جانے سے ادا شدہ حج، فرض حج کی ادائیگی میں شمار کیا جاتا ہے، ورنہ وہ حج، فرض حج کی ادائیگی میں شمار نہیں کیا جاتا۔

حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(۱)...... اسلام (یعنی حج اسلام کی حالت میں کرنا) کیونکہ اگر کسی نے اسلام لانے سے پہلے حج کیا، تو اس سے اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور مسلمان ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔

(۲)...... اسلام پر باقی رہنا (یعنی حج کرنے کے بعد اسلام کی حالت پر قائم رہنا) کیونکہ اگر نعوذ باللہ کوئی حج کرنے کے بعد دائرۂ اسلام سے خارج ومرتد ہوجائے، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کے حج کا فریضہ کالعدم اور غیر معتبر ہوجاتا ہے، اور اس پر بشرطِ استطاعت دوبارہ حج کرنا فرض ہوتا ہے۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق مرتد ہونے کی وجہ سے حج کا فریضہ کالعدم شمار نہیں ہوتا، اور اس پر دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہوتا۔

(۳)......عقل (یعنی عقل مند ہونے کی حالت میں فرض حج ادا کرنا) کیونکہ اگر کسی نے جنون و پاگل پنے کی حالت میں حج کیا، تو اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور صحت مند ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔

(۴)......آزاد ہونا (یعنی آزاد ہونے کی حالت میں فرض حج کرنا) کیونکہ اگر کسی شرعی غلام و باندی نے آزاد ہونے سے پہلے حج کیا، تو اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں

ہوگا، اور آزاد ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔

(۵)...... بلوغ (یعنی بالغ ہونے کی حالت میں فرض حج ادا کرنا) کیونکہ اگر کسی نے نابالغ ہونے کی حالت میں حج کیا، تو یہ نفل حج واقع ہوگا، اور اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور بالغ ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر اس کو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔

(۶)...... اگر قدرت ہوتو خود حج کے افعال ادا کرنا، کیونکہ اگر کوئی شخص صحیح وتن درست ہے، اور کوئی شرعی رُکاوٹ نہیں تو خود جا کر حج ادا کرنا ضروری ہے، ایسی صورت میں کسی اور کا اس کی طرف سے حج کرنا فرض حج نہیں بنے گا، بلکہ نفل حج بنے گا۔

(۷)...... نفل حج کی نیت نہ کرنا، کیونکہ اگر کوئی نفل حج کی نیت سے حج کرے، اور اس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نفل کی نیت کے ساتھ حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔

البتہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نفل حج کی نیت کرنے کی صورت میں بھی، اس کے حج کا فریضہ ادا ہوجائے گا۔

(۸)...... دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا، کیونکہ اگر کسی نے اپنی طرف سے حج کی نیت نہیں کی، بلکہ کسی اور کی طرف سے نیت کرکے حج کیا، تو اس سے اس حج کرنے والے کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔

حج کرنے والے کے لئے ہدایات وآداب

حج کرنے والے کو چند ہدایات وآداب کا لحاظ کرنا چاہئے، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)...... حج کرنے سے پہلے اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے، اور ریاء کاری اور دکھلاوے اور نام نمود سے پرہیز کرے۔

(۲)...... حج کرنے سے پہلے تجربہ کار اور صاحبِ علم حضرات سے حج کے سفر اور حج کے احکام سے متعلق مشورہ اور علم حاصل کرلے، یا مستند کتابوں میں حج وعمرہ کے احکام کا مطالعہ کرے۔

(۳)...... جب حج کا ارادہ ہوجائے، تو حج کے سفر کی تعیین اور کیفیت کے بارے میں سنت کے مطابق استخارہ کرلے، مثلاً وہ کون سے ادارہ ومحکمہ کے واسطہ سے اور کون سے طریقہ (وپیکج) سے حج کا سفر کرے۔

(۴)...... جب حج کا پختہ ارادہ وعزم ہوجائے، تو تمام گناہوں اور خطاؤں سے سچی توبہ کرے، اور مخلوق کی جو مالی وجانی حق تلفیاں اور مظالم کیے ہیں، اُن کی ادائیگی کرے، یا صِدق دل سے معافی طلب کرے۔

اور اگر کچھ حقوق ذمہ میں باقی ہوں، تو اُن کی وصیت کردے، اور اپنے اہل وعیال ومتعلقین کو بھی خیر کی وصیت کردے۔

اور اپنے زیرِ کفالت بیوی، بچوں وغیرہ کے نان ونفقہ اور ان کی نگرانی کا معقول انتظام وبندوبست کردے۔

(۵)...... پڑوسیوں، عزیزوں اور بطورِ خاص والدین میں سے کوئی ناراض ہو، تو ان کی ناراضگی دور کرنے کی ممکنہ حد تک کوشش کرے۔

(۶)...... حج میں خرچ کرنے کے لئے حلال مال کا انتخاب واہتمام کرے۔

(۷)...... نیک صالح اور حج کے احکام کا علم رکھنے والے ساتھیوں کے ساتھ حج کا سفر کرنے کی کوشش کرے۔

(۸)...... جب حج کا سفر شروع کرے، تو اپنے گھر والوں، پڑوسیوں اور رفقاء کو

الوداع کہے، اوران کواللہ کے حفظ وامان میں دینے کی دعاء کرے۔

(۹)...... بہتر ہے کہ سفرِ حج کے لئے گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے، جس کی پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا بہتر ہے، اوردوسری سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور گھر سے نکلتے وقت مسنون دعاء پڑھ لے، مثلاً:

بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

(۱۰)......سفر میں دعاء کی کثرت رکھے، اور سفر کے آداب کا اہتمام کرے۔

(۱۱)...... اچھے اخلاق اور صبر کا مظاہرہ کرے، اور بداخلاقی و بے صبری سے بچنے کا اہتمام کرے۔

(۱۲)...... اللہ کی طرف دل کے استحضار اور خشوع وخضوع کا اہتمام کرے۔

(۱۳)...... حج کے احکام ومناسک کو سنت کے مطابق ادا کرنے کا اہتمام کرے، اور ہر کام میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کے راستہ کو اختیار کرے، اور ہر قدم پر وقت ضائع کرنے اور خاص کر گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے۔

(۱۴)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت مندرجہ ذیل دعاء پڑھنا منقول ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَايَانَا بِهَا حَتّٰى تُخْرِجَنَا مِنْهَا. [1]

اور حج وعمرہ کے تمام احکام شریعت وسنت کے مطابق ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

(۱۵)...... حج سے واپسی کے سفر میں بھی سفر کے آداب کا خیال رکھے، اور اگر عذر نہ ہو تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرے۔

اور حج بلکہ کسی بھی سفر سے واپسی پر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر مندرجہ ذیل دعاء کا

---

[1] عن ابن عمر، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا دخل مكة قال " : اللهم لا تجعل منايانا بها حتى تخرجنا منها (مسند احمد، رقم الحديث ٦٠٧٦)

پڑھنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ. [1]

(۱۶)......بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک حج کرکے آنے والے کو سلام کرنا اور اس سے دعاء اور استغفار کی درخواست کرنا اور اس کو حج قبول ہونے کی دعاء دینا اور حج کرنے والے کو دوسروں کی مغفرت کی دعاء کرنا مستحب ہے، اس کو اپنے درجہ پر رکھ کر ضروری سمجھے بغیر آسانی ممکن ہو، تو عمل کرنے میں حرج نہیں۔ [2]

(۱۷)......حج سے واپس آکر اپنے اعمال کی نگرانی رکھے، تاکہ اس کی جو حالت حج کرنے سے پہلے تھی، حج کرنے کے بعد اُس سے بہتر ہو جائے۔

چند غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ

حج وعمرہ کے حوالہ سے آج کل کئی غلط فہمیاں اور کوتاہیاں رائج ہوگئی ہیں، جن سے بچنا چاہئے، ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

●......آج کل بہت سے لوگ نام ونمود، اپنی مالداری اور نیک نامی ظاہر کرنے کے لئے حج وعمرہ کرتے ہیں، جبکہ دکھلاوے اور ریاکاری کے طور پر عمل کرنا چھپا ہوا شرک ہے، جس پر

---

[1] عن عبد الله رضی الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا قفل من الغزو أو الحج أو العمرة يبدأ فيكبر ثلاث مرار، ثم يقول :
لا إله إلا الله، وحده لا شريک له، له الملک، وله الحمد، وهو على كل شیء قدير.
آيبون تائبون، عابدون ساجدون، لربنا حامدون صدق الله وعده، ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده (بخاری، رقم الحديث ۴۱۱۶، باب غزوة الخندق وهی الأحزاب)

[2] مگر اس سلسلہ میں جو بعض قیودات کے ساتھ ایک حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ:
اللهم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج.
اس کی سند معتبر معلوم نہ ہوسکی، جس کی تفصیل ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں لہٰذا اپنی نیتوں میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے۔

● ......بعض لوگ تجارت یا سیر وتفریح کو مقصود بنا کر حج یا عمرہ کے سفر پر جاتے ہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب نیت ہی میں اخلاص نہ رہا، تو پھر ثواب کی کیا امید رکھی جاسکتی ہے؟

● ......بعض لوگ بھیک مانگنے کے لئے حج کے سفر کا انتخاب کرتے ہیں اور وہاں جا کر حرمین شریفین اور دوسرے مقامات پر سوال کرتے اور بھیک مانگتے ہیں، جو کہ سنگین گناہ ہے۔

● ......بعض لوگ نماز روزے، زکاۃ اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اور حج کے سفر پر چل پڑتے ہیں، بلکہ کئی کئی حج کرتے رہتے ہیں، حالانکہ نماز، روزے اور زکاۃ اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کا درجہ، حج بطورِ خاص نفل حج سے پہلے ہے، جن میں کوتاہی درست نہیں۔

● ......بعض لوگ حقوق العباد کی صحیح طور پر ادائیگی کی فکر نہیں کرتے اور صرف مروّجہ رسمی طور پر معافی تلافی کر کے اور رسمی طور پر لوگوں سے مل ملا کر حج کے لئے روانہ ہوجاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح رسمی کارروائی کرنے اور ملنے جلنے سے سب معاملات صاف اور حقوقُ العباد بے باق ہوجاتے ہیں، جو کہ غلط ہے، شریعت کے اصولوں کے مطابق معافی تلافی اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کرنی چاہئے۔

● ......بعض لوگ حج وعمرہ پر جانے سے پہلے اجنبی عورتوں سے بے مُحابا ملتے پھرتے ہیں اور اس طرح حج سے پہلے ہی بدنظری کے گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے۔

● ......بعض لوگوں کے یہاں حج پر جانے سے پہلے عورتوں اور اجنبی مَردوں کا بے پردگی کے ساتھ اختلاط واجتماع ہوتا ہے اور دھوم دھام کا سماں ہوتا ہے، اس طرح غیرت وحیاء کے خلاف اور نمود ونمائش کا سماں پیدا کرنے سے بچنا چاہئے۔

● ......بعض لوگ حج یا عمرے پر جانے سے پہلے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور متعلقین سے رسمی ملاقات اور ملنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، چنانچہ اگر کوئی کسی سے ملاقات نہ کرسکے تو اس کو بہت زیادہ معیوب اور قابلِ الزام چیز سمجھتے ہیں، یہ بھی ایک غیرضروری چیز کو ضروری

سمجھا ہوا، جو کہ شرعی اعتبار سے غلو اور حد سے تجاوز ہے۔

●......بعض لوگ حج جیسی مقدس عبادت کے لئے حرام مال استعمال کرتے ہیں، جو بڑا گناہ ہے اور اس سے حجِ مقبول کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا حج کے لئے جہاں تک ہو سکے حلال مال استعمال کرنا چاہئے،حرام مال سے ویسے بھی بچنا ضروری ہے اور حج کے لئے تو حلال مال استعمال کرنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

●......بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا اور حج کا شوق رکھتے ہیں اور اتنا مال نہیں ہوتا کہ وہ حج کر سکیں، لیکن اپنا شوق پورا کرنے کے لئے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور اس طرح سے مانگ تانگ کر رقم جمع کر کے پھر حج کو جاتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں اور مانگنے پر ایسے لوگوں کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں۔

●......آج کل حج پر جانے سے پہلے بعض لوگ اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرنے لگے ہیں، جس میں مَرد حضرات کے علاوہ خواتین کو بھی شریک کیا جاتا ہے اور بعد میں خورد ونوش کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، اس میں کئی خرابیاں شامل ہیں، لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہئے، البتہ مروّجہ طریقہ پر قرآن خوانی کی رسم سے ہٹ کر اپنے طور پر خود اخلاص کے ساتھ قرآن مجید اور مسنون دعائیں پڑھنے اور اخلاص سے کچھ صدقہ خیرات کرنے میں حرج نہیں۔

●......بعض لوگ نامحرم عورت کو اور بعض عورتیں نامحرم مرد کو اپنا محرم ظاہر کر کے حج پر جاتے ہیں، جبکہ وہ ایک دوسرے کے لئے شرعی نقطۂ نظر سے محرم نہیں ہوتے، جس کا جھوٹ ہونا اور جھوٹ کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔

اسی طرح بعض عورتیں شرعی محرم کے بغیر بلکہ نامحرم کو اپنا محرم ظاہر کر کے حج کے سفر پر چل پڑتی ہیں، حالانکہ کسی نامحرَم کو اپنا محرَم ظاہر کرنے میں جھوٹ اور غلط بیانی کا گناہ لازم آتا ہے۔

●......بعض اوقات نفلی حج کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہوتی، ایسے حالات میں بعض لوگ جو اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکے ہوتے ہیں، جھوٹ بول کر یعنی فرض حج یا حجِ بدل ظاہر

کر کے نفلی حج پر جاتے ہیں، یہ جھوٹ بھی جائز نہیں، ایک نفلی عمل کی خاطر جھوٹ جیسے گناہ کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے؟ بالخصوص جبکہ نفلی حج کرنے والوں کی کثرت اور ہجوم کی وجہ سے فرض حج کرنے والوں کو بھی دشواری پیش آ رہی ہو، یا ان کی حق تلفی لازم آ رہی ہو۔

● ...... اسی طرح بعض لوگ نفلی حج کی خاطر رشوت دینے کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ نفلی حج کی خاطر رشوت کے لین دین کا ارتکاب درست نہیں۔

● ...... حاجیوں کے لئے قانونی طور پر خون کے گروپ اور دیگر طبی معائنوں کی رپورٹ ضروری قرار دی گئی ہے، بعض لوگ طبی معائنہ و تشخیص کرائے بغیر رسمی اور جھوٹی رپورٹ تیار کرا لیتے ہیں، جس کے جھوٹ ہونے میں شک نہیں، جھوٹ کے علاوہ اس کا نقصان بعض اوقات اس شکل میں بھی اٹھانا پڑ جاتا ہے کہ ہنگامی حالات میں اس کی وجہ سے غلط دوا وغیرہ کا انتخاب ہو جاتا ہے، پس میڈیکل رپورٹ کے اس غلط طریقہ سے بچنا ضروری ہے۔

● ...... آج کل حج وعمرہ کے سفر پر جانے والے کو رخصت کرتے وقت گلے میں یا سر پر مختلف قسم کے ہار اور پھول پتیاں ڈالی جاتی ہیں، یہ رسم خلافِ سنت اور قابلِ ترک ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں اور حج کرنے والے کے لئے ایسی نمود و نمائش میں مشغول ہونا پسند نہیں فرمایا۔

● ...... بعض لوگ حج کرنے والے کو رخصت کرتے وقت نعت خوانی اور نعرے بازی کرتے ہیں، یہ بھی خواہ مخواہ کی رسم اور اخلاص کے خلاف ہے۔

● ...... بعض جگہ حج کرنے والے کو رخصت کرنے کے لئے خواتین بھی ایک ہجوم کے ساتھ گھروں سے باہر نکلتی ہیں، بلکہ دور دراز سے سفر کر کے ائیر پورٹ وغیرہ تک جاتی ہیں، جن میں بن سنور کر بے پردہ عورتیں بھی ہوتی ہیں، عورتوں کو ہجوم کے ساتھ اس غرض کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور اس سے بڑھ کر بن سنور کر بے پردگی کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں۔

● ...... بعض لوگ حاجی کو رخصت کرتے وقت تصویریں بناتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے۔

● ...... بعض لوگ حج کے سفر میں ذرا سے عذر یا غفلت اور لاپرواہی سے فرض نمازیں تک چھوڑ دیتے یا قضاء کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے حج کی قبولیت سے محرومی کا اندیشہ ہے، اور اگر یہ نفلی حج ہے تو معاملہ اور زیادہ خطرناک ہے۔

● ...... بعض عورتیں حج میں پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں، بلکہ اپنے گھروں میں پردہ کرنے والی خواتین بھی حج کے موقع پر بے پردگی اور بناؤ سنگھار کا کھلا مظاہرہ کرتی ہیں، جو کہ درست نہیں۔

● ...... بعض لوگ کسی طرح چھپ کر یا سفارش وتعلقات وغیرہ کی بنیاد پر متعینہ وزن سے زیادہ سامان اس کا مقررہ محصول اور کرایہ ادا کئے بغیر لے جاتے یا لاتے ہیں، جو کہ شرعاً بھی جائز نہیں۔

● ...... بعض لوگ حج کے مقدس فریضہ کی ادائیگی سے واپس آتے ہوئے ساتھ میں غیر شرعی یا غیر قانونی سامان لے آتے ہیں حتیٰ کہ ٹیلی ویژن، وی سی آر، ڈیک وغیرہ جیسی چیزوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں، اس طرح کی حرکات سے باز آنا چاہئے۔

● ...... بعض لوگوں کو حج سے واپسی پر رسمی طور پر رشتہ دار واحباب کو تحفے تحائف دینے کی بڑی فکر ہوتی ہے اور اتنے سارے تحفے سب کے لئے لانا مشکل ہوتا ہے، ایسے حالات میں وہ اپنے یہاں سے خریدی یا لی ہوئی چیزوں کو مکہ ومدینہ سے لائی ہوئی ظاہر کر کے پیش کرتے ہیں جس میں دھوکہ دہی پائی جاتی ہے، اولاً تو رسمی تحفے تحائف کی ضرورت ہی کیا ہے؟ پھر اس رسمی عمل کو مزید ایک دھوکہ دہی کا گناہ کر کے انجام دینا تو اور بھی زیادہ نامناسب ہے۔

● ...... آج کل عام طور پر دیکھنے میں آرہا ہے کہ اگر کوئی حج کر کے واپس آئے اور کسی جاننے والے کے لئے کوئی تحفہ وہاں سے نہ لائے تو اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے، طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں اور حاجی صاحب بھی اسی غرض سے لاتے ہیں تاکہ لوگوں کی طعن وتشنیع سے بچا جا سکے، یا ہمارا نام روشن ہو جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ فلاں صاحب حج وعمرہ

کر کے آئے ہیں، سب لوگوں کے لئے تحفے لائے ہیں، جبکہ اس طرح رسم کے طور پر اور نام ونمود کے لئے لین دین کرنا منع ہے، البتہ کسی مسلمان بھائی کو محبت اور اخلاص سے تحفہ، ہدیہ دینا، دعوت کرنا اور اس کا قبول کرنا باعثِ اجر وثواب اور سنت ہے، اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، لیکن یہ عمل اس وقت عبادت ہے، جبکہ محبت اور اخلاص کے ساتھ ہو، اس میں کوئی گناہ نہ ہو، اور اس کو صرف رسم کے طور پر انجام نہ دیا جائے۔

● ...... بہت سے لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ ہم نے حج کر لیا ہے اور سب گناہ اور حقوق العباد معاف ہو گئے ہیں، اس لئے یہ لوگ حج کے بعد گناہوں پر اور جری ہو جاتے ہیں، حالانکہ حج سے تمام گناہ خصوصاً حقوقُ العباد معاف نہیں ہوتے۔

● ...... آج کل بعض لوگوں کی حج سے واپسی پر ایئرپورٹ یا اسٹیشن وغیرہ پر تصاویر بنائی جاتی ہیں، اس سے بچنا چاہئے۔

● ...... بعض علاقوں میں یہ بھی ضروری سمجھا جانے لگا ہے کہ جب کوئی حج کر کے واپس آتا ہے تو اس کے دوست احباب اور رشتہ دار اس سے ملاقات کے لئے خالی ہاتھ نہ جائیں بلکہ مٹھائی، جوڑا وغیرہ کچھ نہ کچھ خدمت میں پیش کریں اور کوئی خالی ہاتھ چلا جائے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے، یہ بھی حد سے تجاوز ہے۔

● ...... بعض علاقوں میں یہ دستور بھی چل پڑا ہے کہ حاجی صاحب تمام ملنے والوں کی اجتماعی یا انفرادی طور پر ضرور دعوت کریں اور دوسرے جاننے والے بھی فرداً فرداً حاجی صاحب کی دعوت کریں، اور جو کوئی دعوت نہ کرے تو اسے باعثِ عَیب سمجھتے ہیں، اور پھر باری باری یا ادلہ بدلی کے طور پر دعوت کو ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں رسم ہیں، البتہ اگر کوئی اخلاص اور محبت سے دعوت کرے اور اسے ضروری نہ سمجھے، اور رسم کے طور پر اس کو اختیار نہ کیا جائے، اور کسی دوسری خرابی میں مبتلا نہ ہوا جائے، نہ ہی دکھلاوا پیشِ نظر ہو، تو پھر کوئی حرج نہیں۔

●......بعض لوگ حج سے واپس آ کر جب بھی کہیں موقع ملتا ہے، اپنے حج وعمرہ کے قصے چھیڑ دیتے ہیں، تاکہ حاضرین کو پتہ چل جائے کہ یہ حضرت بھی حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، اور ایک مرتبہ ہی نہیں، بلکہ اتنی مرتبہ حاصل کر چکے ہیں، ظاہر ہے کہ ریاء کاری اور دکھلاوے سے نیک اعمال کی قبولیت ونورانیت ختم ہوجاتی ہے۔

●......بعض لوگ جہاز میں سوار ہوکر اگر نماز کا وقت آ جائے، تو نماز نہیں پڑھتے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ جہاز میں نماز نہیں ہوتی۔

حالانکہ جہاز میں بھی نماز ہوجاتی ہے، لیکن اگر قیام کرنا اور باقاعدہ رکوع وسجدہ کرنا اور قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن ہو، تو ان شرائط کی رعایت کرنا یا ان میں سے جن شرائط پر قدرت ہو، ان کی رعایت کر کے فرض نماز پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔ [1]

البتہ جہاز میں نفل وسنت نمازوں کو بیٹھ کر اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کر کے پڑھنا اور اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جس طرف بھی سیٹ پر بیٹھے ہوئے رُخ ہو، اسی طرف رخ کئے ہوئے پڑھنا جائز ہے۔ [2]

●......بعض لوگوں کو سفر میں نماز کے قصر کے احکام کا علم نہیں ہوتا، اس لئے وہ سفر میں نماز پڑھنے میں تذبذب کا شکار ہوتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک کوئی اپنے ملک سے باہر نہ نکل جائے، اس وقت تک اس کو نماز میں قصر کا حکم نہیں ہوتا، اور اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی مسافر کسی جگہ ایک دو دن کے لئے بھی ٹھہر جائے، تو اس کی نماز کے قصر کا حکم ختم ہوجاتا ہے۔

---

[1] وإذا كانت صلاة الفرض على الراحلة لا تجوز إلا لعذر؛ لأن شرط الفريضة المكتوبة أن يكون المصلى مستقبل القبلة مستقرا فى جميعها ومستوفيا شروطها وأركانها، فإن من أمكنه صلاة الفريضة على الراحلة مع الإتيان بكل شروطها وأركانها، ولو بلا عذر صحت صلاته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۳۰، و ۲۳۱مادة "الصلاة على الراحلة")

[2] اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک وتر کی نماز بھی سنت ہے، جس کو مندرجہ بالا طریقہ پر سنت ونفل نماز کی طرح سواری پر پڑھنا جائز ہے۔

حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں، کیونکہ جب کوئی شخص سفر کی نیت سے اپنی اقامت والی جگہ کی حدود سے نکل جائے، خواہ وہ اقامت والی جگہ اس کا شہر ہو یا گاؤں ہو، تو اس کو نماز میں قصر کا حکم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی مسافر کسی جگہ ایک، دو دن کے لئے ٹھہرے، تب بھی اس کو نماز میں قصر کا حکم ہوتا ہے۔

البتہ اگر کسی جگہ شرعی اقامت اختیار کر لے، تو پھر نماز کے قصر کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک شرعی اقامت کی مدت کم از کم پندرہ راتیں ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام (مالکیہ، شافعیہ وحنابلہ) کے نزدیک چار دن ہے، مگر امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ یعنی کم از کم پانچ دن ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے نزدیک مسافر اپنے وطنِ اقامت سے باہر کسی جگہ مجموعی طور پر کم از کم پندرہ رات قیام کی نیت کرنے کی وجہ سے مقیم شمار ہوتا ہے، اور اس کو پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو غلط فہمیوں اور کوتاہیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] جبکہ حنابلہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ (مثلاً پانچ یا اس سے زیادہ دن) اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صرف چار دن قیام کرنے کی وجہ سے وہ شخص مقیم شمار ہو جاتا ہے، اور اس کو پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(باب نمبر ۱)

حج کرنے کے تین طریقے یا تین قسمیں

حج کرنے کے تین طریقے یا تین قسمیں ہیں، جن میں سے ایک طریقہ سے حج کرنے کو حجِ افراد کہا جاتا ہے، اور دوسرے طریقہ سے حج کرنے کو حجِ تمتع کہا جاتا ہے، اور تیسرے طریقہ سے حج کرنے کو حجِ قران کہا جاتا ہے۔

حجِ افراد یہ ہے کہ کوئی شخص تنہا حج کا احرام باندھے، اور اس احرام سے صرف حج کرے، اور حج کر کے احرام سے نکل جائے۔

حجِ تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے تنہا عمرہ کا احرام باندھے، پھر عمرہ سے فارغ ہو کر احرام سے نکل جائے، پھر اسی سال الگ احرام کے ساتھ حج کرے۔

اور حجِ قران یہ ہے کہ کوئی شخص عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا ایک ہی احرام باندھے، یا پہلے عمرہ کا احرام باندھے، پھر اس پر حج کو داخل کر دے، اور پھر اُسی احرام میں حج کرے۔

اور مذکورہ تینوں طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے حج کرنا شریعت سے ثابت اور جائز ہے۔

البتہ حج کے ان تین طریقوں یا قسموں میں سے کون سے طریقے یا کون سی قسم سے حج کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجِ قران کرنا افضل ہے، اور اس کے بعد حجِ تمتع کی فضیلت ہے۔

جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک حجِ افراد کرنا افضل ہے، اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک حجِ تمتع کرنا افضل ہے۔

(فصل نمبر ۱)

حج ادا کرنے کا اجمالی و مختصر طریقہ

پہلے حج کرنے کا مختصر اور اجمالی طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔

پس جاننا چاہئے کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے، تو اسے اپنے مقررہ مقام سے حج کا احرام باندھنا چاہئے، اور حج کے احرام میں حج کے اس طریقہ کی نیت کرنی چاہئے، جس طریقہ سے وہ حج ادا کرنا چاہتا ہے، پس اگر وہ حجِ افراد ادا کرنا چاہتا ہے، تو اس احرام سے صرف حج کی نیت کرے گا، اور اگر حجِ قران کرنا چاہتا ہے، تو اس احرام سے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے گا، اور اگر حجِ تمتع کرنا چاہتا ہے، تو اس احرام سے صرف عمرہ کی نیت کرے گا۔

پھر جب مکہ میں داخل ہو جائے، تو وضو کر کے مسجدِ حرام میں جائے، اور خشوع و ادب کے ساتھ کعبہ کی طرف متوجہ ہو، اور طواف کرے۔

اگر کوئی حجِ افراد کرنے والا ہے، تو اس کے حق میں یہ طواف، طوافِ قدوم کہلائے گا، اور اگر کوئی حجِ تمتع کرنے والا ہے، تو اس کے حق میں یہ طوافِ عمرہ کہلائے گا، اور اگر کوئی حجِ قران کرنے والا ہے، تو حنفیہ کے نزدیک یہ طوافِ عمرہ کہلائے گا، اور اس کو طوافِ قدوم الگ کرنا ہوگا، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کا یہ طواف، طوافِ قدوم کہلائے گا۔

اور جو شخص حجِ تمتع کرنے والا ہو، وہ اس طواف کے شروع ہوتے ہی تلبیہ پڑھنے کو ختم کر دے گا، اور جو شخص حجِ افراد یا حجِ قران کرنے والا ہو، تو وہ دس ذی الحجہ کی رمی شروع کرنے تک تلبیہ پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھے گا۔

اور طواف کے شروع میں حجرِ اسود کا استلام کرے گا، اور جب بھی اس کے سامنے سے گزرے گا، تو اس کو بوسہ دے گا یا اس کی طرف اشارہ کرے گا۔

پھر اگر یہ طواف ایسا ہے کہ اس کے بعد اسے عمرہ یا حج کی سعی کرنی ہے، تو اس طواف کے تمام چکروں میں مرد احرام کی چادر کا اضطباع کرے گا، یعنی احرام کی چادر کے دونوں کونے بائیں کندھے پر ڈالے گا، اور پہلے تین چکروں میں رَمَل یعنی قریب قریب قدم رکھ کر اور کندھوں کو جھٹک کر چلنے کا عمل کرے گا۔

پھر جب طواف سے فارغ ہو جائے گا، تو مقامِ ابراہیم کے قریب اگر ممکن ہو، یا جہاں بھی میسر ہو، دو رکعت طواف کی ادا کرے گا۔

پھر جب سعی کرے گا، تو صفا سے ابتداء کر کے صفا اور مروہ کے سات چکر کاٹے گا۔

اور اگر حجِ افراد کرنے والا ہے، تو اس کی یہ سعی حج کی واقع ہوگی (اگرچہ اس پر یہ سعی ابھی کرنا ضروری نہیں) اور حج تمتع کرنے والا ہے تو اس کی یہ سعی عمرہ کی واقع ہوگی، اور اگر حجِ قران کرنے والا ہے، تو حنفیہ کے نزدیک یہ سعی اس کے عمرہ کی واقع ہوگی، اور حج کی سعی الگ کرنی ہوگی، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی یہ سعی حج وعمرہ کی سعی کہلائے گی، کیونکہ ان کے نزدیک حج کی سعی کا عمرہ کی سعی میں تداخل وادغام ہو جاتا ہے۔

پھر اگر یہ حجِ تمتع کرنے والا ہے، تو سعی کرنے کے بعد اپنے سَر کے بال منڈوا یا کٹوا کر عمرہ کے احرام سے نکل جائے گا۔

اور اگر یہ حجِ افراد یا حجِ قران کرنے والا ہے، تو یہ اپنے سَر کے بال نہ منڈوائے گا نہ کٹوائے گا، بلکہ اس کا احرام دس ذی الحجہ تک جاری رہے گا، اور یہ حج کے اعمال سے فارغ ہو کر ہی احرام کی پابندیوں سے نکلے گا۔

مذکورہ اعمال کے بعد حج کرنے والا مکہ میں مقیم رہے گا۔

پھر یومِ ترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو باقاعدہ حج کے اعمال کا سلسلہ شروع ہوگا۔

اگر حجِ تمتع کرنے والا ہو، تو وہ حج کا احرام باندھ کر اور حجِ افراد یا حجِ قران کرنے والا ہو، تو وہ اپنے سابقہ احرام کی حالت میں آٹھ ذی الحجہ کو (اور اگر انتظامی ضرورت کی وجہ سے اس سے

پہلے ضرورت ہو، تو اس سے پہلے) منیٰ کی طرف روانہ ہوگا، جہاں آٹھ ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر نو ذی الحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں ادا کی جائیں گی، اور آٹھ و نو ذی الحجہ کی درمیانی شب منیٰ میں گزاری جائے گی۔

نو ذی الحجہ جس کو عربی میں یومِ عرفہ کہا جاتا ہے، اس دن منیٰ میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد میدانِ عرفات کے لئے روانگی ہوگی (اور اگر انتظامی مشکلات کی وجہ سے پہلے جانا پڑ جائے تو بھی گناہ نہیں) اور نو ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں حج کا سب سے بڑا رُکن ادا کیا جائے گا، جس کو وقوفِ عرفہ کہا جاتا ہے، اور میدانِ عرفات میں بعض شرائط کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں اکٹھی ورنہ اپنے اپنے وقت پر الگ الگ پڑھی جائیں گی، اور یہاں نو ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک ٹھہرنا ہوگا۔

اور سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کی طرف روانگی ہوگی، جہاں رات کو پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھی جائیں گی، اور یہاں رات گزاری جائے گی، اور کوئی عذر نہ ہو، تو یہاں رات یا اس کا کچھ حصہ گزارنا حنفیہ کے نزدیک سنت ہے، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک واجب ہے۔

پھر مزدلفہ میں ہی فجر کی نماز پڑھی جائے گی، اور فجر کی نماز کے بعد وقوف کیا جائے گا، جو حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، بشرطیکہ عذر نہ ہو، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک سنت ہے۔

اور جمرات پر کنکریاں مارنے کے لئے مزدلفہ سے دس ذی الحجہ یا تمام دنوں کے لئے کنکریاں چُن لینا مستحب یا جائز ہے، ضروری نہیں۔

پھر دس ذی الحجہ کو جسے عربی میں یومُ النحر کہا جاتا ہے، فجر کی نماز کے بعد مزدلفہ میں وقوف سے فارغ ہو کر سورج طلوع ہونے سے کچھ پہلے روانہ ہوا جائے گا، اور تلبیہ کثرت سے پڑھا جاتا رہے گا۔

اس دن حج کے کئی احکام ادا کیے جاتے ہیں، اس لئے یہ حج کا بڑا دن کہلاتا ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ آنے کے بعد اس دن کا ایک عمل صرف جمرۂ کبریٰ یعنی بڑے شیطان کو سات

کنکریاں مارنا یا بالفاظِ دیگر رمی کرنا ہے، جس کو عربی میں جمرۂ عقبہ یا جمرۂ کبریٰ کی رمی کہا جاتا ہے، اور یہ جمرہ منیٰ کی مسجدِ خیف سے آتے ہوئے سب سے آخر میں واقع ہے۔

اور اس شیطان کو کنکریاں مارنے کے آغاز پر تلبیہ پڑھنا ختم کر دیا جائے گا۔

پھر حج کی قربانی کی جائے گی، جو حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے والے پر واجب ہے، اور حجِ افراد کرنے والے پر واجب نہیں، البتہ اس کے حق میں سنت و مستحب ہے۔

اس کے بعد سَر کے بال منڈائے یا کٹائے جائیں گے، اور مرد حضرات کو سر کے بال منڈوانا افضل ہے، اور عورتوں کو سر کے بال کٹانا متعین ہے، اور ان کو سر کے بال منڈانا منع ہے۔

اس کے بعد بیت اللہ کا طوافِ زیارت کیا جائے گا، اور یہ طوافِ زیارت بھی حج کا فرض ہے، جس کو عربی میں طوافِ افاضہ بھی کہا جاتا ہے۔

پھر اگر حج کی سعی پہلے ادا کر چکا ہے، تو اس طواف میں مرد اضطباع اور رَمل نہیں کرے گا، اور اس کے بعد سعی بھی نہیں کرے گا، اور اگر پہلے حج کی سعی نہیں کی، اور احرام کی چادریں بھی اوڑھ رکھی ہیں، تو اس طواف میں مرد اضطباع اور رَمل کرے گا، اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کرے گا۔

اور دس اور گیارہ ذی الحجہ کے دن کے بعد کی راتیں منیٰ میں گزاری جائیں گی، جن کا منیٰ میں گزارنا حنفیہ کے نزدیک سنت ہے، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک واجب ہے، اور ان فقہاء کے نزدیک اس کا واجب درجہ رات کا اکثر حصہ ہے۔

پھر اگلے دن گیارہ ذی الحجہ کو تینوں شیطانوں یا تینوں جمرات کو ترتیب وار سات سات کنکریاں ماری جائیں گی، پہلے چھوٹے جمرہ کو جسے عربی میں جمرۂ اولیٰ کہا جاتا ہے، سات کنکریاں ماری جائیں گی، چھوٹا جمرہ یا جمرۂ اولیٰ منیٰ کی مسجدِ خیف کی طرف سے آتے ہوئے سب سے پہلے واقع ہے، پھر اس کے بعد دوسرے یعنی درمیانی جمرہ کو جسے عربی میں جمرۂ وسطیٰ کہا جاتا ہے، سات کنکریاں ماری جائیں گی، پھر اس کے بعد آخری جمرہ کو جسے عربی میں

جمرۂ کبریٰ یا جمرۂ عقبہ کہا جاتا ہے، سات کنکریاں ماری جائیں گی۔

اور بارہ ذی الحجہ کو بھی اسی ترتیب سے تینوں شیطانوں یا تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں ماری جائیں گی۔

بارہ ذی الحجہ کو تینوں شیطانوں یا تینوں جمرات کو کنکریاں مارنے کے بعد منیٰ سے روانہ ہوجانا جائز ہے۔

لیکن اگر منیٰ میں موجود ہوتے ہوئے بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوجائے تو حنفیہ کے نزدیک تیرہ ذی الحجہ کی رمی کیے بغیر منیٰ سے چلے آنا مکروہ ہے، اور اگر تیرہ ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہوجائے، تو پھر حنفیہ کے نزدیک تیرہ ذی الحجہ کو بھی تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا واجب ہوجاتا ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک منیٰ میں موجود ہوتے ہوئے بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے یعنی تیرہ ذی الحجہ کی رات شروع ہونے پر ہی تیرہ ذی الحجہ کی رمی کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

تیرہ ذی الحجہ تک تو منیٰ میں ٹھہرنا شریعت سے ثابت ہے، اور اس کے بعد ثابت نہیں، لہٰذا اگر کوئی بارہ ذی الحجہ کو جمرات کی رمی کرکے روانہ نہیں ہوا، اور تیرہ ذی الحجہ کو بھی منیٰ میں ٹھہرا رہا، اور پھر تیرہ ذی الحجہ کو بھی جمرات کی رمی کرلی، تو پھر اس کے بعد یہاں سے روانہ ہوجانا چاہئے۔

اس کے بعد حج کے اعمال مکمل ہوجاتے ہیں، پھر اس کے بعد اگر کوئی حاجی مکہ میں ٹھہرے تو اُسے مزید عمرے، طواف، ذکر وعبادت میں مصروف رہنا جائز ہوتا ہے۔

اور صرف واپسی کے وقت ایک طواف کرنا ہوتا ہے، جس کو طوافِ وداع یا صدر کہا جاتا ہے۔

جو کہ حنفیہ وغیرہ کے نزدیک واجب ہے، اور یہ طواف بغیر احرام کے اور بغیر رَمَل اور اضطباع کے کیا جاتا ہے، جس کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، اور اس کے بعد اپنے گھر روانگی ہوجاتی ہے، اور اگر پہلے مدینہ منورہ نہ گئے ہوں، تو حج کے بعد مدینہ منورہ جانے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

(فصل نمبر۲)

عمرہ کی ادائیگی کا مختصر وسہل طریقہ

عمرہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ عمرہ کے احرام کی تیاری کرے۔

اگر وہ میقات سے باہر سے سفر کر کے حرم جارہا ہے، تو اُسے چاہئے کہ میقات پر پہنچ کر یا اس سے پہلے (گھر یا ائر پورٹ سے، یا جہاز میں بیٹھ کر) جب بھی چاہے، احرام باندھ لے۔[1]

احرام کی تیاری یہ ہے کہ جو چیزیں احرام کے لئے سنت ومستحب ہیں، ان کو اختیار کرے، مثلاً غسل کرے، یا کم از کم وضو کرے، فاضل بال اور ناخن وغیرہ کاٹے، اور بدن اور لباس پر ایسی خوشبو لگائے، جس کا جسم اور دَل بعد میں باقی نہ رہے، اور اگر مرد ہو تو سِلے ہوئے کپڑے اُتار کر احرام کی دو چادریں پہن لے، ایک تہبند کے طور پر پائجامہ یا شلوار کی جگہ، اور دوسری اوپر کرتہ کی جگہ، پھر احرام شروع کرنے کے لئے دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر اس کے بعد عمرہ کی نیت کرے، اور زبان سے بھی الفاظ ادا کرلے، تو جائز بلکہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک بہتر ہے، مثلاً عربی میں یہ الفاظ ادا کرے کہ:

---

[1] اور اگر وہ حرم کی حدود میں موجود ہے، تو اُسے چاہئے کہ وہ کسی بھی طرف سے حرم کی حدود سے باہر نکل کر احرام باندھے، اور آج کل بیتُ اللہ سے حرم کی بیرونی قریبی حد تنعیم نام کی جگہ ہے، جہاں آج کل مسجدِ عائشہ قائم ہے، اور وہاں حکومت کی طرف سے احرام باندھنے کے انتظامات مہیا کیے گئے ہیں، اور عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے حرم کی حدود سے باہر نکلنے کا یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے، جو حرم کی حدود میں موجود ہو، خواہ وہ وہاں کا مستقل باشندہ ہو، یا کسی اور جگہ کا رہنے والا شخص حرم میں کسی وجہ سے مقیم ہو، یا حرم کے باہر سے آیا ہوا کوئی ایسا شخص ہو، جو حرم میں موجود ہو، اگرچہ وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہو۔

اور آج کل جو بعض لوگ حرم میں موجود باہر سے آئے ہوئے حضرات کو تنعیم سے جہاں آج کل مسجدِ عائشہ کے نام سے مسجد قائم ہے، عمرہ کا احرام باندھنے کو منع کرتے ہیں، اُن کا یہ منع کرنا دلیل کے لحاظ سے راجح معلوم نہیں ہوتا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

اور اگر عربی میں مشکل ہو تو اُردو یا اپنی جو بھی زبان ہو، اُس میں اس طرح سے کہے کہ:

اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، تو آپ اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے، اور اس کو میری طرف سے قبول فرما لیجئے، بے شک آپ خوب سُننے، جاننے والے ہیں۔

پھر اس کے بعد تلبیہ پڑھے، اور تلبیہ کے مشہور الفاظ یہ ہیں کہ:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ.

اس عمل کے ذریعہ سے اس کا احرام شروع ہو جائے گا، اور احرام کی پابندیاں لازم ہو جائیں گی۔ [1]

احرام شروع کرنے کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہنا چاہئے، اور حرم پہنچ کر پھر مسجدِ حرام میں داخل ہو کر عمرہ کے طواف کی تیاری کرنی چاہئے۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو خشوع اور احترام کے ساتھ بیتُ اللہ کے قریب پہنچے، اور اگر مرد ہو تو اضطباع کر لے، یعنی اپنے احرام کی اوپر والی چادر کا دایاں حصہ داہنے بازو کے نیچے سے لا کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے اور دائیں کندھے کو اوپر کی طرف سے ننگا کر دے، اور چادر کے بائیں طرف کے کنارے کو بھی موڑ کر اسی بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے، اور حجرِ اسود کے قریب پہنچ کر تلبیہ پڑھنا بند کر دے، اور بیتُ اللہ کا طواف کرنے کی دل میں نیت

---

[1] اگر کوئی کسی دور ملک سے سفر کر کے عمرہ کرنے کے لئے جا رہا ہے، تو آج کل انتظامی وقانونی حالات کے پیشِ نظر میقات سے کچھ پہلے یا میقات پر پہنچ کر احرام شروع کرنا مناسب ہے، کیونکہ پہلے احرام شروع کر دینے کے نتیجہ میں بعض اوقات سفر منسوخ یا مؤخر ہو جاتا ہے، اور احرام کی پابندیوں کو نباہنا مشکل ہو جاتا ہے، لہٰذا احرام کی باقی تیاریاں پہلے کر لی جائیں، اور احرام کی نیت کر کے تلبیہ بعد میں میقات پر یا اس سے کچھ پہلے پڑھا جائے، تو زیادہ سہولت رہتی ہے۔

کرے، اور حجرِ اسود کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو، پھر اللہ اکبر کہہ کر حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرے، اور بیتُ اللہ کو اپنے بائیں طرف کر کے سات چکر کاٹے، اور طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کا استلام کرے، اور استلام یہ ہے کہ اگر ہجوم نہ ہو، اور کسی کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچے، تو تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھ کر حجرِ اسود کو منہ سے بوسہ دے، جس کو استلام کہا جاتا ہے، بشرطیکہ اس کو خوشبو لگی ہوئی نہ ہو، ورنہ دُور سے اس کے سامنے کی طرف اللہ اکبر کہتے ہوئے اشارہ کرنے اور ہاتھوں کو چوم لینے پر اکتفاء کرے، یہ استلام کا اشارہ ہے، پھر اس کے بعد جب بھی اگلے چکروں میں حجرِ اسود کے سامنے سے گزرے، تو مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کو بوسہ دے، یا اس کی طرف دُور سے ہی اشارہ کرے۔

اور اگر مرد ہو، تو طواف کے پہلے تین چکروں میں رَمَل کرے، اور باقی چار چکر معمول کے مطابق چل کر مکمل کرے، اور رَمَل کا مطلب یہ ہے کہ سینہ تان کر اور قریب قریب پاؤں رکھ کر کچھ تیز چلے، اور خواتین رَمَل نہ کریں، بلکہ وہ طواف کے تمام چکر عام رفتار کے ساتھ چل کر پورے کریں۔

اور طواف کے درمیان آہستہ آواز میں حسبِ منشاء ذکر اور دعاء میں مصروف رہے۔

پھر جب طواف کے سات چکر مکمل کر لے، تو طواف سے فارغ ہو کر دو رکعتیں ادا کرے، اور اگر ہجوم نہ ہو، اور اپنے کو اور کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچتی ہو، تو مقامِ ابراہیم کے قریب میں یہ دو رکعتیں ادا کرے، ورنہ مسجدِ حرام میں جہاں بھی موقع مل جائے، وہاں یہ دو رکعتیں ادا کر لے۔

پھر اگر ممکن ہو تو ایک مرتبہ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے حجرِ اسود کا بوسہ لے، اور اگر بوسہ لینا مشکل ہو، تو دور سے اس کی سیدھ میں ہو کر اس کی طرف اشارہ کرے۔

اور پھر صفا کی طرف چلے، اور اگر ممکن ہو، اور یاد رہے تو یہ آیت پڑھتا ہوا جائے کہ:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا

جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا.

اورصفااورمروہ کے درمیان سعی شروع کرے۔

چنانچہ پہلے صفا پہاڑی پر اتنا اوپر چڑھ جائے کہ کعبۃُ اللہ نظر آنے لگے، پھر کعبۃُ اللہ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو جائے، اور لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے، اور جو چاہے دعاء کرے، اور اگر دل چاہے، تو دعاء کرتے وقت ہاتھ بھی دعاء کے لئے اٹھا لے۔

پھر آہستہ آواز میں ذکر کرتے ہوئے مَروہ کی طرف چلنا شروع کرے، اور اگر مرد ہو تو میلین اخضرین یعنی دو سبز ستونوں کے درمیان تیز چلے، اور خاتون ہو تو عام رفتار کے ساتھ چلے۔

اور میلین اخضرین سے گزرنے کے بعد مرد بھی عام رفتار کے ساتھ چل کر مروہ تک پہنچ جائے، اور مروہ پر کھڑے ہو کر بھی بیتُ اللہ کی طرف رُخ کر کے اسی طرح دعاء کرے، جس طرح صفا پر کھڑے ہو کر دعاء کرنے کا طریقہ ذکر کیا گیا۔

اس طرح یہ سعی کا ایک چکر مکمل ہوا۔

پھر مروہ سے صفا کی طرف پہلی تفصیل کے مطابق واپس جائے، اور صفا پر جا کر پہلی تفصیل کے مطابق دعاء کرے، اس طرح دوسرا چکر بھی مکمل ہو گیا، اور اسی طرح کرتے کرتے سات چکر مکمل کر لے، ساتویں چکر کا اختتام مروہ پر ہوگا۔

پھر جب سعی سے فارغ ہو جائے تو مرد کو چاہیے کہ اپنے سر کے بال منڈوائے، یا ترشوائے، اور خاتون ہو تو اُسے اپنے سر کے بال ایک پورو ے کے برابر یا اس سے کچھ زیادہ کٹانا چاہیے۔

اس کے بعد عمرہ مکمل ہو جائے گا، اور خالی عمرہ ہو، یا حجِ تمتع والا عمرہ ہو، تو احرام کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔

(ماخوذ از: عمرہ کے فضائل واحکام" مصنفہ: بندہ محمد رضوان)

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(فصل نمبر۳)

حج کے فرائض، واجبات، سنتیں ومستحبات

حج کے اعمال ومناسک میں بعض چیزیں فرض، بعض چیزیں واجب، بعض چیزیں سنت اور بعض چیزیں مستحب ہیں، جن کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... حج میں جو چیزیں فرض ہیں، اوران کے بغیر حج کی ادائیگی درست نہیں ہوتی، وہ دوقسم کی ہوسکتی ہیں، ایک وہ جن کو حج کے ارکان سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو حج کے داخلی اعمال ومناسک سے تعلق رکھتے ہیں، دوسرے وہ جن کو حج کی شرائط سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو حج کے داخلی اعمال ومناسک سے تو تعلق نہیں رکھتے، البتہ ان پر حج کی ادائیگی موقوف ہوتی ہے، جیسا کہ نماز کے فرائض کا معاملہ ہے کہ ان کے بعض فرائض کو ارکان سے تعبیر کیا جاتا ہے، جن کو عام بول چال میں اندر کے فرائض بھی کہا جاتا ہے، اور بعض فرائض کو شرائط سے تعبیر کیا جاتا ہے، جن کو عام بول چال میں باہر کے فرائض بھی کہا جاتا ہے۔

فرائض اورارکان کے علاوہ حج کے بعض اعمال ومناسک واجب ہیں، جن کو حج کے واجبات کہا جاتا ہے، جن پر حج کا صحیح ہونا تو موقوف نہیں ہوتا، البتہ شرعی عذر کے بغیر ان کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہوتا ہے، اوران کی تلافی بعض صورتوں میں اعادہ کرنے یا فدیہ ودَم وغیرہ کی شکل میں کفارہ ادا کرنے سے کی جاتی ہے، اور بعض صورتوں میں کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

اور حج کے واجبات دوقسم کے ہیں، ایک وہ جن کو واجباتِ اصلیہ کہا جاتا ہے، جو بذاتِ خود واجب ہیں، کسی دوسرے عمل کے تابع ہوکر واجب نہیں، دوسرے وہ جن کو واجباتِ غیر اصلیہ کہا جاتا ہے، جو بذاتِ خود تو واجب نہیں، البتہ حج کے کسی دوسرے رکن یا واجب عمل کے تابع ہوکر واجب ہیں، مثلاً احرام کے واجبات، طواف کے واجبات، وقوفِ عرفہ کے

واجبات وغیرہ وغیرہ۔

حج کے فرائض اور واجبات کے علاوہ بعض اعمال مسنون ومستحب کہلاتے ہیں، جن کا کرنا باعثِ ثواب ہے۔

فرائض کی تلافی کسی دَم وغیرہ سے ممکن نہیں، بلکہ بہرحال ان کی ادائیگی ہی ضروری ہے۔

اور واجبات کی تلافی فدیہ اور دَم وغیرہ کی شکل میں کفارہ ادا کرنے سے ممکن ہے، اور بعض واجبات کی عذر وغیرہ کی صورت میں خلاف ورزی یا ترک کرنے پر کوئی دَم، فدیہ وکفارہ وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

اور مسنون اعمال کی ادائیگی ثواب ہے، لیکن ان کی خلاف ورزی کرنے پر دَم، کفارہ وغیرہ لازم نہیں، البتہ سنت کے ثواب سے محرومی ہوجاتی ہے، بشرطیکہ بلاعذر ان کو ترک کیا جائے۔

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کہ جس کی شریعت کی طرف سے تاکید بیان کی گئی ہو، اور اس پر پابندی کا حکم فرمایا گیا ہو، اور بلاعذر اس کے ترک کرنے اور چھوڑنے کو برا اور مکروہ قرار دیا گیا ہو، ایسی سنت کو سنتِ مؤکدہ کہا جاتا ہے، اور اگر شریعت کی طرف سے اس کی تاکید بیان نہ کی گئی ہو، اور بلاعذر اس کی خلاف ورزی کرنے کو مکروہ اور برا قرار نہ دیا گیا ہو، البتہ اس پر عمل کرنے میں اجروثواب رکھا گیا ہو، اس کو سنتِ غیرمؤکدہ کہا جاتا ہے۔

اور بعض چیزیں حج کے مستحبات میں داخل ہیں، جن کو اختیار کرنے میں اجروثواب حاصل ہوتا ہے، لیکن ان کا اجروثواب سنت سے کم درجہ کا ہوتا ہے، اور ان کی خلاف ورزی کرنے میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔

اور حج میں کیا کیا چیزیں فرض وواجب اور سنت یا مستحب ہیں، ان میں سے کئی چیزوں کی درجہ بندی میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

اس لئے حنفیہ اور دیگر فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں ان کا الگ الگ مسائل کے ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... حنفیہ کے نزدیک حج کے ارکان (یعنی اندر کے فرائض) دو ہیں، ایک وقوفِ عرفہ، اور دوسرے طوافِ زیارت، اور حنفیہ کے نزدیک احرام شرط ہے، اگرچہ بعض جہات سے رکن ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حج کے ارکان چار ہیں، ایک احرام، دوسرے وقوفِ عرفہ، تیسرے طوافِ زیارت، چوتھے سعی۔

اور شافعیہ کے نزدیک حج کے ارکان چھ ہیں، چار تو یہی جو ذکر ہوئے، اور پانچویں حلق یا قصر، اور چھٹے بڑے ارکان کے درمیان ترتیب، یعنی پہلے احرام، اس کے بعد وقوفِ عرفہ، پھر طوافِ زیارت، پھر سعی۔

اور سعی کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جس کے ترک کرنے پر دَم سے تلافی ہوجاتی ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام (شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک سعی کرنا حج کے رکن میں داخل ہے، جس کی ادائیگی کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور اس کی تلافی کسی دَم وغیرہ سے نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر۳...... مزدلفہ میں وقوف کرنا یا رات گزارنا واجب ہے، اور اس واجب کی ادائیگی کا وقت حنفیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے کے درمیان ہے، اور طلوعِ فجر سے پہلے رات کا وقت مزدلفہ میں گزارنا سنت ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مزدلفہ میں طلوعِ فجر سے پہلے کا کچھ وقت مزدلفہ میں گزارنا واجب ہے، اور طلوعِ فجر کے بعد سنت ہے۔

گویا کہ حنفیہ کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد کچھ دیر وقوف واجب اور رات کا قیام سنت اور دیگر فقہاء کے نزدیک رات کے کچھ حصہ کا قیام واجب اور طلوعِ فجر کے بعد کا وقوف سنت ہے۔

اور مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھنے کے واجب یا سنت ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل مزدلفہ کے بیان میں آتی ہے، کیونکہ مغرب اور

عشاء کی نماز کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھنا، مزدلفہ کے احکام میں سے ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں جمرات کی رَمی کرنا حج کے واجبات میں داخل ہے۔

پہلے دن بڑے جمرہ یا بڑے شیطان کو، اور دوسرے اور اسی طرح تیسرے دن تینوں جمرات یا تینوں شیطانوں کو الگ الگ مقررہ تعداد میں کنکریاں مارنا واجب ہے۔

دس ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ تک تین دن رمی کرنا واجب ہے، اس لئے تین دن کی رَمی حج کے تین واجبات کے قائم مقام ہوئی، اور چوتھے دن کی رمی کرنا فی نفسہٖ واجب نہیں، البتہ بعض صورتوں میں اس دن کی رمی بھی واجب ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵...... حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے کو حج کے نتیجہ میں مخصوص قربانی (یعنی ھدی کا ذبح) کرنا واجب ہے، اور جس نے حجِ افراد کیا ہو، اس پر یہ قربانی واجب نہیں۔

البتہ اگر کوئی حجِ تمتع یا قِران کرنے والا شخص غربت اور مال کی کمی وغیرہ کی وجہ سے حج کی اس قربانی کو کرنے پر قادر نہ ہو، تو اس کے حق میں قربانی کے بدلہ میں دس روزوں کا رکھنا مقرر کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶...... سر کے بالوں کو منڈوانا یا کٹوانا بھی اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق یہ حج کا رکن اور فرض ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... آٹھ اور نو ذی الحجہ کی درمیانی شب کا منیٰ میں گزارنا تو سنت ہے۔

اور دس اور گیارہ ذی الحجہ کے دنوں کی بعد والی راتوں کا منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں تاریخ میں رَمی کا ارادہ ہو، تو بارہ ذی الحجہ کے دن کے بعد کی رات کا بھی منیٰ میں گزارنا حنفیہ اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں ہوتا، اور اگر کسی عذر سے اس سنت کو ترک کیا جائے، تو کوئی خرابی بھی لازم نہیں آتی۔

جبکہ کئی دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک ان راتوں کا منیٰ میں گزارنا واجب ہے، اور اس واجب کی کم از کم مقدار رات کا اکثر حصہ ہے، اور ان کے نزدیک بغیر عذر کے اس کی خلاف ورزی پر دَم واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ٨ ...... دس ذی الحجہ کے دن پہلے بڑے جمرہ کی رَمی کرنا، پھر اس کے بعد حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے کا قربانی کرنا، پھر اس کے بعد بال کٹوانا یا منڈوانا، ان تینوں اعمال کو اسی مذکورہ ترتیب پر ادا کرنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے، جس کی خلاف ورزی کرنے پر دم واجب ہوتا ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام محمد اور امام ابویوسف اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ٩ ...... حج کے اعمال واحکام سے فارغ ہو کر حرم سے واپس رخصت ہوتے وقت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ایک طواف کرنا واجب ہے، جس کو طوافِ وداع اور طوافِ صدر کہا جاتا ہے، البتہ حنفیہ کے مفتیٰ بہ قول کی رُو سے یہ طواف صرف آفاق یعنی میقات سے باہر سے آنے والے حجاج پر واپسی کے وقت واجب ہے، حرم اور اس سے متصل حِل میں رہنے والوں پر واجب نہیں، البتہ مستحب ان کے لئے بھی ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک طوافِ وداع حرم کے باشندوں پر واجب نہیں، اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک جو بھی حرم سے سفر کا قصد کر کے نکلے، اس کو طوافِ وداع کرنا چاہئے، اگر چہ وہ حرم کا باشندہ ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ١٠ ...... طواف کی ایک قسم طوافِ قدوم کہلاتی ہے، جو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے، اور اس طواف کو طوافِ قادم، طوافِ تحیہ، طوافِ ورود اور طوافِ لقاء وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

کیونکہ یہ طواف بیتُ اللہ میں پہلی مرتبہ داخلہ کے وقت ادا کیا جاتا ہے۔

طوافِ قدوم عمرہ کرنے والے اور حجِ تمتع کرنے والے کے لئے تو سنت نہیں ہے، کیونکہ عمرہ کرنے والا خود مسجدِ حرام میں داخل ہو کر عمرہ کا طواف کرتا ہے، اور حجِ تمتع کرنے والا بھی پہلے عمرہ کرتا ہے، جس میں طواف ادا کیا جاتا ہے، البتہ حجِ افراد اور حجِ قران کرنے والے آفاقی کے لئے حج سے پہلے حرم میں داخل ہو کر طوافِ قدوم کرنا سنت ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... حج کرنے والے مرد حضرات کو درمیانی اونچی آواز میں وقتاً فوقتاً تلبیہ پڑھتے رہنا مستحب ہے، اور خواتین کو آہستہ آواز میں تلبیہ پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... حجِ افراد کرنے والے پر حج کے نتیجہ میں قربانی واجب نہیں ہوتی، البتہ اگر حیثیت اور وسعت ہو، تو اس کو حج کی قربانی کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... جو شخص آفاق یعنی میقات سے باہر سے سفر کر کے حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو اسے حرم میں داخل ہونے سے پہلے غسل کر لینا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... حج کرنے والے کو کثرت سے تلبیہ پڑھنا، دعاء کرنا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنا اور مختلف اعمال و احوال کے متعلق دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... حج کے اعمال سے فراغت کے بعد منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہوتے وقت وادیٔ محصب یا ابطح مقام میں کچھ وقت ٹھہرنے کے لئے اترنا مستحب ہے، لیکن اس میں غلو کرنا مناسب نہیں۔

اس لئے کہ بعض روایات و آثار میں محصّب میں نزول کے سنت سمجھنے کی ممانعت آئی ہے، جس کی مزید تفصیل آگے ''گیارہ تا تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کے فضائل و احکام'' کے آخر میں آتی ہے۔

ملحوظ رہے کہ، یہاں صرف اجمالی اور مختصر انداز میں حج کے مختلف اعمال پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور تفصیلی احکام آگے اپنے اپنے مقام پر آتے ہیں۔

(فصل نمبر ۴)

حج کے ممنوعات، مکروہات اور مباحات کا خلاصہ

حج میں بعض چیزیں ممنوع ہیں، جن کو حج کے ممنوعات کہا جاتا ہے، اور ان سے مراد ایسے کام ہیں، جن کا حج میں کرنا شریعت کی طرف سے ناجائز اور منع ہے۔

حج کے ممنوعات میں حج کے محرمات (یعنی حرام کاموں) کے ساتھ حج کے مفسدات (یعنی حج کو فاسد کرنے والے کام) بھی داخل ہیں، اور بعض حضرات کے نزدیک محرمات میں مکروہ تحریمی درجہ کے مکروہات بھی داخل ہیں۔

لہٰذا جن کاموں کا حج میں کرنا حرام یا مکروہ تحریمی ہے، یا جو کام حج کو فاسد کردیتے ہیں، ایسے سب کام حج کے ممنوعات کہلاتے ہیں، اور جو کام مکروہ تحریمی درجہ سے نیچے کے ہیں، ان کو عام مکروہ کہا جاتا ہے، وہ کوئی مستقل کام نہیں ہیں، بلکہ ایسے کام ہیں جن میں حج کے اعمال کی سنتوں وغیرہ کا ترک کرنا لازم آتا ہے، جن کی تفصیل اپنے اپنے مقامات پر ذکر کردی گئی ہے۔

حج کے کوئی مخصوص مباحات یعنی جائز کام نہیں ہیں، سوائے ان مباحات اور جائز کاموں کے، جو احرام میں مباح اور جائز ہیں، لہٰذا جو کام احرام کی حالت میں جائز اور مباح ہیں، وہ حج کے بھی مباحات کہلاتے ہیں۔

اور مباح یا مباحات سے مراد ایسے جائز کام ہیں، جن کا کرنا جائز ہو، اور نہ کرنا بھی جائز ہو، یعنی نہ تو ان کے کرنے میں کوئی ثواب یا گناہ ہو، اور نہ ان کے چھوڑنے میں کوئی ثواب یا گناہ ہو۔

ان چیزوں کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آتی ہے۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(فصل نمبر۵)

حجِ افراد کے بنیادی احکام

حج کرنے کا ایک طریقہ حجِ افراد کہلاتا ہے، جس کے بنیادی احکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... افراد کے عربی لغت میں معنیٰ کسی چیز کو تنہا کرنے کے آتے ہیں۔

اور شریعت کی زبان میں حجِ قِران اور حجِ تمتع کے مقابلہ میں حجِ افراد کے معنیٰ تنہا حج کرنے کے آتے ہیں، جس میں عمرہ شامل نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۲...... حجِ افراد کرنا بھی جائز ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حجِ افراد کرنا دوسرے طریقوں یعنی حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے سے افضل ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو لوگ حرم یا حِل یعنی میقات سے اندر کے رہائشی ہوں، اُن کو حجِ افراد ہی کرنا چاہئے، اور ایسے لوگوں کو حجِ قران اور حجِ تمتع کرنا مکروہ وممنوع ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حرم یا حِل یعنی میقات سے اندر کے رہائشی لوگوں کو حجِ افراد کے ساتھ ساتھ حجِ تمتع اور حجِ قِران کرنا بھی جائز ہے، جس کی تفصیل آگے اپنے اپنے مقامات پر آتی ہے۔

مسئلہ نمبر۴...... حجِ افراد میں تنہا حج کا احرام باندھا جاتا ہے، اس لئے حجِ افراد کرنے والا احرام باندھتے وقت تنہا حج کی نیت کرے گا، اور نیت اصل دل میں ہوتی ہے، اور اگر زبان سے بھی الفاظ ادا کرے، تو جائز، بلکہ بعض حضرات کے نزدیک بہتر ہے، مثلاً عربی میں اس طرح کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡحَجَّ فَیَسِّرۡہُ لِیۡ وَتَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ.

اور اُردو میں اس طرح کہ:

اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، تو اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے، اور اس کو میری طرف سے قبول فرمالیجئے۔

اور اس طرح نیت کرنے کے ساتھ تلبیہ بھی پڑھے۔

حنفیہ کے نزدیک حج کا احرام شروع کرنے کے لئے نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا بھی ضروری ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک نیت کرنا ضروری اور تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔

اور حجِ افراد والے احرام کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھنا افضل ہے، جس کا اختتام دس ذی الحجہ کی رَمی کی ابتداء کے وقت ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵...... حجِ افراد کا طریقہ دوسرے طریقوں سے حج کرنے کی طرح ہی ہے، البتہ حجِ افراد میں حج سے پہلے عمرہ ادا نہیں کیا جاتا، نیز حجِ افراد کرنے والے کے حق میں حرم پہنچ کر پہلے طوافِ قدوم کرنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے۔ [1]

اور طوافِ قدوم کو طوافِ قادم، طوافِ تحیہ، طوافِ ورود اور طوافِ لقاء وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

کیونکہ یہ طواف بیتُ اللہ میں پہلی مرتبہ داخلہ کے وقت ادا کیا جاتا ہے، اور اس طواف کا حجِ افراد کرنے والے کو حرم میں داخلہ کے بعد بلا تاخیر کرنا افضل ہے۔

طوافِ قدوم کے بعد چونکہ سعی نہیں کی جاتی، اس لئے طوافِ قدوم کرتے وقت نہ تو مرد کو اضطباع کی ضرورت ہے، اور نہ رَمل کی، البتہ اگر کوئی حج کی سعی طوافِ قدوم کے بعد کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے طوافِ قدوم میں بھی رَمَل اور اضطباع کرنا سنت ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۶...... حجِ افراد کرنے والے پر حجِ تمتع اور حجِ قِران کرنے والے کی طرح حج کی

---

[1] حنفیہ کے نزدیک طوافِ قدوم آفاقی (یعنی میقات کے باہر سے حجِ افراد کا احرام باندھ کر آنے والے) کے لئے سنت ہے، اور مالکیہ کے نزدیک یہ طواف واجب ہے، جس کے ترک پر دَم لازم ہے، مگر ان کے نزدیک حرم سے خارج کے لئے یہ طواف سنت ہے، اور شافعیہ کے نزدیک حرمی اور غیر حرمی اور محرم و غیر محرم، سب کے لئے مسجدِ حرام میں دخول پر یہ طواف سنت ہے۔

قربانی کرنا واجب نہیں ہے، البتہ اگر کوئی نفلی درجہ میں قربانی کرے، تو باعثِ ثواب ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... حج کے اعمال و احکام سے فارغ ہو کر حرم سے واپس رخصت ہوتے وقت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ایک طواف کرنا واجب ہے، جس کو طوافِ وداع کہا جاتا ہے، البتہ حنفیہ کے مفتیٰ بہٖ قول کی رُو سے یہ طواف صرف آفاق یعنی میقات کے باہر سے آنے والے حجاج پر واجب ہے، حل و حرم میں رہنے والوں پر واجب نہیں، البتہ مستحب ان کے لئے بھی ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک طوافِ وداع حرم کے باشندوں پر واجب نہیں، اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک جو بھی حرم سے سفر کا قصد کر کے نکلے، اس کو طوافِ وداع کرنا چاہئے، اگرچہ وہ حرم کا باشندہ ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی عورت نے حجِ افراد کا احرام باندھا، پھر اس کو طواف کرنے سے پہلے حیض یا نفاس شروع ہو گیا، اور حیض یا نفاس کا یہ سلسلہ وقوفِ عرفہ تک جاری رہا، تو یہ عورت اسی حال میں طوافِ قدوم کئے بغیر وقوفِ عرفہ اور دوسرے حج کے اعمال ادا کرے گی، سوائے طواف اور سعی کے، پھر پاک ہونے کے بعد وہ حج کا طواف اور سعی کرے گی، اور اس کا حج درست ہو جائے گا، اور اس پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔ [2]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض یا نفاس کی حالت میں عورت کو احرام سے لے کر حج کے تمام اعمال و مناسک کا ادا کرنا جائز ہے، سوائے طواف کرنے کے، اور سعی اس لئے کہ سعی طواف کے بغیر درست نہیں ہوتی۔

---

[1] اور عمرہ کرنے والے کو بھی عمرہ سے فارغ ہو کر رخصت ہوتے وقت کئی فقہائے کرام کے نزدیک طوافِ وداع واجب یا سنت ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک واجب یا سنت نہیں، البتہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے۔
بہرحال اختلاف سے بچنے کے لئے عمرہ کرنے والے کو بھی واپسی کے وقت طواف کر لینا بہتر ہے۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''عمرہ کے فضائل و احکام'')

[2] اور اس عورت کے لئے رخصت ہوتے وقت طوافِ وِداع کا حکم اس سے پہلے ذکر کردہ مسئلہ کی تفصیل کے مطابق ہوگا۔

(فصل نمبر ۶)

حجِ تمتع کے بنیادی احکام

حج کرنے کا ایک طریقہ حجِ تمتع کہلاتا ہے، جس کے بنیادی احکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... تمتع کے لغوی معنیٰ فائدہ اٹھانے کے آتے ہیں۔

اور شریعت کی زبان میں حجِ افراد اور حجِ قِران کے مقابلہ میں حجِ تمتع کے معنیٰ اس طرح حج کرنے کے آتے ہیں کہ جس میں ایک سفر سے عمرہ اور حج کی دونوں عبادتیں ادا کرنے کا اس طرح سے فائدہ اٹھایا جائے کہ عمرہ کرنے کے بعد احرام سے نکل کر احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے، اور اس کے بعد پھر الگ احرام سے حج کرے۔

مسئلہ نمبر ۲...... حجِ تمتع کرنا بھی جائز ہے، اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک حجِ تمتع کرنا دوسرے دونوں طریقوں سے حج کرنے سے افضل ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک حجِ تمتع کرنا حجِ افراد کے مقابلہ میں افضل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... حجِ تمتع دراصل عمرہ اور حج کو دو احراموں میں اس طرح جمع کرنے کا نام ہے کہ پہلے احرام سے عمرہ ادا کیا جائے، اور عمرہ کے احرام سے نکل کر اسی سال اس کے بعد پھر الگ احرام سے حج کیا جائے، لہٰذا حجِ تمتع میں عمرہ اور حج دونوں مستقل ارکان کہلاتے ہیں، اور اسی وجہ سے حجِ تمتع میں پہلے عمرہ کے احرام میں طواف اور سعی عمرہ کے لئے الگ ہوتی ہے، اور اس کے بعد عمرہ کے احرام سے نکل کر پھر الگ حج کے احرام سے وقوفِ عرفہ اور

---

[1] ملحوظ رہے کہ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تمہارے بعد کسی کو حجِ تمتع کرنا جائز نہیں (طبرانی)

مگر اس حدیث کی سند منکر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایک راوی سعید بن مرزبان، اور دوسرے راوی عباد بن صہیب پر محدثین نے غیر معمولی کلام کیا ہے، نیز صحیح احادیث میں قیامت تک عمرہ کے حج میں داخل ہونے کا ذکر آیا ہے، جس سے مرادِ حجِ تمتع ہی ہے، لہٰذا مذکورہ حدیث ان احادیث کے بھی خلاف ہے۔

طوافِ زیارت اور حج کی سعی ادا کی جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ حج کے احرام سے پہلے الگ احرام میں عمرہ کیا جائے، اور حج کا احرام باندھنے سے پہلے عمرہ ادا کرلیا جائے۔

پس اگر کسی نے عمرہ اور حج کا اکٹھا یعنی ایک ہی نیت کے ساتھ احرام باندھ لیا، یا اس نے عمرہ کا احرام باندھ کر طوافِ عمرہ شروع کرنے سے پہلے حج کو بھی اس احرام میں داخل کرلیا، تو وہ حجِ قِران کرنے والا شمار ہوگا، نہ کہ حجِ تمتع کرنے والا۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے طواف کے کم از کم چار چکر ادا کرلئے، اور اس کے بعد پھر حج کو اس احرام میں داخل کرکے حج کے اعمال میں مشغول ہوا، تو وہ حجِ تمتع کرنے والا شمار ہوجائے گا، اس سے پہلے ایسا کرنے سے حجِ تمتع کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵...... حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عمرہ حج کے مہینوں میں کیا جائے، اور حج کے مہینے شوال کا چاند نظر آنے پر شروع ہوتے ہیں (جیسا کہ احرام کے بیان میں آتا ہے) لہٰذا اگر کسی نے حج کے مہینے شروع ہونے (یعنی شوال کا چاند نظر آنے) سے پہلے عمرہ کیا، اور اسی وقت عمرہ کے احرام سے نکل گیا، پھر حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد اس نے صرف حج کا احرام باندھا اور حج کیا، تو اس کا حج تمتع واقع نہیں ہوگا۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے عمرہ کا احرام تو حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے باندھا، اور عمرہ کے طواف کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر حج کا مہینہ شروع ہونے (یعنی شوال کا چاند نظر آنے) کے بعد ادا کئے، پھر عمرہ مکمل کرکے اسی سال دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج کیا، تو اس کا حج تمتع واقع ہوجائے گا۔ [1]

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک اگر عمرہ کا کوئی رکن بھی حج کے مہینے میں واقع ہوگیا، مثلاً سعی کا کم از کم ایک چکر جو کہ مالکیہ کے نزدیک رکن ہے، اور حج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد عمرہ کے احرام سے نکل کر پھر اسی سال حج کیا، تو اس کا حج تمتع واقع ہوجائے گا، اور حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے ایک قول کے مطابق حجِ تمتع بننے کے لئے احرام اور عمرہ کے تمام اعمال کا حج کے مہینوں میں واقع ہونا ضروری ہے، کیونکہ ان کے نزدیک احرام، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۶ ...... حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حج اور عمرہ ایک ہی سال میں ادا کیا جائے، اگر کسی نے ایک سال تو عمرہ کیا، اور پھر اگلے سال یا اس کے بعد کسی دوسرے سال صرف حج کیا، تو اس کا حج تمتع واقع نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر۷ ...... حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد حج سے پہلے سفر واقع نہ ہو۔

البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ عمرہ یا عمرہ کا مکمل طواف یا طواف کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر اور اس کے بعد حج ایک سفر میں واقع ہوئے ہوں، لہٰذا اگر کوئی شخص پورا عمرہ کرنے یا عمرہ کے طواف کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر ادا کرنے کے بعد اپنے وطن لوٹ آیا، اور اس نے اپنے ساتھ حجِ تمتع کی قربانی بھی نہیں رکھی ہوئی تھی، اور پھر اسی سال دوبارہ جا کر حج کیا، یا عمرہ کے باقی ماندہ افعال ادا کیے، تو اس کی وجہ سے اس کا حج تمتع نہیں بنے گا، اور اگر عمرہ کرنے کے بعد اپنے وطن نہیں گیا، خواہ میقات سے باہر کہیں اور (مثلاً مدینہ منورہ) چلا گیا ہو، پھر واپس آ کر اسی سال حج کیا، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا حجِ تمتع معتبر ہو جائے گا۔

اور حنفیہ میں سے صاحبین یعنی امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک حجِ تمتع بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد کسی بھی میقات سے باہر نہ نکلے، لہٰذا اگر کوئی عمرہ کرنے کے بعد کسی بھی میقات کی طرف لوٹ گیا، پھر وہاں سے حج کا احرام باندھ کر واپس آیا، اور حج کیا، تو ان حضرات کے نزدیک اس کا حج تمتع واقع نہیں ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ شرط کے بجائے رُکن میں داخل ہے، جبکہ شافعیہ کے ایک قول کے مطابق اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے باندھا، لیکن عمرہ کے افعال حج کے مہینے میں ادا کیے، پھر عمرہ کے احرام سے نکل کر اسی سال دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج کیا، تو اس کا حج تمتع واقع ہو جائے گا، اور تمتع کے بارے میں جو اختلاف ہے، وہی اختلافِ حجِ قِران کے بارے میں بھی ہے، جس کا ذکر آگے قِران کے بیان میں آتا ہے۔

[1] چنانچہ اگر کوئی حجِ تمتع کرنے والا عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، اور پھر وہاں سے واپسی پر ذوالحلیفہ سے صرف حج کا احرام باندھ کر آیا، اور پھر حج کیا، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو وہ حجِ تمتع کرنے والا شمار ہوگا، لیکن صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک حجِ تمتع کے بجائے حجِ افراد کرنے والا شمار ہوگا۔

اور اگر عمرہ کرنے کے بعد میقات کے اندر اندر (مثلاً حرم یا حِل میں) گیا، پھر واپس آ کر الگ احرام سے حج کیا، تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کا حج تمتع واقع ہوگا۔

اسی طرح اگر عمرہ کرنے کے بعد میقات سے باہر چلا گیا، اور اپنے وطن نہیں گیا، اور پھر میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آیا، اور پھر اس احرام سے نکل کر اسی سال الگ احرام کے ساتھ حج کیا، تو بھی صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک اس کا حج تمتع واقع ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حج کا احرام شروع کرنے سے پہلے عمرہ کے احرام سے نکل چکا ہو، کیونکہ اگر عمرہ کے احرام سے نہیں نکلا، اور اسی احرام میں حج کر لیا، تو اس کا حج تمتع کے بجائے حجِ قِران بن جائے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر ۹...... حجِ تمتع یا حجِ قِران صحیح ہونے کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ حج کرنے والا حرم یا حِل یعنی میقات سے اندر کا رہنے والا نہ ہو، بلکہ میقات سے باہر کا رہنے والا یعنی آفاقی ہو، اور جو شخص حرم کا رہنے والا ہو، یا حِل یعنی میقات سے اندر اور حرم کی حدود

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک اگر عمرہ کے بعد اپنے وطن یا اپنے وطن کی مسافت کے برابر کسی اور جگہ چلا گیا، اور پھر لوٹ کر آ کر حج کیا، تو اس کا حج تمتع واقع نہیں ہوگا، اور اگر نہ تو اپنے وطن لوٹا، اور نہ وطن کی مسافت کے برابر کسی اور جگہ گیا، البتہ اپنے وطن کی مسافت سے کم کے فاصلہ پر گیا، تو اس کی وجہ سے اس کا تمتع ختم نہیں ہوگا۔

جبکہ حنابلہ کے نزدیک حجِ تمتع بننے کے لئے صرف یہ شرط ہے کہ عمرہ اور حج کے درمیان اتنے فاصلہ کا سفر واقع نہ ہو کہ جس میں نماز قصر کی جاتی ہے، اور ہماری دیانت دارانہ رائے کے مطابق صاحبین اور امام شافعی کا قول راجح ہے، کیونکہ آفاق سے آنے والے شخص کا بنیادی تعلق میقات سے وابستہ ہے، اور وہیں سے اس کو احرام باندھنے کا حکم ہے، لہٰذا اگر آفاقی (مثلاً ہندوستان، پاکستان یا بنگلہ دیش وغیرہ سے جانے والا) عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، جو کہ آفاق میں ہے، تو واپسی پر اسے حجِ تمتع، حجِ قِران اور حجِ افراد کسی بھی طریقہ سے حج کرنا جائز ہوگا، اور اگر وہ واپسی پر حجِ افراد کا احرام باندھے، تو اس پر دَمِ تمتع بھی واجب نہ ہوگا، یہی حکم کسی اور طرف میقات سے باہر جانے کی صورت میں بھی ہوگا۔ محمد رضوان۔

[2] البتہ حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے طواف کے اکثر چکر ادا کر لینے کے بعد عمرہ کے احرام سے نکلنے کا وقت شروع ہو جاتا ہے، نیز حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے احرام سے نکلنے کی یہ شرط اس شخص کے لئے ہے، جو حج کی ھدی یعنی حج کی قربانی کا جانور ساتھ نہ لے جائے، اور جو شخص ھدی ساتھ لے جائے (جیسا کہ عموماً پہلے زمانوں میں ہوتا تھا) تو وہ عمرہ کے احرام سے اس وقت تک نہیں نکلے گا، جب تک یومِ ترویہ یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھ کر یوم النحر میں ھدی ذبح نہ کر دے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک پورا طواف اور مکمل سعی دونوں عمرہ کے رکن ہیں، اس سے پہلے ان کے نزدیک عمرہ سے حلال ہونے کا وقت شروع نہیں ہوتا۔

سے باہر کا رہنے والا ہو، تو اس کو حجِ تمتع اور حجِ قِران کرنا درست نہیں، اور اگر کوئی کرے، تو اس پر دمِ جنایت (یعنی جرمانہ کے طور پر دَم) واجب ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک میقات سے باہر کے رہنے والوں کی طرح میقات سے اندر یعنی حل اور حرم کے رہنے والوں کو بھی حجِ تمتع اور حجِ قران کرنا جائز ہے، اور ان حضرات کے نزدیک ایسے لوگوں کو حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے کے نتیجے میں حج کی مخصوص قربانی کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۰...... حجِ تمتع صحیح ہونے کے لئے ایک شرط کئی فقہاء کے نزدیک یہ بھی ہے کہ حج

---

[1] اور اس اختلاف کی وجہ قرآن مجید کی آیت میں حجِ تمتع کا بیان کرتے ہوئے ایک اسمِ اشارہ کے مشارٌ الیہ کا اختلاف ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۹۶)

ترجمہ: پس جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے، تو اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے، پھر جو شخص قربانی نہ پائے، تو اسے تین دن حج میں روزے رکھنا ہے، اور سات اس وقت جب تم (حج کر کے) لوٹ جاؤ، یہ پورے دس ہیں، یہ حکم اس کے لئے ہے کہ جس کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس نہ رہتے ہوں (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت کے آخر میں جو یہ فرمایا گیا کہ ''یہ حکم اس کے لئے ہے الخ'' حنفیہ کے نزدیک اس حکم سے مراد حجِ تمتع کرنا ہے، اور حجِ قران کا حکم حجِ تمتع کی طرح ہے۔

جبکہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس حکم سے مراد حجِ تمتع کرنے والے پر قربانی یا روزوں کا واجب ہونا ہے۔

جمہور فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں حجِ تمتع کے جواز وعدمِ جواز کا حکم بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ حجِ تمتع کرنے کے نتیجہ میں قربانی کے حکم کو بیان کرنا مقصود ہے، لہٰذا ''ذلک'' کا مرجع بھی یہی حکم ہوگا، اور قریبی مرجع بھی یہی ہے، وھو الراجح عندی۔ اور حنفیہ کا استدلال حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے۔

پھر مذکورہ آیت میں مسجدِ حرام کے حاضرین سے مراد شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں، جو حرم کے رہنے والے ہوں، یا حرم کے اتنے قریب رہنے والے ہوں کہ ان کے اور حرم کے درمیان مسافتِ قصر سے کم کا فاصلہ ہو، ان حضرات کے نزدیک ایسے لوگوں کو بھی حجِ تمتع اور حجِ قِران کرنا تو جائز ہے، مگر ان لوگوں پر حجِ تمتع و حجِ قِران کرنے کے نتیجہ میں قربانی واجب نہیں ہے، چہ جائیکہ دمِ جنایت لازم ہو، اور مالکیہ کے نزدیک مکہ یا اس کے قرب وجوار میں مقیم ہونے والے لوگ مسجدِ حرام کے حاضرین میں داخل ہیں، ان پر دمِ تمتع لازم نہیں ہے، اگرچہ حجِ تمتع ان لوگوں کا بھی ادا کرنا درست ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک میقات سے اندر کے رہنے والے مسجدِ حرام کے حاضرین میں داخل ہیں، اور ان کو سرے سے حجِ تمتع وقِران کرنا ہی جائز نہیں، اور اگر کوئی کرے تو اس پر دَمِ تمتع ودَمِ قِران یعنی دَمِ شکر کے بجائے دَمِ جبر یا دَمِ جنایت لازم ہے۔

کرنے والے نے عمرہ یا حج کو فاسد نہ کیا ہو، اگر کسی نے حج یا عمرہ کسی ایک کو فاسد کر دیا، تو وہ حجِ تمتع کرنے والا شمار نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں عمرہ وحج کا ایک سفر میں جمع کرنا باقی نہیں رہتا۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کوئی حجِ تمتع کرنے والا شخص اپنے ساتھ ھدی یعنی حج کی مخصوص قربانی کا جانور لے کر جائے (جیسا کہ پہلے زمانہ میں ہوا کرتا تھا، اور آج کل اس کا تصور مشکل ہے) تو کیا وہ عمرہ کے اعمال سے فارغ ہوکر احرام سے حلال ہو جائے گا یا نہیں؟

تو اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق حجِ تمتع کرنے والا شخص عمرہ کے اعمال سے فارغ ہوکر حلال ہو جائے گا، خواہ اس کے ساتھ ھدی کا جانور ہو یا نہ ہو۔

اور حنفیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی مشہور روایت کے مطابق اگر حجِ تمتع کرنے والے کے ساتھ ھدی کا جانور موجود ہو، تو وہ عمرہ کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد حلال نہیں ہوگا، بلکہ اس کے احرام کی پابندیاں جاری رہیں گی، اور اسی حالت میں بعد میں حج کا احرام باندھے گا، اور دس ذی الحجہ کو مخصوص اعمال کے بعد احرام کی پابندیوں سے نکلے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... جو شخص حجِ تمتع کرے، تو اس پر حجِ تمتع کے نتیجہ میں حج کی مخصوص قربانی واجب ہوتی ہے، جو کہ ایک بکری، دنبہ، گائے یا اونٹ ہے، یا بڑے جانور (یعنی گائے یا اونٹ) کا ساتواں حصہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... اگر کوئی حجِ تمتع کرنے والا شخص، جس پر حج کی قربانی واجب تھی، تنگ دستی وناداری کی وجہ سے حج کی قربانی کرنے پر قادر نہ ہو، مثلاً قربانی کا جانور دستیاب نہ ہو، یا اس کی قیمت دستیاب نہ ہو، یا بہت ہی زیادہ مہنگی قیمت پر دستیاب ہو، تو اس پر حج کی قربانی واجب نہیں

---

[1] اور تمتع کے نتیجہ میں قربانی کے وجوب کا یہ حکم حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک غیر حاضرینِ مسجدِ حرام کے لئے مختص ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک حاضرینِ مسجدِ حرام کے حق میں تمتع مشروع ہی نہیں، اور حاضرینِ مسجدِ حرام کی تفصیل اور اس میں فقہائے کرام کے اقوال پہلے حواشی میں ذکر کئے جا چکے ہیں۔

ہوتی، اور اس کے حج کی قربانی کا حکم دس روزے رکھنے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اور دس روزے رکھنے کی تفصیل یہ ہے کہ تین روزے تو دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے رکھ لے۔

اور اگر وہ دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہیں رکھ سکا، تو پھر حنفیہ کے نزدیک اس کو روزے رکھنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ بہر حال قربانی کرنا ہی ضروری ہوتا ہے، جبکہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک حج کے دن گزرنے کے بعد بھی یہ تین روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ [1]

اور باقی ماندہ سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے، خواہ مکہ میں رکھ لے یا اپنے گھر واپس آنے کے بعد رکھ لے۔

اگر کسی نے دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے رکھنے شروع کئے، اور تین روزوں کی تعداد مکمل ہونے سے پہلے وہ قربانی پر قادر ہو گیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر قربانی ہی واجب ہو جائے گی۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تین روزے شروع کرنے کے بعد مکمل ہونے سے پہلے اگر قربانی پر قادر ہو جائے، تو اس پر روزے چھوڑ کر قربانی واجب نہیں ہوتی، الَّا یہ کہ وہ خود ہی ایسا کرنا چاہے (مزید تفصیل آگے حج کی قربانی کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر ۱۴۱...... اگر کسی عورت نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا (جس کے بعد اس کا حجِ تمتع کرنے کا ارادہ تھا) پھر اسے حیض یا نفاس شروع ہو گیا، اور اسے حج سے پہلے عمرہ یا طوافِ عمرہ کے اکثر چکر ادا کرنے کا موقع نہیں ملا، یہاں تک کہ وقوفِ عرفہ کا وقت آ گیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اسی حال میں (عمرہ کے احرام کی نیت ختم کر کے) حجِ افراد کی نیت اور تلبیہ پڑھ کر احرام باندھ لے، جس سے اس کے عمرہ کا احرام ختم ہو جائے گا، اور حج کا احرام شروع ہو جائے گا، اور اس پر حجِ تمتع کی قربانی واجب نہیں ہوگی، مگر اس کے ذمہ عمرہ کی قضاء اور ایک دَم (عمرہ کا احرام ترک کرنے کی وجہ سے) واجب ہوگا۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک وہ حجِ افراد کے بجائے حجِ قِران کا احرام باندھے گی، کیونکہ ان کے نزدیک حجِ قِران میں ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی ضروری ہوتی

[1] بلکہ مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق ایامِ منیٰ میں بھی ان تین روزوں کو رکھنا جائز ہے۔

ہے، اور اس پر عمرہ ترک کرنے کی وجہ سے دَمِ جنایت واجب نہیں ہوگا، البتہ اس پر حجِ قِران کی قربانی واجب ہوگی، جبکہ وہ مسجدِ حرام کے حاضرین میں سے نہ ہو، اور یہ عورت واپسی کے وقت اپنی شرائط کے ساتھ سب کے نزدیک طوافِ وداع بھی کرے گی۔ [1]

ملحوظ رہے کہ آج کل حکومت کی طرف سے حجاجِ کرام کے لئے مکہ مکرمہ میں قیام اور مدینہ منورہ آمدورفت کے اوقات کا نظم طے ہوتا ہے، جس کی خلاف ورزی کرنے کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہوتی، اور ایسی صورت میں عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حیض یا نفاس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بعض خواتین کو عمرہ کی ادائیگی سے پہلے مدینہ منورہ جانا پڑ جاتا ہے، ایسی صورت میں ان خواتین کو احرام ہی کی حالت میں مدینہ منورہ آمدورفت کرنی پڑتی ہے، اور واپسی پر پاک ہونے کے بعد عمرہ کی ادائیگی کی جاتی ہے، جس کی مزید تفصیل اور اس مشکل کا حل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''عمرہ کے فضائل واحکام'' میں بعنوان'' حائضہ کے احرام اور عمرہ کا حکم'' میں ذکر کردیا ہے، وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... عمرہ کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں، اور کوئی مکروہ وقت بھی نہیں، دن رات میں جب چاہیں ادا کرسکتے ہیں، البتہ حنفیہ کے نزدیک سال کے صرف پانچ دنوں میں تنہا عمرہ کرنا مکروہ ہے، اور وہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک کا وقت ہے، کیونکہ یہ حج کے مخصوص دن ہیں۔ [2]

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ پانچ دنوں میں بھی عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے، لہٰذا ان کے نزدیک عمرہ کا سال بھر میں کوئی بھی مکروہ وقت یا مکروہ دن وتاریخ نہیں ہے۔

---

[1] اور یہی حکم اور تفصیل اس صورت میں بھی ہے جبکہ عورت کے بجائے کوئی مرد یا کوئی عورت جس نے حجِ تمتع کا احرام باندھا ہو، وہ کسی بھی عذر کی وجہ سے وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ نہ کرسکے۔

[2] اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یومِ عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے زوال سے پہلے تک عمرہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے عملی طور پر حج کے فرائض کی ادائیگی کا وقت شروع نہیں ہوتا، اور حج کا پہلا فرض ورکن وقوفِ عرفہ ہی ہے، جس کا وقت نو ذی الحجہ کے زوال سے شروع ہوتا ہے ''الا عند الحنابلة ، کما سیجیئ''۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... جب عمرہ کرنا ہمہ وقت جائز ہے، البتہ حج کے مخصوص یعنی پانچ دنوں میں ہی صرف حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حجِ تمتع کرنے والے کو حرم میں پہلی مرتبہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حرم و مکہ میں قیام کے دوران نو ذی الحجہ سے پہلے مزید عمرے کرنا دوسرے فقہائے کرام سمیت حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

اور حجِ تمتع کرنے والے کو میقات سے باہر (مثلاً مدینہ منورہ) جانے کی صورت میں واپسی پر آتے ہوئے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مزید عمرے کرنا بھی جائز ہے، خاص طور پر حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہونے میں شبہ نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک میقات سے باہر جانے پر حج کے ساتھ پہلے عمرہ کا تعلق تمتع کی حیثیت سے ختم ہو جاتا ہے، اور ان کے نزدیک یہی عمرہ، حج کو تمتع بنانے والا شمار ہوتا ہے۔

لہٰذا آج کل قانونی تقاضوں کی وجہ سے عمرہ کرنے کے بعد جو بہت سے حجاجِ کرام کو حج سے پہلے مدینہ منورہ لے جایا جاتا ہے، اور حج سے پہلے واپس حرم لایا جاتا ہے، ایسے حجاجِ کرام مدینہ منورہ سے واپس حرم آتے ہوئے ذوالحلیفہ سے اگر عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں، اور حج سے پہلے عمرہ کر لیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان کے اس عمرہ سے ہی ان کا حج تمتع بنے گا، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا حجِ تمتع پہلے والے عمرہ سے ہی برقرار رہے گا، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہوگا۔

اور بعض عوام یا اہلِ علم میں یہ جو مشہور ہے کہ حجِ تمتع کرنے والا، مکہ اور حرم میں قیام کے دوران مزید عمرے نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ مکہ میں مقیم ہونے کی وجہ سے مکہ والوں کا حکم حاصل کر چکا ہے، اور مکہ والوں کے لئے امام ابو حنیفہ کے نزدیک حجِ تمتع کرنا ممنوع ہے، اس کی محققین نے تردید فرمائی ہے، کیونکہ یہ حجِ تمتع کرنے والا درحقیقت آفاقی (یعنی میقات سے باہر کا رہنے والا) ہے، جس کو عمرہ کرنے کی ممانعت نہیں، اور اگر اس کا اب اہلِ مکہ میں سے ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے، تو اہلِ مکہ کے حق میں صحیح قول کے مطابق عمرہ کرنے بلکہ کثرت سے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عمرے کرنے کی ممانعت نہیں، اگرچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہلِ مکہ کو حجِ تمتع کی ممانعت ہے، مگر یہ پہلے سے حجِ تمتع کرنے والا ہے، جس کا حجِ تمتع دوبارہ عمرہ کرنے سے باطل نہیں ہوتا، لہٰذا اس کو ایک سے زیادہ مرتبہ عمرے کرنا جائز ہے، کیونکہ عمرہ طواف کی طرح مستقل عبادت ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر حجِ بدل کرانے والے نے حجِ بدل کرنے والے کو ہر طرح کا حج کرنے کی اجازت دے رکھی ہو، تو حجِ بدل کرنے والے کو حجِ افراد کے علاوہ حجِ تمتع اور حجِ قران کرنا بھی جائز ہے، اور اگر کسی خاص قسم کے حج کی تخصیص کی ہو، مثلاً یہ کہ حجِ تمتع کیا جائے، تو اس کے حکم کے مطابق حجِ بدل کرنے میں تو کوئی شبہ نہیں، اور اگر حجِ افراد یا مطلق اور عام حج کا حکم کیا ہو، تو اس صورت میں حنفیہ (یعنی امام ابوحنیفہ اور صاحبین) کے نزدیک حجِ تمتع کرنا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجِ تمتع اور حجِ قران دونوں ہی کرنا جائز نہیں۔

جبکہ شوافع اور صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ کے نزدیک اس صورت میں حجِ قران کرنا جائز ہے، اور حنابلہ کے نزدیک حجِ قران اور حجِ تمتع دونوں جائز ہیں۔

آج کل کیونکہ میقات سے آنے والوں کی طرف سے عام طور پر حجِ تمتع کا رواج ہے، اس لئے اگر حجِ بدل کرانے والے نے کسی خاص قسم کے حج کی صراحت اور وضاحت نہ کی ہو، بلکہ عام حج کا حکم یا وصیت کی ہو، تو موجودہ دور میں عرف اور رواج کی وجہ سے دلالتاً

---

[1] البتہ جو متمتع سائقِ ہدی ہو، اس کے حق میں حنفیہ کے نزدیک ممانعت مسلَّم ہے، کیونکہ ایسا متمتع بحکمِ قارِن ہوتا ہے، جو عمرہ کے بعد حلق وقصر کے ساتھ حلال نہیں ہوتا، اس لئے اس کے حق میں عمرہ کے احرام پر دوسرے عمرہ کا تداخل لازم آتا ہے، جوکہ ممنوع ہے۔

اور جو متمتع سائقِ ہدی نہ ہو، تو اس کے حق میں مزید عمروں کی ممانعت کا حکم لگانا احناف کے تمام اصحاب کے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک عمرہ پانچ دِنوں کے علاوہ پورے سال جائز ہے، جس میں مکی اور آفاقی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، پھر یہ تمام بحث بھی حنفیہ کے نزدیک ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک نہ تو متمتع سائقِ ہدی کو تکرارِ عمرہ کی ممانعت ہے، کیونکہ ان کے نزدیک متمتع سائقِ ہدی وغیر سائقِ ہدی برابر ہیں، اور نہ ان کے نزدیک پانچ دنوں میں عمرہ یا تکرارِ عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

اجازت ہونے کی بناء پر حجِ بدل کرنے والے کو حجِ تمتع کرنا جائز ہے۔ [1]

(حجِ بدل کے مزید تفصیلی مسائل واحکام کے لئے ہماری دوسری کتاب ’’ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل واحکام‘‘ ملاحظہ فرمائیں)

ملحوظ رہے کہ حجِ تمتع میں پہلے الگ احرام کے ساتھ عمرہ کیا جاتا ہے، لہٰذا حجِ تمتع کرنے والا پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے گا (اور عمرہ کا طریقہ الگ ذکر کردیا گیا ہے) اور اس کے بعد بال کٹا یا منڈا کر احرام سے نکل جائے گا، پھر مکہ میں قیام رہے گا، اور اس دوران مزید عمرے اور طواف کرنا بھی جائز ہے، اور مدینہ منورہ جانا بھی جائز ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اور پھر آٹھ یا سات ذی الحجہ کو حرم سے حج کا احرام باندھے گا، اور اس کے بعد حج کرے گا۔

---

[1] جب کسی میقاتی پر ابتداءً حج فرض ہوتا ہے، تو اصالۃً حج فرض ہوتا ہے، جس کے ساتھ عمرہ فرض نہیں ہوتا، اور حجِ افراد میں میقات سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے، جس میں حج کی قربانی واجب نہیں ہوتی، اور حجِ تمتع میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، پس تمتع میں ابتداءً یہ سفر عمرہ کا بن جاتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجِ بدل کرنے والا اگر آمر کی اجازت کے بغیر حجِ افراد کے بجائے حجِ تمتع یا حجِ قران کرتا ہے، تو وہ اس سفر میں عمرہ کو ساتھ ملا کر آمر کی مخالفت کرتا ہے، اور یہ گویا کہ ایسا ہے جیسا کہ عمرہ اپنی طرف سے کیا، اور حج آمر کی طرف سے؛ جبکہ شوافع اور صاحبین کے نزدیک حجِ تمتع کرنے کی صورت میں تو مخالفت پائی جاتی ہے، کیونکہ متمتع کا میقات سے احرام عمرہ کا واقع ہوتا ہے، جبکہ حجِ بدل کرنے والے پر میقات سے حج کا احرام لازم تھا؛ البتہ حجِ قران کرنے کی صورت میں یہ مخالفت نہیں پائی جاتی، اور وہ اضافی ثواب کو حاصل کرنے والا شمار ہوتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ بعض مشائخِ حنفیہ کی تصریح کے مطابق آمر کی طرف سے اجازت کے ساتھ حجِ تمتع یا حجِ قران کرنے کی صورت میں بھی دمِ قران اور دمِ تمتع حاجی یعنی مامور کے ذمہ ہوتا ہے، جس کا وہ آمر یا اُس کے مال سے مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ اگر آمر بخوشی اس کا خرچہ خود ادا کردے، تو پھر مامور کے لئے یہ خرچہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر آمر کی اجازت سے تمتع یا قران کیا جائے، تو دمِ شکر کا خرچ آمر کے ذمہ ہے، اور عرف ورواج سے دلالتاً اجازت متحقق ہوجایا کرتی ہے، جیسا کہ گزرا۔

لہٰذا حنابلہ کے نزدیک عرف ورواج کی صورت میں آمر کی تصریح کے بغیر حجِ تمتع وقران کرنا اور آمر کے مال میں سے دمِ شکر ادا کرنا جائز ہے۔

موجودہ حالات میں یہ موقف عمل کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ قانونی پابندیوں کی وجہ سے بعض اوقات حج کرنے والے کو کئی چیزوں میں اختیار نہیں ہوتا، نیز آج کل بعض اوقات حکومتِ سعودیہ کی طرف سے قانونی وجبری طور پر حج کے اخراجات جمع کرانے کے ساتھ ہی حجِ تمتع کی قربانی کا خرچہ وصول کرلیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اگر حجِ بدل کرنے والے کو حجِ بدل کے بعد کہا جائے کہ دمِ شکر آپ اپنے مال سے ادا کریں، تو ظاہر ہے کہ یہ تنازع کا باعث ہوگا، مگر یہ کہ پہلے ہی تمام معاملات طے اور صاف کرلئے گئے ہوں، لیکن موجودہ دور میں عوامی دنیا میں صفائی معاملات تقریباً عنقاء ہے۔

(فصل نمبر ۷)

حجِ قران کے بنیادی احکام

حج کرنے کا ایک طریقہ حجِ قِران کہلاتا ہے، جس کے بنیادی احکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... قِران کے لغوی معنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جمع کرنے اور ملانے کے آتے ہیں۔

اور شریعت کی زبان میں حجِ افراد اور حجِ تمتع کے مقابلہ میں حجِ قِران کے معنیٰ اس طرح حج کرنے کے آتے ہیں کہ عمرہ وحج کے احرام کو جمع کر دیا اور ملا دیا جائے، خواہ اس طرح سے کہ ایک ہی ساتھ عمرہ اور حج کا احرام باندھے، یا اس طرح کہ عمرہ کا احرام باندھ کر اس پر حج کے احرام کو داخل وجمع کر دے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲...... حجِ قِران کرنا بھی جائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک حجِ قِران کرنا دوسرے طریقوں سے حج کرنے سے افضل ہے۔

---

[۱] حنفیہ کے نزدیک قِران کی حقیقت یہ ہے کہ آفاقی حج اور عمرہ کے درمیان متصلاً یا منفصلاً، طوافِ عمرہ یا اس کے اکثر چکر ادا کرنے سے قبل جمع کرے، اور عمرہ کو اشہرِ حج میں ادا کرے، اور مالکیہ کے نزدیک قِران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک نیت کے ساتھ یا ایک دوسرے پر مرتب دو نیتوں کے ساتھ احرام باندھے، جس میں عمرہ سے ابتداء کرے، یا عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے پیچھے حج کا احرام طوافِ عمرہ سے پہلے باندھے۔

اور شافعیہ کے نزدیک قِران یہ ہے کہ عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یا اشہرِ حج میں پہلے عمرے کا احرام باندھے، پھر طواف سے پہلے اس پر حج کو داخل کر دے، اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے، مگر ان کے نزدیک احرام کا اشہرِ حج میں ہونا شرط نہیں۔

القران عند الحنفية :هو أن يجمع الآفاقي بين الحج والعمرة متصلا أو منفصلا قبل أكثر طواف العمرة، ولو من مكة، ويؤدي العمرة في أشهر الحج. وعند المالكية :أن يحرم بالحج والعمرة معا، بنية واحدة، أو نيتين مرتبتين يبدأ فيهما بالعمرة، أو يحرم بالعمرة ويردف الحج عليها قبل طوافها أو بطوافها .وعند الشافعية :القران أن يحرم بالعمرة والحج جميعا، أو يحرم بعمرة في أشهر الحج ثم يدخل الحج عليها قبل الطواف. ومثل ذلك عند الحنابلة إلا أنهم لم يشترطوا الإحرام في أشهر الحج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۱۴۱، مادة "احرام")

مسئلہ نمبر۳...... حجِ قِران میں عمرہ اور حج دونوں مستقل ارکان کہلاتے ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک حجِ قِران کرنے والے کو دو طواف اور دو سعی کرنا ضروری ہوتا ہے، پہلا طواف اور سعی تو عمرہ کے لئے، اور دوسرا طواف اور سعی حج کے لئے ہوتے ہیں۔

البتہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ وحج کا ایک ساتھ احرام باندھنے کی صورت میں حج میں عمرہ کے اعمال کا تداخل ہوجاتا ہے، یعنی عمرہ اور حج دونوں کے طواف اور سعی کو الگ الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر۴...... حجِ قِران صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے حج کا احرام شروع ہوچکا ہو، چنانچہ اگر کسی نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، اور پھر اس کے بعد حج کا احرام باندھا، یعنی اس نے حج کو عمرہ پر داخل کردیا، تو اس کا یہ احرام باندھنا اور اس کا حجِ قِران کرنا درست ہوجائے گا، بشرطیکہ اس نے حج کا احرام عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے باندھ لیا ہو۔[1]

اور اگر اس نے پہلے حج کا احرام باندھا، اور پھر اس کے بعد عمرہ کا احرام باندھا، یعنی عمرہ کو حج پر داخل کردیا، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک تو بہرحال اس کے عمرہ کا احرام صحیح نہیں ہوگا، اور وہ حجِ قِران کرنے والا شمار نہ ہوگا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھنے کے بعد اور طوافِ قدوم شروع کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، یا طوافِ قدوم شروع کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا، اگرچہ طواف کا ایک ہی چکر کیا ہو، یا پورا طواف کرنے کے بعد عمرہ کا احرام

---

[1] ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے نزدیک حجِ قِران صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ حج کا احرام، عمرہ کا طواف مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر کرنے سے پہلے باندھے، پس اگر عمرہ کے طواف کے اکثر چکر کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا، تو وہ حجِ قِران کرنے والا شمار نہ ہوگا، بلکہ حجِ تمتع کرنے والا شمار ہوگا، بشرطیکہ یہ عمرہ کا طواف یا اس کے چار چکر اشہرِ حج میں کئے ہوں، اور اگر عمرہ کا طواف یا اس کے چار چکر اشہرِ حج سے پہلے کئے ہوں، تو نہ حجِ قِران کرنے والا ہوگا، اور نہ حجِ تمتع کرنے والا، بلکہ عمرہ اور حج دونوں مفرَد ہوں گے (زبدۃُ المناسک مع عمدۃُ المناسک، ص۳۰۴، ۳۰۵)

باندھا، تو ان سب صورتوں میں اس پر حج اور عمرہ دونوں واجب ہوجائیں گے، اور یہ حجِ قِران کرنے والا شمار ہوجائے گا، لہٰذا اس کو اس احرام میں پہلے عمرہ اور پھر حج کرنا ضروری ہوگا، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہوگا، اور اس پر حجِ قِران والی قربانی بھی واجب ہوگی۔

اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ بھی کرلیا، اور اس کے بعد عمرہ کا احرام باندھا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا حجِ قِران صحیح نہیں ہوگا، اس لئے اس صورت میں اس پر حجِ قِران کی قربانی واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ نمبر۵...... حجِ قِران صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں واقع ہوا ہو، اور حج کے مہینوں کا آغاز شوال کا چاند نظر آنے پر ہوجاتا ہے، جیسا کہ احرام کے بیان میں آتا ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک حجِ تمتع کی طرح صرف یہ شرط ہے کہ عمرہ کا مکمل طواف یا کم از کم اس کے چار چکر حج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد واقع ہوئے ہوں، اگرچہ احرام پہلے باندھا جاچکا ہو، اور دیگر فقہائے کرام کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۶ ...... حجِ قِران صحیح ہونے کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ ادا کرلیا جائے، اور اگر کوئی مکمل عمرہ ادا نہ کرسکے، تو کم از کم عمرہ کے طواف کے تمام یا اکثر (یعنی چار) چکر ادا کرلیے جائیں۔

اور اگر کوئی حجِ قِران کرنے والا وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ کا طواف نہ کرسکے، اور وہ نو ذی الحجہ کو وقوفِ عرفہ کرلے، تو بھی اس کا حجِ قِران صحیح نہیں ہوتا، کیونکہ مذکورہ صورت میں وقوفِ عرفہ

---

[1] جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حجِ تمتع کی طرح مالکیہ کے نزدیک اگر عمرہ کا کوئی رکن مثلاً سعی کا کم از کم ایک چکر بھی حج کے مہینے میں واقع ہوگیا، تو قِران بن جائے گا، اور حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے ایک قول کے مطابق احرام حج کے مہینوں میں واقع ہونے سے ہی حجِ قِران بنتا ہے، جبکہ شافعیہ کے ایک قول کے مطابق اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے باندھا، لیکن عمرہ کے افعال حج کے مہینے میں ادا کئے، اور اسی احرام پر حج کو داخل کیا، تو حجِ قِران واقع ہوجائے گا۔

کرتے ہی اس کا عمرہ باطل ہوجاتا ہے، اگرچہ عمرہ کے چھوڑنے کی نیت بھی نہ کی ہو۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۷...... حجِ قران صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ عمرہ اور حج میں سے کسی کو بھی فاسد نہ کیا جائے۔

چنانچہ اگر کسی نے وقوفِ عرفہ سے پہلے یا عمرہ کے مکمل طواف یا اس کے کم از کم چار چکر کرنے سے پہلے جماع کرلیا، تو اس کی وجہ سے وہ حجِ قران کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۸...... حجِ قران صحیح ہونے کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ حج کرنے والا حرم یا حِل یعنی میقات سے اندر کا رہنے والا نہ ہو، بلکہ میقات سے باہر کا رہنے والا یعنی آفاقی ہو، اور جو شخص حرم کا رہنے والا ہو، یا حِل یعنی میقات سے اندر کا رہنے والا ہو، تو اس کو جس طرح حجِ تمتع کرنا درست نہیں، اسی طرح حجِ قران کرنا بھی درست نہیں، ورنہ دمِ جنایت واجب ہوگا۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک میقات سے باہر کے رہنے والوں کی طرح میقات سے اندر یعنی حل اور حرم کے رہنے والوں کو بھی حجِ تمتع کی طرح حجِ قران کرنا جائز ہے۔

البتہ ایسے لوگوں پر حجِ قران کرنے کے نتیجے میں حجِ قران کی قربانی واجب نہیں ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۹...... حجِ قران صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ حجِ قران کا احرام باندھنے کے بعد اس کا حج فوت نہ ہوا ہو، جو کہ وقوفِ عرفہ کا وقت نکل جانے سے فوت ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... حجِ قران کے احرام کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ اور حج دونوں کا میقات سے

---

[۱] ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حجِ قران صحیح ہونے کے لئے وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ ادا کرنا شرط نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک حجِ قران کرنے والے کو حج سے پہلے مستقل عمرہ کرنا ضروری نہیں، اور ان کے نزدیک حجِ قران کرنے والے کا پہلا طواف، طوافِ قدوم واقع ہوتا ہے، جو کہ ان کے نزدیک سنت ہے، سوائے مالکیہ کے، کہ مالکیہ کے نزدیک واجب ہے۔

[۲] اور جمہور و حنفیہ کی دلیل اس سلسلہ میں وہی ہے، جو حجِ تمتع کے بیان میں گزری۔

احرام باندھے۔ [۱]

اور حجِ قِران کرنے والے کو احرام باندھتے وقت عمرہ اور حج دونوں کی نیت کرنی چاہئے، اور نیت اصل دل میں ہوتی ہے، اور اگر زبان سے بھی الفاظ ادا کرلے، تو جائز بلکہ بعض حضرات کے نزدیک بہتر ہے۔

اور عربی میں مثلاً اس طرح الفاظ ادا کرے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ.

اور اُردو میں مثلاً اس طرح الفاظ ادا کرے کہ:

اے اللہ! میں عمرہ اور حج کا ارادہ کرتا ہوں، تو ان دونوں کو میرے لئے آسان فرمادیجئے، اور ان دونوں کو میری طرف سے قبول فرمالیجئے۔

اور اس طرح نیت کرنے کے ساتھ تلبیہ بھی پڑھے۔

اور عمرہ اور حج کا آگے پیچھے احرام باندھنا بھی درست ہے، مثلاً پہلے عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھے، پھر اس کے بعد حج کی نیت کرکے تلبیہ پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... جب حجِ قِران کا احرام باندھ لیا، تو حنفیہ کے نزدیک یہ شخص دو طواف اور دو سعی کرے گا، ایک طواف اور سعی تو عمرہ کے لئے، اور ایک طواف اور سعی حج کے لئے، جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ حجِ قران کرنے والا مسجدِ حرام میں داخل ہوکر طواف کرے گا، جس میں سات چکر پورے گا، پہلے تین چکروں میں رَمَل کرے گا، اور اس طواف میں اضطباع کرے گا، پھر اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان عمرہ کی سعی کرے گا، جس کے بعد عمرہ کے افعال مکمل ہوجائیں گے، لیکن وہ سَر کے بال کٹوائے یا منڈوائے گا نہیں، بلکہ اس کے احرام کی پابندیاں جاری رہیں گی، پھر وہ حج سے پہلے طوافِ قدوم کرے گا (جو کہ حنفیہ کے نزدیک

---

[۱] البتہ بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک قارن کے احرام کی میقات مفرد کے احرام کی میقات کی طرح ہے، اور مالکیہ کے نزدیک قارن کی میقات عمرہ کی میقات کی طرح ہے، اور حنفیہ کے نزدیک آفاقی کی میقات کی طرح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک غیر آفاقی کو قران کرنا درست نہیں، اور میقات کی تفصیل آگے احرام کے بیان میں آتی ہے۔

سنت ہے) اور اگر وہ طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی (طوافِ زیارت کے بعد والی) سعی بھی ساتھ کرنا چاہے، تو بھی درست ہے۔

اس صورت میں طوافِ قدوم کے اندر رَمل اور اضطباع بھی کرے گا، پھر اس کے بعد حسبِ قاعدہ حج کے اعمال ادا کرے گا، اور حجِ قران کے نتیجے میں حج کی مخصوص قربانی بھی کرے گا، اور حج کے اعمال ادا کرنے کے بعد جب سَر کے بال منڈائے یا کٹائے گا، تو وہ ایک ساتھ عمرہ اور حج دونوں کے احراموں سے باہر نکلے گا، یہ تفصیل تو حنفیہ کے نزدیک تھی۔

اور جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حجِ قران کرنے والا وہی اعمال کرے گا، جو حجِ افراد کرنے والا کرتا ہے، کہ پہلے رَمَل واضطباع کے بغیر طوافِ قدوم کرے گا (جو کہ مالکیہ کے نزدیک واجب اور دیگر حضرات کے نزدیک سنت ہے) اور پھر وقوفِ عرفہ کرے گا، اور اگر طوافِ قدوم کے بعد حج کی سعی کرنا چاہے، تو وہ بھی کرسکتا ہے، مگر اس صورت میں طوافِ قدوم میں رَمَل اور اضطباع بھی کرے گا، پھر اس کے بعد حسبِ قاعدہ حج کے افعال ادا کرے گا، اور حجِ قران کی قربانی بھی ادا کرے گا، اور حج مکمل کرکے احرام سے نکل جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۲ ...... حجِ قران کرنے والا حنفیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رَمی، اس کے بعد حجِ قِران کی قربانی اور پھر سر کے بال منڈا یا کٹا کر ہی احرام سے نکلے گا، اور اس پر زوجین کے مخصوص تعلقات کے علاوہ احرام کی باقی تمام پابندیاں ختم ہوجائیں گی۔

اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک دسویں تاریخ میں بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے سے زوجین کے خصوصی تعلقات کے علاوہ احرام کی باقی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ [1]

پھر اس کے بعد جب طوافِ زیارت اور سعی دونوں کرلئے جائیں، یا سعی پہلے کرچکا ہو تو صرف

---

[1] اور شافعیہ کے نزدیک دسویں تاریخ کی رمی اور بال منڈانے یا کٹانے اور قربانی تینوں اعمال کرنے یا ان میں سے کوئی بھی دو اعمال کرنے سے زوجین کے خصوصی تعلقات کے علاوہ احرام کی باقی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، مگر مالکیہ کے ایک قول کے مطابق رمی کے بعد شکار اور ایک قول کے مطابق خوشبو کا استعمال جائز نہیں ہوتا، جس کی تفصیل آگے رمی کے بیان میں آتی ہے۔

طوافِ زیارت کرنے سے بالاتفاق زوجین کے خصوصی تعلقات بھی حلال ہوجاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱۳......حجِ قران کرنے والے پر حجِ قران کے نتیجے میں حج کی قربانی بھی واجب ہے، اوراس قربانی کے جانور کے لئے بھی وہی شرائط ہیں، جو عام قربانی کے لئے شرائط ہیں، جس میں بکری، دنبہ، گائے اوراونٹ وغیرہ میں سے کسی جانور کی قربانی بھی جائز ہے، اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس حجِ قران کی قربانی کے گوشت کا حکم عام قربانی کی طرح ہے، جس سے خود کھانا اور امیر وغریب کو کھلانا اور صدقہ وہبہ کرنا سب جائز ہے، اِلَّا عند الشافعية۔ [1]

اوراگر کوئی شخص قربانی کرنے سے عاجز ہو تو اس کو قربانی کے بدلے میں دس روزے رکھنے کا حکم ہے، جس کی تفصیل حجِ تمتع کے بیان میں گزر چکی ہے، اور آگے قربانی کے بیان میں بھی آتی ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴......اگر کوئی حجِ تمتع کرنے والا اپنے ساتھ ہدی یعنی حج کی قربانی کا جانور لے کر جائے، تو حنفیہ کے نزدیک وہ عمرہ کرکے احرام سے نہیں نکلتا، لہٰذا ایسے حج کرنے والے شخص کا احرام حجِ قران کے احرام کی طرح ہوتا ہے، اسی وجہ سے اگر یہ شخص عمرہ کے اعمال سے فارغ ہوکر بال منڈایا کٹادے، تو اس پر دمِ جنایت واجب ہے۔

مگر اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک احرام کی خلاف ورزی کرنے پر دوہری خلاف ورزی شمار نہیں ہوتی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور مذکورہ حکم صرف حنفیہ کے نزدیک ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ہدی یعنی حج کی قربانی کا جانور ساتھ ہو یا نہ ہو، بہر حال عمرہ کرنے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔

مسئلہ نمبر۱۵...... حنفیہ کے نزدیک حجِ قران کرنے والا عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھتا ہے، اوراس کے حق میں عمرہ اور حج دونوں مستقل رکن شمار ہوتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی حجِ قران کرنے والا احرام کی کسی پابندی کی خلاف ورزی کرے، تو اس پر دوہرا یا ڈبل کفارہ

---

[1] پھر اگر کوئی حجِ قران کرنے والا حاضرینِ مسجدِ حرام میں سے ہو تو اس پر حنفیہ کے علاوہ جمہور فقہاء کے نزدیک حجِ قران کی قربانی واجب نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک ایسے شخص کو حجِ قران ہی جائز نہیں، اور کر لینے کی صورت میں دَمِ جبر واجب ہے، کما مرّ۔

واجب ہوتا ہے، ایک عمرہ کے احرام کی خلاف ورزی کرنے کا، اور دوسرے حج کے احرام کی خلاف ورزی کرنے کا۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک حجِ قران کرنے والے کو بھی احرام کی خلاف ورزی کرنے پر ایک ہی کفارہ واجب ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک قران میں، حج اور عمرہ کے طواف اور سعی میں تداخل ہو جاتا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر کسی عورت نے حجِ قِران کا احرام باندھا، پھر اس کو طواف کرنے سے پہلے حیض یا نفاس شروع ہو گیا، اور وقوفِ عرفہ تک جاری رہا، تو وہ عمرہ کئے بغیر حج کی نیت کا احرام شروع کر کے وقوفِ عرفہ کرنے کے نتیجہ میں حنفیہ کے نزدیک حجِ افراد کرنے والی شمار ہوگی، اور وہ اپنا حج، حجِ افراد کے طریقہ پر کرے گی۔

اور اس پر حجِ قِران کی قربانی واجب نہیں ہوگی، مگر اس کے ذمہ عمرہ کی قضاء اور ایک دَم (عمرہ کا احرام ترک کرنے کی وجہ سے) واجب ہوگا۔ [۲]

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت میں وہ عورت ایک طواف اور ایک سعی کرے گی، اور اسی سے وہ حجِ قران کرنے والی شمار ہو جائے گی، کیونکہ ان کے نزدیک حجِ قِران میں ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی ضروری ہوتی ہے، اور اس پر حجِ قِران کی قربانی بھی واجب ہوگی، بشرطیکہ وہ مسجدِ حرام کے حاضرین میں سے نہ ہو، جس کا ذکر کئی مرتبہ پہلے گزر چکا ہے۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[۱] اور حنفیہ کے نزدیک دوہرا فدیہ واجب ہونا صرف اُن جنایات کے ساتھ مخصوص ہے، جو دونسکوں یعنی حج وعمرہ میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص نہ ہوں، اور اگر کوئی ایسا نسک ہو، جو حج یا عمرہ میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہو، جیسا کہ رمی یا طوافِ وداع کا ترک کرنا، تو اس پر بہر حال ایک یا اکہرا فدیہ ہی واجب ہوتا ہے۔

[۲] اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ عورت کے بجائے کوئی مرد یا کوئی عورت جس نے حجِ قران کا احرام باندھا ہو، وہ کسی بھی وجہ سے وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ نہ کر سکے۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(باب نمبر۲)

احرام کے احکام

حج یا عمرہ کے لئے احرام کا عمل انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے احرام کی حقیقت، اس کے احکام، اور اس کی پابندیوں کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

پہلے احرام سے متعلق بنیادی معلومات اور بنیادی احکام ذکر کیے جاتے ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ مزید تفصیل الگ الگ فصلوں کے ذیل میں ذکر کی جائے گی۔

مسئلہ نمبر۱...... لغت میں احرام کے معنیٰ حرام کرنے یا حُرمت و تعظیم میں داخل ہونے کے آتے ہیں، اور شریعت کی زبان میں یہاں احرام کی حقیقت حج یا عمرہ کے لئے بعض چیزوں کے حرام کر لینا یا دوسرے لفظوں میں مخصوص پابندیاں لازم کر لینا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... احرام کے لئے کچھ چیزیں واجب ہیں۔

جیسا کہ احرام کا مقررہ جگہ سے شروع کرنا، اور احرام کے ممنوعات مثلاً خوشبو سے بچنا، اور کچھ چیزیں مکروہ ہیں، مثلاً زیب و زینت اختیار کرنا، جبکہ کچھ چیزیں سنت و مستحب، اور کچھ چیزیں مباح و جائز ہیں، جن کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... حنفیہ کے نزدیک حج یا عمرہ کے احرام کی پابندیاں صرف حج یا عمرہ کی نیت کر لینے سے شروع نہیں ہو جاتیں، یعنی صرف احرام کی نیت کر لینے سے انسان احرام میں داخل نہیں ہو جاتا، بلکہ نیت کرنے کے ساتھ ساتھ مخصوص ذکر جو اللہ کی تعظیم و بڑائی پر دلالت کرے، مثلاً تلبیہ پڑھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

جیسا کہ نماز کے لئے نیت کرنے کے ساتھ ساتھ تکبیرِ تحریمہ کہنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

---

[1] احرام کے واجبات کو واجباتِ اصلیہ کے مقابلہ میں واجباتِ غیر اصلیہ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ حج کے اصلی واجبات میں سے نہیں ہیں، بلکہ احرام کے تابع ہو کر واجب ہیں، جیسا کہ واجبات کے ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کر دی گئی ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اور حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف کی روایت کے مطابق حج یا عمرہ کی پابندیوں کی نیت کر لینے سے احرام شروع ہو جاتا اور اس کی پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں، نیت کے ساتھ کوئی مخصوص ذکر کرنا ضروری نہیں ہوتا۔[1]

مسئلہ نمبر ۴...... احرام باندھنے یا احرام میں داخل ہونے کے معنیٰ ”مخصوص چادریں پہن لینے کے نہیں ہیں، جیسا کہ عوام سمجھتے ہیں، کیونکہ احرام کو جس طرح مرد حضرات باندھتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی باندھتی ہیں، مگر عورتیں مرد حضرات کی طرح مخصوص چادریں نہیں پہنتیں، جس سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کی حقیقت صرف چادریں پہن لینا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف احرام کی چادریں پہن لے، اور احرام کی نیت نہ کرے، اور نہ ہی احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھے، تو اس کا احرام شروع نہیں ہوگا، اور وہ احرام میں داخل نہیں ہوگا۔

البتہ مرد حضرات کو احرام کی حالت میں جسم یا جسم کے اعضاء کے مطابق سِلے یا بُنے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں ہوتا، اس لئے مرد حضرات احرام کے وقت میں سِلے ہوئے کپڑے اُتار کر مخصوص چادریں پہنتے ہیں۔

پس مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مرد حضرات کو احرام کی حالت میں سِلے ہوئے کپڑے نہ پہننا، احرام کی پابندیوں میں سے ایک پابندی ہے، جس طرح سے کہ احرام میں خوشبو کا استعمال نہ کرنا بھی احرام کی ایک پابندی ہے، اور اسی وجہ سے اگر کوئی حج یا عمرہ کے سفر پر جانے والا شخص احرام کی چادریں پہلے پہننا چاہتا ہے، اور ابھی احرام کی پابندیوں کو لازم نہیں کرنا چاہتا (کہ کہیں جہاز یا سیٹ وغیرہ منسوخ یا مؤخر نہ ہو جائے) اور وہ احرام کی چادریں اس نیت سے نہ پہنے کہ وہ احرام کی پابندیاں شروع کر رہا ہے، یا احرام میں داخل ہو رہا ہے، اور نہ ہی وہ احرام شروع کرنے کی نیت سے تلبیہ پڑھے، تو ایسا کرنے میں گناہ نہیں، اور وہ

---

[1] البتہ حنفیہ کے نزدیک ہدی یعنی حج کی قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر چلنا بھی مخصوص ذکر یا تلبیہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ نیت یا اس کے قائم مقام عمل کے بغیر صرف تلبیہ پڑھنے سے احرام شروع نہیں ہوتا۔

صرف چادریں پہننے اور باقی کام (مثلاً غسل وغیرہ) کرنے کی وجہ سے احرام میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ احرام میں اس وقت داخل ہوگا، جب احرام کی نیت کرے گا، اور حنفیہ کے بقول نیت کے ساتھ ہی تلبیہ بھی پڑھے گا، خواہ وہ (جہاز وغیرہ میں) سفر کرتے ہوئے اور چلتے چلتے ایسا کرے، یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵...... عبادت خواہ عمرہ کی ہو، یا فرض ونفل حج کی یا حجِ بدل کی، بہرحال احرام کا ہونا ضروری ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک احرام شرط کے درجہ کا فرض ہے، اور بعض حیثیات سے یہ رُکن کے درجہ کا فرض ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک احرام رُکن کے درجہ کا فرض ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶...... حج یا عمرہ کے لئے احرام کے فرض ہونے میں کئی حکمتیں ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا اظہار کرنا، اور حج یا عمرہ کا عمل ادا کرنے کے لئے اللہ کے حکم پر تلبیہ پڑھنا، اور اللہ کی عبادت اور پیروی کا اظہار کرنا، اور اللہ کے حکم کی پیروی میں ہر چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوجانا، اور ہر قسم کی پابندیوں کو برداشت کرنے کا خوگر ہوجانا، اور قبر وآخرت کا استحضار کرنا۔

مسئلہ نمبر ۷...... احرام صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا اور احرام کی نیت کا ہونا ضروری ہے،

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک احرام کے شرط ہونے کی وجہ سے حجِ تمتع یا قِران کرنے والا اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھ لے، لیکن عمرہ کے افعال یا اس کا رُکن یعنی طواف یا رُکن کا اکثر حصہ یعنی طواف کے کم از کم چار چکر حج کے مہینوں میں کرلے، تو مذکورہ احرام اور عمرہ کی وجہ سے اس کا حجِ تمتع یا قِران (جو بھی ہو) معتبر ہوجاتا ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک اگر عمرہ کا کوئی رکن بھی حج کے مہینے میں واقع ہوگیا، مثلاً سعی کا کم از کم ایک چکر جو کہ مالکیہ کے نزدیک رکن ہے، تو اس کا حج تمتع یا قِران (جو بھی ہو) واقع ہوجائے گا، اور حنابلہ وشافعیہ کے ایک قول کے مطابق حجِ تمتع یا قِران بننے کے لئے احرام اور عمرہ کے تمام اعمال کا حج کے مہینوں میں واقع ہونا ضروری ہے، کیونکہ ان کے نزدیک احرام، شرط کے بجائے رُکن میں داخل ہے، جبکہ ان کے ایک قول کے مطابق اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے باندھا، لیکن عمرہ کے افعال حج کے مہینے میں ادا کئے، تو بھی حجِ تمتع یا حجِ قِران (جو بھی ہو) معتبر ہوجاتا ہے، جیسا کہ حجِ تمتع کے بیان میں گزرا۔

اور اگر کوئی بچہ حج کا احرام باندھ لے، پھر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہوجائے، اور اسی احرام میں حج کے افعال ادا کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا حج حجۃ الاسلام نہیں بنتا، لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد اور وقوفِ عرفہ سے پہلے دوبارہ احرام باندھ لے، تو اس کا حج حجۃ الاسلام بن جاتا ہے، اس حیثیت سے حنفیہ کے نزدیک احرام رُکن ہوا، یا رُکن کے مشابہ ہوا۔

اور حنفیہ کے نزدیک احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۸...... تلبیہ کے لغت میں معنیٰ پکارنے یا بُلانے والے کا جواب دینے کے آتے ہیں، جیسا کہ تعلیمی اداروں میں طلبہ کی حاضری کا نام پکارے جانے کے جواب میں لبیک کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... حنفیہ کے نزدیک احرام شروع ہونے کے لئے نیت اور تلبیہ دونوں کا ایک ساتھ ہونا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے احرام کی نیت تو کی، لیکن تلبیہ نہیں پڑھا، یا تلبیہ تو پڑھا، لیکن احرام میں داخل ہونے کی نیت سے نہیں پڑھا، یا ایک وقت میں احرام کی نیت کی، مگر تلبیہ نہیں پڑھا، اور دوسرے وقت میں تلبیہ تو پڑھا، مگر احرام کی نیت سے نہیں پڑھا، تو ان صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک اس کا احرام شروع نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کی روایت کے مطابق حج یا عمرہ کے احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا فرض یا واجب نہیں، البتہ سنت ہے، جیسا کہ گزرا۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... تلبیہ کے مشہور الفاظ وکلمات یہ ہیں کہ:

لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِيْکَ لَکَ.

مسئلہ نمبر ۱۱...... صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درجِ ذیل تلبیہ پڑھنا بھی ثابت ہے کہ:

---

[۱] پھر احرام باندھتے وقت نُسک (یعنی حج) کے فرض یا غیر فرض ہونے کی تعیین ضروری نہیں، اگر کوئی مطلق یعنی عام نیت کرے، اور اس نے اس سے قبل فرض حج ادا نہ کیا ہو، تو اس طرح کی نیت کے احرام سے حج کرنے کی صورت میں بالاتفاق اس کا فرض حج ادا ہو جاتا ہے۔

اور اگر اس نے نفل حج کی نیت کی، تو حنفیہ کے معتمد قول اور مالکیہ کے مذہب کے مطابق اس کا حج اس کی نیت کے مطابق واقع ہوتا ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسے شخص کا حج، حجۃ الاسلام یعنی فرض حج واقع ہوتا ہے۔

اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب نذر ومنت کی وجہ سے کسی کے ذمہ حج لازم ہو گیا ہو، وہ نذر کی ادائیگی سے پہلے اگر نفل کی نیت سے حج کرے، تو بھی شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس کے ذمہ میں نذر کی وجہ سے واجب شُدہ حج ادا ہوتا ہے۔

لَبَّیْکَ إِلٰـهَ الْحَقِّ. [1]

ان الفاظ میں بھی تلبیہ پڑھنا جائز اور معتبر ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲...... تلبیہ پڑھنا اس وقت کہلاتا ہے، جبکہ اس کے الفاظ زبان سے ادا کیے جائیں، زبان کو حرکت دیے بغیر دل ہی دل میں تصور کر کے تلبیہ پڑھنے کا اعتبار نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۳...... حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک احرام کے لئے تلبیہ پڑھنے کا افضل وقت، اگر کوئی عذر نہ ہو، تو احرام کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حج کی روانگی کے لئے سواری پر سوار ہوتے وقت تلبیہ پڑھنے کا افضل وقت ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴...... اگر کوئی شخص احرام کی نیت کرتے وقت تلبیہ نہ پڑھے، البتہ احرام کی نیت سے کوئی ایسا ذکر زبان سے کر لے، جس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم پائی جاتی ہو، مثلاً سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، تو بھی حنفیہ کے نزدیک اس کے تلبیہ پڑھنے کا واجب ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵...... حنفیہ کے نزدیک ہدی یعنی حج کی قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر چلنا بھی مخصوص ذکر یا تلبیہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جیسا کہ پہلے زمانے میں ہوتا تھا۔

لہٰذا اگر کوئی احرام کی نیت سے حج کی قربانی کا جانور ساتھ لے کر چلے، اور تلبیہ نہ پڑھے، تو بھی حنفیہ کے نزدیک اس کا احرام شروع ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] عن أبي هريرة، قال: كان من تلبية النبي صلى الله عليه وسلم " : لبيك إله الحق
(مسند احمد، رقم الحديث ۸۴۹۷)
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية مسند احمد)

[2] پھر اگر عربی میں تلبیہ کے الفاظ صحیح طرح ادا کرنے کی قدرت ہو، تو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں تلبیہ کے کلمات کا ترجمہ یا مفہوم ادا کرنا جمہور کے نزدیک معتبر نہیں، البتہ حنفیہ کے نزدیک معتبر ہے۔
اگر کوئی گونگا شخص ہو تو اس کا نیت کرنا کافی ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک نیت کرنے کے ساتھ ساتھ زبان سے تلبیہ کے الفاظ کی ادائیگی کی حرکت کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] اگر حج کرنے کے لئے جانے والا ہدی ساتھ لے کر نہ چلے، بلکہ کسی اور کے ہاتھ روانہ کر دے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر وہ حاجی میقات سے پہلے اس ہدی کو پالے، اور پھر اس کو ساتھ لے کر چلے، تو پھر اسی وقت احرام شروع ہوتا ہے، اور اگر وہ ہدی تمتع یا قران کی ہو، اور اس کو اشہرِ حج میں قلادہ و پٹّہ ڈال کر کسی کے ہاتھ روانہ کر دے، تو پھر احرام کی نیت سے چلنے سے ہی احرام شروع ہو جاتا ہے، اگرچہ اس ہدی کو نہ بھی پاسکے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... احرام تین طرح کا باندھا جاتا ہے۔ایک حجِ افراد یعنی تنہا حج کا، دوسرا صرف عمرہ کا، تیسرا حج اور عمرہ دونوں کو جمع کرنے کا۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر کوئی احرام شروع کرتے وقت حج یا عمرہ میں سے کسی ایک کی نیت کی تعیین نہ کرے، تو اس کا احرام پھر بھی شروع ہو جاتا ہے، اور اس پر احرام کی پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں۔

لیکن حج یا عمرہ کے اعمال شروع کرنے سے پہلے اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس احرام کو حج یا عمرہ کسی ایک یا دونوں کے لئے حسبِ منشا مختص و متعین کرلے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر کوئی شخص دوسرے کے احرام کے مطابق اپنا احرام باندھے، مثلاً یہ نیت کرے کہ فلاں نے جس طرح کا احرام باندھا ہے، اسی طرح کا احرام میں بھی باندھتا ہوں، تو بھی اس کا احرام اس فلاں شخص کے احرام کے مطابق منعقد و معتبر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر کوئی شخص حج یا عمرہ یا حجِ قِران کا متعین احرام باندھنے کے بعد یہ بھول جائے کہ اس نے عمرہ یا حج کا احرام باندھا ہے، یا حجِ قِران کا، تو حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس پر حجِ قِران کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۰...... اگر کوئی مشروط احرام باندھے، مثلاً احرام باندھتے وقت یہ کہے کہ اگر مجھے کوئی رکاوٹ پیش آگئی، یا فلاں عذر و عارضہ پیش آگیا، تو میں اسی وقت حلال ہو جاؤں گا، یا

---

[1] پھر حنفیہ کے نزدیک طواف شروع کرنے سے پہلے حج یا عمرہ کے لئے اگر تعیین کرلی، تو یہ احرام اسی عمل کے لئے مختص ہو جائے گا، اور اگر اس نے بیتُ اللہ کا طواف بغیر تعیین کئے ہوئے کرلیا، تو پھر اس کا یہ احرام عمرہ کے لئے واقع ہو جائے گا۔
اور اگر اس نے طواف نہیں کیا، اور سیدھا وقوفِ عرفہ کرلیا، تو پھر اس کا یہ احرام حج کے لئے واقع ہو جائے گا۔
اور مالکیہ کے نزدیک اور صاحبین کی ایک روایت کے مطابق اس کو تعیین کرنے سے پہلے کوئی عمل کرنا جائز نہیں، اور اگر اس نے تعیین سے پہلے طواف کرلیا، تو اس کا یہ احرام حجِ افراد کے لئے واقع ہو جائے گا، اور اس کا یہ طواف، طوافِ قدوم کہلائے گا۔
جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نُسک شروع کرنے سے پہلے تعیین ضروری ہے، اور بغیر تعیین کے کوئی عمل بھی حج یا عمرہ کا رکن یا نُسک نہیں کہلائے گا، اور اس کی ادائیگی درست و معتبر نہیں ہوگی۔

[2] جبکہ حنابلہ کے نزدیک اُسے اس احرام کو حج یا عمرہ کسی ایک نُسک کی طرف پھیرنے کا اختیار ہوگا، اور ان کے نزدیک ایسے شخص کو عمرہ کی طرف پھیرنا مندوب ہے۔

میرے احرام کی پابندیاں ختم ہوجائیں گی، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک احرام میں اس طرح کی شرط لگانا درست ومعتبر نہیں ہوتا۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس طرح کی شرط لگانا درست ومعتبر ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... ایک عمرہ کا احرام باندھ کر وہ عمرہ ادا کئے بغیر دوسرے عمرہ کا احرام باندھنا درست نہیں، اسی طرح ایک حج کا احرام باندھ کر وہ حج ادا کئے بغیر دوسرے حج کا احرام باندھنا بھی درست نہیں۔

اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر اسے ادا کئے بغیر حج کا احرام باندھے یا حج کا احرام باندھ کر اسے ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام باندھے، تو بعض صورتوں میں ایسا کرنا درست ہوجاتا ہے، اور بعض صورتوں میں درست نہیں ہوتا، اس مسئلہ کی متعدد صورتیں ہیں، اور فقہائے کرام کے نزدیک ان صورتوں کے احکام بھی مختلف ہیں۔ [2]

---

[1] بلکہ حنابلہ کے نزدیک احرام باندھنے والے کے لئے، خواہ وہ عمرہ کا احرام باندھے یا حج کا، اس طرح کی شرط لگالینا مستحب ہے، اور حنابلہ کے نزدیک اس شرط سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں، ایک یہ کہ جب اسے کوئی دشمن یا بیماری وغیرہ کی رکاوٹ پیش آجائے، تو اس کو احرام سے نکلنا جائز ہوجاتا ہے، دوسرے یہ کہ احرام سے نکلنے کی صورت میں اس پر نہ تو کوئی دَم واجب ہوتا، اور نہ کوئی روزہ وغیرہ واجب ہوتا، خواہ وہ مانع ورکاوٹ دشمن کی شکل میں ہو یا بیماری کی شکل میں یا کسی اور شکل میں۔

حنابلہ اور شافعیہ کی دلیل حضرت ضباعہ بنتِ زبیر رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ وہ حدیث ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حج کے ساتھ اس طرح کی شرط لگانے کا حکم دیا تھا۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا، قالت :دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ضباعة بنت الزبیر بن عبد المطلب، فقالت :یا رسول اللہ، إنی أرید الحج، وأنا شاکیة، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :حجی، واشترطی أن محلی حیث حبستنی(مسلم، رقم الحدیث ۱۲۰۷"۱۰۵"بخاری، رقم الحدیث ۵۰۸۹)

والناس علی شروطھم، کمافی الحدیث الصحیح. وھو الراجح عندی فیما بینی وبین اللہ.

پس اگر مثلاً کسی نے احرام باندھتے وقت یہ شرط لگائی کہ اگر اسے حج وعمرہ (جو بھی کرنا چاہتا ہے) یا اس کا سفر کرنے میں کوئی شرعی یا قانونی یا طبی عارضہ پیش آگیا، تو وہ احرام سے نکل جائے گا، تو مذکورہ حضرات کے نزدیک اس طرح کا عارضہ پیش آنے پر بغیر کچھ واجب ہوئے وہ احرام سے نکل جائے گا۔

[2] اگر کسی نے حج کے احرام پر عمرہ کے احرام کا اضافہ کیا، تو مالکیہ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حج کے احرام پر عمرہ کے احرام کا اضافہ صحیح نہیں ہوتا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲۲...... نابالغ بچہ پر حج کرنا ضروری تو نہیں، لیکن اگر وہ حج یا عمرہ کرے، تو اس کا حج وعمرہ صحیح ہو جاتا ہے، اور اس کا حج وعمرہ نفل بنتا ہے۔

اب اگر کوئی بچہ سمجھدار ہے، جو بات کو سمجھتا ہے، اور جواب بھی دیتا ہے، تو اس کا حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک خود سے احرام باندھنا درست ہو جاتا ہے، خواہ اس کا ولی وسرپرست اجازت دے یا اجازت نہ دے، اور اس کی طرف سے اس کے ولی اور سرپرست کا خود سے احرام باندھنا صحیح نہیں ہوتا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نابالغ سمجھدار بچہ کا احرام اس کے ولی وسرپرست کی اجازت سے ہی منعقد ومعتبر ہوتا ہے، بلکہ شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح قول کے مطابق بچہ کے ولی کا اس بچہ کی طرف سے خود احرام باندھنا بھی درست ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۳...... جو بچہ نابالغ ہونے کے ساتھ ساتھ ناسمجھ بھی ہو، جو بات کو نہ سمجھ سکے اور جواب نہ دے سکے، تو اس کا خود سے احرام باندھنا تو درست ومعتبر نہیں۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک اس کے ولی کا اس کی طرف سے احرام باندھنا صحیح ہے، مثلاً ولی تلبیہ پڑھنے کے وقت یہ نیت کرے کہ میں نے اس بچہ کو حج یا عمرہ (جو بھی پیشِ نظر ہو) کے احرام میں داخل کر دیا، اور اس کے بعد اس بچہ کا ولی، بچہ کو ساتھ لے کر حج کے مناسک ادا کرے، اور اگر وہ بچہ، لڑکا ہو، تو اس کے سِلے ہوئے کپڑے بھی اتار دے، اور اس کو بڑوں کی طرح احرام کی دو چادریں اوڑھا دے۔

مسئلہ نمبر۲۴...... اگر کسی نابالغ بچہ کا والد یا ولی بچہ کو احرام بندھوا کر اس کو حج کرائے، تو بچہ کے ولی یا والد کو چاہئے کہ بچہ کو احرام کی ممنوع چیزوں سے بچائے، لیکن اگر بچہ احرام یا حج کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور حنفیہ کے نزدیک صحیح تو ہو جاتا ہے، مگر مکروہ ہوتا ہے۔

اور اگر کسی نے دو حج یا دو عمروں کا ایک ساتھ احرام باندھا، تو مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان میں سے ایک کا احرام منعقد ہو جاتا ہے، اور دوسرا لغو ہو جاتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک دونوں کا احرام منعقد ہو جاتا ہے، اور اس پر ان دونوں میں سے ایک کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

کوئی خلاف ورزی کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس بچہ پر یا اس بچہ کی طرف سے اس کے ولی یا والد پر کچھ واجب نہیں ہوتا، خواہ وہ بچہ سمجھدار ہو یا نا سمجھ ہو، بشرطیکہ نابالغ ہو۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۵...... اگر کوئی نابالغ بچہ میقات سے بغیر احرام کے حرم کی حدود میں داخل ہوا، اور وہ پھر حرم کی حدود میں پہنچ کر بالغ ہو گیا، اور اس نے حرم کی حدود ہی سے حج کا احرام باندھ کر حج کر لیا، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، اور اس بچہ یا اس کے ولی پر بچہ کے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے سے کچھ واجب نہیں ہو گا، اور حرم کی حدود کا ذکر آگے میقات کے بیان میں آتا ہے۔

اور اگر کوئی بچہ احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہو گیا، اور اس نے احرام کی تجدید کر کے حج کے فرائض و مناسک ادا کر لیے، تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔

(اس مسئلہ کی مزید تفصیل ہماری کتاب ''ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل و احکام'' میں ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر ۲۶...... اگر کوئی عاقل بالغ شخص حج کرنے کے لئے چلا، مگر وہ احرام میں داخل ہونے سے پہلے ہی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا، تو اگر اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے کسی ساتھی کو یہ کہہ دیا تھا کہ اگر وہ بے ہوش ہو گیا، تو وہ اس کی طرف سے احرام باندھ لے، اور پھر وہ احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہو گیا تو اس کے ساتھی کا اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے اس بے ہوش کا احرام شروع ہو جائے گا۔

اور اگر اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے کسی ساتھی کو احرام باندھنے کا نہیں کہا تھا، تو بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ساتھیوں اور رفیقوں کا اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے اس کا احرام شروع ہو جاتا ہے۔

کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے سفر کے ساتھیوں کو ایک دوسرے کی اس طرح نیابت و اعانت کی دلالۃً اجازت حاصل ہوتی ہے۔ [۲]

---

[۱] اور شوافع و حنابلہ کے نزدیک اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔

[۲] جبکہ صاحبین کے نزدیک بغیر امر کے نیابت صحیح نہیں ہوتی، اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیہوش کے احرام کی بہر حال نیابت درست نہیں، خواہ اس کی طرف سے پہلے سے امر بھی موجود ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پھر اگر یہ بے ہوش شخص جس کی طرف سے دوسرے نے احرام باندھا، وہ ہوش میں آ جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو آگے اپنے حج کا احرام جاری رکھنا درست ہے۔

اور جن کے نزدیک اس کی طرف سے دوسروں کا احرام باندھنا معتبر نہیں، ان کے نزدیک ہوش میں آنے کے بعد اگر وہ احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کو پالے، اور حج کے مناسک ادا کر لے، تو ہی اس کا حج درست ہوگا، ورنہ درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۷...... جس نے ہوش وحواس کی حالت میں اپنا احرام خود باندھا، اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا، تو اس کی وجہ سے اس کے احرام پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۲۸...... اگر کوئی عاقل بالغ شخص کفر کی حالت میں حج کے لئے چلا، اور اسی حال میں احرام بھی باندھ لیا، تو کفر کی وجہ سے اس کا احرام باندھنا معتبر نہیں؛ پھر اگر وہ وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر) سے پہلے مسلمان ہو جائے، اور مسلمان ہونے کے بعد احرام کی تجدید کر لے، اور دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے وقوفِ عرفہ کر لے اور حج کے باقی مناسک بھی پورے کر لے، تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ [1]

اور اگر کسی نے مسلمان ہونے کی حالت میں حج کا احرام باندھا، اور پھر حج کرنے سے پہلے نعوذ باللہ تعالیٰ وہ مرتد ہو گیا، تو اس کا احرام باطل ہو جائے گا۔

لیکن اگر وہ وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے اسلام قبول کر کے احرام کی تجدید کر لے، اور وقوفِ عرفہ اور حج کے دیگر مناسک پورے کر لے تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔

(مزید تفصیل اور حوالہ جات کے لئے ہماری دوسری کتاب ''ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] کیونکہ حالتِ کفر میں احرام منعقد نہیں ہوتا، اسی وجہ سے کافر کے احرام شروع کر کے اس کے فسخ کرنے سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، لہٰذا اس حالتِ کفر کے احرام پر وقوفِ عرفہ کا مرتب ہونا بھی معتبر نہیں ہوگا۔

(فصل نمبر۱)

احرام کی میقات کا بیان

حج یا عمرہ کا احرام شروع کرنے کے لئے شریعت کی طرف سے مخصوص زمانہ اور مخصوص مقامات متعین ہیں، جن کو شریعت کی زبان میں میقات کہا جاتا ہے، اور میقات کی جمع مواقیت آتی ہے۔ [۱]

آگے میقات کے احکام کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... حج یا عمرہ کے لئے شریعت کی طرف سے دوقسم کی میقاتیں مقرر کی گئی ہیں۔

ایک زمانہ والی میقات ہے، جس کو عربی میں میقاتِ زمانی کہا جاتا ہے۔

اور دوسری مقام اور جگہ والی میقات ہے، جس کو عربی میں میقاتِ مکانی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... حج کے احرام کا مخصوص زمانہ یعنی حج کی میقاتِ زمانی شوال اور ذوالقعدہ کے دو مہینے اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کوئی میقاتِ زمانی یعنی حج کے مہینے شروع ہونے (بالفاظِ دیگر شوال کا چاند نظر آنے) سے پہلے حج کا (نہ کہ عمرہ کا) احرام باندھ لے، تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے

---

[۱] البتہ ہمارے عرف وزبان میں میقات یا مواقیت کا استعمال اکثر وبیشتر مخصوص مقامات کے لئے ہوتا ہے۔

[۲] اور مالکیہ کے نزدیک ذوالحجہ کا پورا مہینہ اشہرِ حج (یعنی حج کی میقاتِ زمانی) میں داخل ہے، مگر اس حیثیت سے نہیں کہ اس پورے مہینہ میں حج کا احرام باندھنا جائز ہے، بلکہ اس حیثیت سے کہ ان تین مہینوں کا بعض حصہ ابتدائے احرام کا وقتِ جواز ہے، اور وہ شوال کی ابتداء سے یوم النحر کی فجر کے طلوع کے درمیان دائر ہے، اور بعض حصہ احرام سے حلال ہونے کا ہے، اور وہ یومُ النحر کی فجر سے شروع ہوکر ذوالحجہ کے آخر تک جاری رہتا ہے۔
پھر فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کا دن بھی حج کے مہینوں میں داخل ہے یا نہیں؟ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ حج کے مہینوں میں داخل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک حج کے مہینوں کا آخری وقت یومُ النحر یعنی دس ذی الحجہ کی رات پر ختم ہوجاتا ہے، اور حنفیہ میں سے امام ابویوسف سے بھی اس طرح کی روایت مروی ہے۔

نزدیک اس کو ایسا کرنا مکروہ ہے، اگرچہ اس کا احرام منعقد و معتبر ہو جاتا ہے۔

اور شافعیہ کے راجح قول کے مطابق حج کے مہینے شروع ہونے (یعنی شوال کا چاند نظر آنے) سے پہلے حج کا احرام سِرے سے منعقد و معتبر نہیں ہوتا، اور اگر کوئی ایسا کرلے، تو اس کا یہ احرام صرف عمرہ کے لئے منعقد و معتبر ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر۴...... عمرہ کے احرام کا کوئی زمانہ (یعنی میقاتِ زمانی) مقرر نہیں، کیونکہ وہ پورے سال کرنا جائز ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک نو ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک (یعنی کل پانچ دن) عمرہ کرنا مکروہ ہے، اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵...... حج و عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے شریعت کی طرف سے مختلف جگہوں میں موجود لوگوں کے لئے کچھ مقامات مقرر ہیں، جن کو میقاتِ مکانی کہا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص میقات سے باہر ہے، جس کو آفاقی کہا جاتا ہے، تو اسے حج یا عمرہ کا میقات سے پہلے پہلے یا میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا ضروری ہے، اور شریعت کی طرف سے آفاقی کے لئے جو میقاتیں مقرر کی گئی ہیں، ان کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

ان میقاتوں میں سے ایک میقات کا نام ''ذوالحلیفہ'' ہے، جس کو ''آبارِ علی'' یا ''بئرِ علی'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ بیتُ اللہ سے شمال کی طرف اور مدینہ منورہ وغیرہ سے حرم کی طرف آتے ہوئے راستہ میں واقع ہے، اور اس میقات کا بیتُ اللہ سے فاصلہ دوسری میقاتوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ہے، اور یہ میقات مدینہ منورہ کے قریب ہے، چنانچہ آج کل کے اعتبار سے ذوالحلیفہ نامی میقات کا حرم سے فاصلہ تقریباً ساڑھے چار سو کلومیٹر کا بتلایا جاتا ہے۔

اور دوسری میقات کا نام ''جحفہ'' ہے، جس کو ''مہیعہ'' اور ''رابغ'' بھی کہا جاتا ہے، جو بیتُ اللہ سے شمال مغرب کی طرف اور ملکِ شام وغیرہ سے حرم میں آتے ہوئے واقع ہے، اور اس میقات کا بیتُ اللہ سے فاصلہ سِوائے ذوالحلیفہ کے دوسری میقاتوں کے مقابلہ میں زیادہ

---

[1] البتہ حنفیہ کے نزدیک ان پانچ دنوں میں کوئی عمرہ کرے، تو وہ کراہت کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔

لو أدی العمرۃ فی ہذہ الأیام صح (المبسوط للسرخسی، ج۴ ص ۱۷۸، کتاب المناسک)

ہے، چنانچہ آج کل کے اعتبار سے جحفہ نامی میقات کا حرم سے فاصلہ تقریباً ایک سو اسّی کلومیٹر کے لگ بھگ بتلایا جاتا ہے۔ [1]

اور تیسری میقات کا نام ''قرنُ المنازل'' ہے، جس کو ''قرن'' اور ''سیل'' یا ''سیلُ الکبیر'' یا ''وادیِ محرم'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ بیتُ اللہ کے مشرق یا جنوبی مشرق کی طرف اور نجد وغیرہ سے حرم میں آتے ہوئے واقع ہے، اور یہ میقات دوسری میقاتوں کے مقابلہ میں حرم کے زیادہ قریب اور میدانِ عرفات کی طرف ہے، چنانچہ آج کل کے اعتبار سے قرنُ المنازل کا حرم سے فاصلہ اسّی کلومیٹر سے کچھ کم کا بتلایا جاتا ہے۔

اور چوتھی میقات کا نام ''ذاتِ عرق'' ہے، جس کو ''الخریبات'' یا ''الضریبہ'' بھی کہا جاتا ہے، جو بیتُ اللہ سے مشرق یا شمالِ مشرق کی طرف عراق وغیرہ سے حرم میں آتے ہوئے واقع ہے۔

اور ذاتِ عرق نامی یہ میقات ''قرنُ المنازل'' کی تقریباً سیدھ اور اس کی محاذات اور اس کے کچھ قریب واقع ہے، اور آج کل کے اعتبار سے ذاتِ عرق کا حرم سے فاصلہ تقریباً نوے کلومیٹر کا بتلایا جاتا ہے۔

اور پانچویں میقات کا نام ''یلملم'' ہے، جس کو ''بلدۃُ السعدیہ'' یا ''سعدیہ'' بھی کہا جاتا ہے، جو بیتُ اللہ سے جنوب کی طرف اور یمن، تہامہ وغیرہ سے حرم میں آتے ہوئے واقع ہے، اور آج کل کے اعتبار سے یلملم کا حرم سے فاصلہ تقریباً ایک سو پچیس کلومیٹر کا بتلایا جاتا ہے۔

یہ میقات یا مواقیت وہ متعین مقامات ہیں، جو اطرافِ عالم سے حرم کی حدود میں آنے والوں کے ہر راستہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں کہ جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے۔

مسئلہ نمبر ۷ ...... مذکورہ مکانی تمام میقاتوں میں اصل اعتبار ان خاص جگہوں کا ہے، ان

---

[1] رابغ دراصل جحفہ نامی میقات سے پہلے آفاق کی طرف اور جحفہ کے قریب میں واقع ہے، لیکن بعض حضرات کے بقول چونکہ جحفہ ویران جگہ ہے، اور اس کی حتمی ویقینی تعیین مشکل ہے، اس لئے اب اس کی بجائے رابغ کو اختیار کرلیا گیا ہے، پس جس نے رابغ سے احرام باندھا، تو گویا کہ اس نے جحفہ سے پہلے احرام باندھا، اور اس کا میقات سے احرام باندھنے کا وجوب یقینی طور پر ادا ہوگیا۔

جگہوں میں واقع تعمیرا ور آبادیوں کا نہیں ہے۔

اسی وجہ سے اگران میقاتوں میں سے کسی میقات پر واقع آبادی ختم ہو جائے، یا اس نام کی یا وہ آبادی کسی اور جگہ منتقل ہو جائے، تو تب بھی اعتبار اس میقات والی مخصوص جگہ کا ہوگا، اور جس جگہ اس نام سے یا وہ آبادی منتقل ہوئی، اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷...... مکانی میقاتوں کے جو نام پہلے ذکر کیے گئے، اگر کوئی خاص ان مقامات سے گزر کر نہیں آ رہا، بلکہ ان مقامات سے ہٹ کر دائیں بائیں کسی اور جگہ سے آ رہا ہے، تو ایسی صورت میں اس طرف واقع میقات کی محاذات اور مقابلہ کا اعتبار ہوگا، یعنی اس طرف جو میقات واقع ہے، اس کی سیدھ والا مقام اس کے لئے میقات کہلائے گا۔

مسئلہ نمبر ۸...... جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے کسی میقاتِ مکانی سے گزرتے ہوئے آنا چاہتا ہے، تو اس کو میقات سے پہلے پہلے احرام باندھنا چاہئے۔

اور اس کو میقات پر پہنچ کر اس میقات کو عبور کرنے سے پہلے اور اس میں داخل ہوتے ہی احرام باندھ لینا افضل ہے۔

اور اگر وہ میقات میں داخل ہونے کے بعد مگر اس کی حدود ختم ہونے سے پہلے پہلے احرام باندھ لے، تو بھی جائز ہے۔

مثلاً جو شخص مدینہ منورہ سے حرم میں آنا چاہتا ہے، تو اسے ذوالحلیفہ نامی میقات شروع ہوتے ہی احرام باندھ لینا افضل ہے، اور اگر کوئی ذوالحلیفہ میں داخل ہونے کے بعد مگر اس کی حدود ختم ہونے سے پہلے پہلے احرام باندھ لے، تب بھی جائز ہے۔

اور یہی حکم میقات کی سیدھ میں اس کے قریب واقع مقام کا بھی ہے۔

ملحوظ رہے کہ بیرون ممالک سے ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز سے سعودی عرب آنے والے عازمینِ حج وعمرہ بکثرت پہلے جدہ اور پھر وہاں سے ہی حرم میں داخل ہوتے ہیں۔

اور بعض جہاز یلملم سے اور بعض قرنُ المنازل سے ہوتے ہوئے پھر جدہ پہنچتے ہیں، اور قرنُ

المنازل بیتُ اللہ سے مشرق کی سمت میں تقریباً اسّی کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، جبکہ یلملم بیتُ اللہ سے ایک سو پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر بیتُ اللہ سے جنوب مشرق کی سمت میں واقع ہے، اور جدہ بیتُ اللہ سے اسّی کلومیٹر کے لگ بھگ فاصلہ پر مغرب کی سمت میں واقع ہے۔

پس ہوائی جہاز کے ذریعہ سے ہندو پاکستان سے سفر کرنے والے عازمینِ حج وعمرہ اگر قرنُ المنازل یا یلملم کی میقات سے عبور کرتے ہوئے جدہ پہنچیں، تو انہیں قرنُ المنازل یا یلملم کی میقات عبور کرنے سے پہلے احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

البتہ اگر کوئی مشرق کی طرف سے سمندری راستہ سے سفر کرتے ہوئے جدہ آئے، تو جدہ میں داخل ہونے سے پہلے اس کے راستہ میں کوئی میقات نہیں پڑتی، اور خود جدہ میقات نہیں، بلکہ وہ جحفہ کی میقات کی طرف مگر جحفہ کے مقابلہ میں حرم سے قریب واقع ہے، اس لئے ایسے شخص کو جدہ میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لینے میں احتیاط ہے، جس کی وجہ آگے آتی ہے۔

مسئلہ نمبر۹...... جو شخص حج یا عمرہ کے لئے ایسے مقام سے گزر کر جارہا ہے کہ اس کے راستہ میں کوئی متعین مکانی میقات نہیں آتی، تو اسے چاہئے کہ وہ میقات کی سیدھ والے مقام سے گزرنے میں احتیاط سے کام لے، کہ کہیں احرام کے بغیر میقات کی سیدھ سے آگے نہ بڑھ جائے۔

اور اگر اسے میقات کی سیدھ کا علم نہ ہو، مثلاً وہ میقات سے غیر معمولی فاصلہ پر ہو، تو بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اسے چاہئے کہ وہ بیتُ اللہ سے زیادہ سے زیادہ دو مرحلوں یعنی اڑتالیس میل (جو کہ شرعاً مدتِ مسافت بھی ہے) کا فاصلہ رہ جانے سے پہلے پہلے احرام باندھ لے، کیونکہ حرم سے قریب ترین میقات یعنی ''قرنُ المنازل'' تقریباً اتنے فاصلہ پر ہی واقع ہے۔ [1]

---

[1] اور پیچھے گزر چکا ہے کہ قرن المنازل کا فاصلہ حرم شریف سے اسی کلومیٹر سے کچھ کم ہے، جو آج کل علماء کے حساب سے دو مرحلوں یعنی اڑتالیس میل کے قریب بنتا ہے، کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اڑتالیس میل اسّی کلومیٹر سے کچھ کم اور بعض کے نزدیک اسّی بلکہ اکیاسی کلومیٹر بنتے ہیں، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ صورت میں جس جہت سے وہ جا رہا ہے، اس جہت سے جو میقات اس کے قریب پڑتی ہے، اس کا بیت اللہ سے جتنا فاصلہ ہے، بیتُ اللہ سے اتنا فاصلہ رہ جانے پر احرام باندھنا چاہئے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

جس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام نے قرن المنازل کے فاصلہ میں پوری تحدید کے بجائے مدتِ مسافت کی تقریب کے حساب سے کام لیا ہے، اور شرعاً اتنا فرق معاف ہوجاتا ہے، اور جدہ بھی حرم سے مدتِ مسافت پر واقع ہے، لہٰذا جو بعض حضرات نے جدہ کے حرم شریف سے فاصلہ کو قرن المنازل سے کم قرار دے کر اس کو حتمی ویقینی طور پر میقات کے اندر یعنی حِل میں داخل ہونے کا حکم لگایا ہے، وہ دقت پر مبنی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جدہ میقات سے غیر معمولی دور ہے، اس لئے اس کو کسی میقات کے عین محاذات میں قرار دینا حتمی نہیں کہلا سکتا۔

علاوہ ازیں مدتِ مسافت نماز کے قصر واتمام کے اعتبار سے بھی ایک معیار ہے۔

اور پہلے زمانہ میں کلومیٹر کے بجائے میلوں کا رواج تھا، اور ایک میل کا فاصلہ ایک کلومیٹر سے غیر معمولی زائد ہوتا ہے، اور کسر کو شرعاً بڑ رود رگزر بھی کر دیا جاتا ہے، اس لئے جدہ کو میقات کے محاذی قرار دینا بھی بلا دلیل اور نامعقول نہیں ہے۔

[1] مذکورہ دونوں اقوال کو پیشِ نظر رکھ کر جب جدہ کی موجودہ حالت کا جائزہ لیا جاتا ہے، تو جدہ کا حرم شریف سے فاصلہ تقریباً اسی کلومیٹر ہے، پس اس کا فاصلہ قرن المنازل کے تقریباً مساوی ہے، اور وہ حرم سے دو مراحل یا مدتِ مسافت پر ہے، اور قرن المنازل حرم شریف کی سب سے قریبی میقات ہے، اسی سے فقہائے کرام نے محاذات اور دو مرحلوں یا مدتِ مسافت کے فاصلہ کو اخذ کیا ہے، جس کی تفصیل پہلے گزری۔

اور اگر جدہ کی جہت والی میقات کو دیکھا جائے، تو وہ جحفہ ہے، جو حرم شریف سے تقریباً ایک سو ستاسی کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

پس اگر جہت والی میقات کے فاصلہ والے قول کا اعتبار کیا جائے، تو جدہ بالیقین داخلِ میقات بن جاتا ہے، اور اس طرف سے حرم میں داخل ہونے والوں کے لئے جدہ سے پہلے احرام باندھنا ضروری ہوجاتا ہے۔

اور اگر دو مرحلوں والے قول کا اعتبار کیا جائے، تو جدہ سے پہلے احرام باندھنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ خود جدہ سے احرام باندھنا بھی جائز ہوجاتا ہے۔

اور غالباً انہی دونوں قولوں کے اختلاف کی وجہ سے جدہ کے داخلِ میقات اور خارجِ میقات ہونے میں ایک عرصہ سے اہلِ علم حضرات کی آراء مختلف ہیں۔

ہمارے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ کسی اور میقات سے گزرے بغیر آفاق سے آنے والوں کے لئے جدہ کو داخلِ میقات (یعنی حِل میں) قرار دیا جائے، اور جدہ سے پہلے احرام باندھنے کا حکم دیا جائے، لیکن اگر کوئی جدہ میں داخل ہونے والا شخص جو کسی اور میقات سے گزرے بغیر جدہ میں داخل ہو رہا ہے، وہ اگر جدہ سے ہی احرام باندھ لے، تو دو مرحلہ والے قول کے مطابق اس کی بھی گنجائش ہونی چاہئے، اور اس کے مطابق اہلِ علم کی ایک جماعت کا قول بھی موجود ہے۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر۱۰...... اگر کوئی ایسے راستہ سے سفر کر رہا ہے کہ اس کے راستہ میں دو مکانی میقاتیں پڑتی ہیں، ایک پہلے پڑتی ہے، اور ایک اس کے بعد۔

تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک پہلی میقات سے احرام باندھنا افضل ہے، اور دوسری میقات تک اس کو احرام باندھنے کا عمل مؤخر کرنا جائز مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اسے پہلی والی میقات سے ہی احرام باندھنا واجب ہوجاتا ہے، جیسا کہ شام اور مصر یا مغرب کی طرف کے علاقوں سے آنے والوں کی میقات **جحفہ** ہے، اب اگر وہ مدینہ سے گزرتے ہوئے حرم جائیں تو **ذوالحلیفہ** کی میقات بھی راستہ میں واقع ہے۔

تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک **جحفہ** سے احرام باندھنا افضل اور **ذوالحلیفہ** سے جائز، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جحفہ ہی سے احرام باندھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۱۱...... جو مکانی میقات ذکر کیے گئے، ان کے شروع ہونے سے پہلے احرام باندھنا بلاشبہ جائز ہے، لیکن افضل طریقہ کیا ہے؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک میقات شروع ہونے سے پہلے بلکہ گھر سے ہی احرام باندھ لینا افضل ہے، بشرطیکہ احرام کے احکام اور اس کی پابندیوں کو نبھایا جاسکتا ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یہ بات مکرر یاد رکھنی چاہئے کہ مذکورہ تفصیل اس وقت ہوگی، جبکہ کوئی حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھنے والا شخص جدہ میں اس طرح داخل ہو کہ اس سے پہلے کسی اور میقات سے گزر کر نہ آیا ہو، اور اگر کسی اور میقات سے گزر کر جدہ آیا ہو، تو اسے اس میقات سے ہی احرام باندھنا متعین ہوجائے گا، کیونکہ جدہ خود سے میقات نہیں، اگرچہ اس کے میقات کے محاذ میں ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہو۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر دو عین میقاتوں سے گزرتا ہوا کوئی آئے، تو اگلی میقات سے احرام باندھنے کی گنجائش ہوتی ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی بھی گنجائش نہیں ہوتی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ہندوپاکستان سے جدہ پہنچنے والے ہوائی جہاز عموماً قرن المنازل سے گزرتے ہوئے جدہ پہنچتے ہیں، اگر اسی طرح ہو، تو ایسے لوگوں کو جدہ پہنچنے سے پہلے قرن المنازل سے ہی احرام باندھنا چاہئے، اور ان کو جدہ سے احرام باندھنے کی گنجائش دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔

اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے، اور میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا سنت ہے، اور حج یا عمرہ کا ارادہ کر کے جانے والے کو سب کے نزدیک احرام کے بغیر میقات سے آگے بڑھنا جائز نہیں، ورنہ میقات پر واپس آ کر (خواہ وہی میقات ہو یا کوئی اور) احرام باندھنا واجب اور بصورتِ دیگر دَم واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... جو شخص مکانی میقات سے گزر کر حرم کی حدود میں تو داخل ہونا چاہتا ہے، مگر اس کا ارادہ حج یا عمرہ کچھ بھی کرنے کا نہیں ہے، بلکہ کسی اور کام مثلاً ملازمت، تجارت، وغیرہ کی غرض سے حرم کی حدود میں داخل ہونے کا ارادہ ہے، تو حنفیہ سمیت بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس کو بھی میقات سے حج یا عمرہ کسی ایک کا احرام باندھ کر حرم کی حدود میں داخل ہونا ضروری ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جو شخص حرم کی حدود میں حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے جانا چاہتا ہے، تو اس کو احرام باندھنا ضروری نہیں، اگرچہ مستحب ہے (اور حرم کی حدود کی تفصیل آگے آتی ہے) [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... مذکورہ مسئلہ میں تفصیل تو مکانی میقات سے باہر سے (حج وعمرہ کے لئے یا حرم میں) آنے والوں کے لئے تھی، اور اگر کوئی شخص میقات کے اندر مگر حرم کی حدود سے باہر یعنی حِل میں موجود ہے، جسے حِلی بھی کہا جاتا ہے، اور وہ وہاں سے حج وعمرہ کے بجائے کسی اور غرض سے حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو اس کو حرم کی حدود میں بغیر احرام کے داخل ہونا حنفیہ سمیت سب فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

---

[1] آج کل نقل وحمل کے ذرائع عام اور تیز ہونے کی وجہ سے بہت سے تجّار، وملازم اور پیشہ ور لوگوں کو کثرت سے میقات سے گزر کر حرم میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور ہر مرتبہ عمرہ کی ادائیگی کا مکلّف کرنے میں حرجِ عظیم لازم آتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے بعض اہلِ علم حنفیہ نے احرام کے بغیر حدودِ حرم میں داخلہ کی گنجائش دی ہے۔

علاوہ ازیں شافعیہ کی دلیل بھی اس سلسلہ میں معقول ہے، کیونکہ ایک روایت میں حج یا عمرہ کی قید کے بغیر میقات سے احرام باندھنے کا اور دوسری روایت میں حج یا عمرہ کی قید کے ساتھ احرام باندھنے کا ذکر آیا ہے، اور یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴...... جو شخص مکانی میقات سے باہر نہیں ہے، بلکہ میقات کے اندر مگر حرم سے باہر یا عین میقات میں موجود ہے، جس کو کہ حِل اور ایسے مقام پر موجود شخص کو حلّی کہا جاتا ہے، جیسا کہ عسفان میں، تو حنفیہ کے نزدیک وہ حل کی کسی بھی جگہ سے یعنی حرم کی حدود سے باہر باہر، جہاں سے چاہے حج کا احرام باندھ سکتا ہے، اور حرم کی حدود کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۵...... جو شخص حرم کی حدود میں موجود ہے (خواہ وہاں کا مستقل باشندہ ہے، یا وہاں پر کسی کام سے آیا ہوا ہے) تو اس کو حرم کی کسی بھی جگہ سے حج کا (نہ کہ عمرہ کا) احرام باندھنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ حرم کی حدود میں حج کا احرام باندھنا واجب ہے۔

اور اسی وجہ سے اگر یہ شخص حرم کی حدود سے باہر جا کر حج کا احرام باندھے گا، تو اس کو حرم میں لوٹ کر آنا اور وہاں سے احرام کی تجدید کرنا ضروری ہوگا، ورنہ اس پر دَم واجب ہوگا۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۶...... بیتُ اللہ اور مسجدِ حرام کے اطراف میں ہر طرف حرم کی حدود واقع ہیں، اور حرم کی حدود کے مخصوص احکام و پابندیاں ہیں۔

حرم کی حد، جحفہ یا رابغ نامی میقات کی طرف ''تنعیم'' تک ہے، جو بیتُ اللہ سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اور آج کل اس جگہ مسجدِ عائشہ قائم ہے۔

اور یمن کی طرف حرم کی حد، اضاءۃِ لبن تک ہے، جو بیتُ اللہ سے تقریباً تیئس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اور جدہ کی طرف حرم کی حد، حدیبیہ تک ہے، جو بیتُ اللہ سے تقریباً بائیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

---

[1] جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وہ حج کا احرام اسی جگہ سے باندھے گا، جہاں سے حج کے لئے روانہ ہوگا۔

[2] اور اگر یہ حرم کی حدود میں موجود شخص حج کے بجائے، عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حج کے احرام کے برعکس عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے اس کو حرم کی حدود سے باہر حِل میں جانا ضروری ہوگا، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''عمرہ کے فضائل واحکام'' میں بیان کردی ہے۔

اور مدینہ منورہ کی طرف حرم کی حد، جعرانہ تک ہے، جو بیتُ اللہ سے تقریباً چوبیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اور قرنُ المنازل نامی میقات کی طرف حرم کی حد، نخلہ تک ہے، جو بیتُ اللہ سے تقریباً چودہ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اور طائف کی طرف حرم کی حد، میدانِ عرفات سے متصل وادی عرنہ یا بطنِ عرنہ تک ہے، جو بیتُ اللہ سے تقریباً سولہ، سترہ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اس کو حرم کی حدود کہا جاتا ہے۔

اور آج کل ہر طرف سے حرم کی حدود پر حکومت کی طرف سے نشانات وعلامات قائم ہیں۔

ملحوظ رہے کہ منیٰ اور مزدلفہ دونوں حرم کی حدود میں واقع ہیں، البتہ عرفات حرم کی حدود سے باہر حِل میں واقع ہے۔

پیچھے جن جن مسائل میں حرم یا اس کی حدود کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد حرم کی یہی مذکورہ حدود ہیں، اور حج وعمرہ کرنے والا بھی کیونکہ حرم کی حدود میں داخل ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھی حرم کی ان حدود میں داخلے کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ جس طرح حرم کی حدود میں داخل ہونے والے بہت سے لوگوں کو احرام باندھ کر داخل ہونے کا حکم ہے، اسی طرح حرم میں خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا اور حرم کی حدود میں خودرَو، درخت اور ہری گھاس پھونس کو کاٹنا بھی منع ہے، اور یہ ممانعت احرام میں موجود شخص کے علاوہ دوسرے لوگوں کے حق میں بھی ہے، جن کے بارے میں شریعت کی طرف سے مستقل احکام ہیں، ان احکام کا ذکر آگے احرام کے ممنوعات ومحظورات کے بیان میں آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر۲)

احرام باندھنے کا مسنون ومستحب طریقہ

جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھنا چاہے، تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے جسم سے میل وکچیل دُور کرلے، اور اپنے جسم کے فاضل (زیرِ ناف، زیرِ بغل، مونچھ کے) بال اور اُنگلیوں کے ناخن کاٹ لے، اور شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر زیب وزینت حاصل کرلے۔

اور احرام کی نیت سے غسل کرلے، اور اگر وہ جنبی ہو، یعنی اس کو غسل کرنا ضروری ہو، تو ایک ہی غسل ناپاکی دُور کرنے اور احرام کی نیت سے کافی ہوجائے گا۔

اور اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، تو اس کو بھی صفائی حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرلینا افضل ومسنون ہے۔

اور اگر کسی کو غسل کرنے میں کوئی عذر ہو تو وضو پر اکتفاء کرلینا بھی جائز ہے۔

اور غسل کے بعد افضل یہ ہے کہ بدن اور لباس وکپڑوں پر ایسی خوشبو لگالے کہ جس خوشبو کا جسم اور دَل بعد میں باقی نہ رہے، پھر اگر احرام باندھنے والا مرد ہو تو سِلے ہوئے کپڑوں کے بجائے دونئی یا استعمال شدہ دُھلی ہوئی چادریں پہن لے، جو سفید رنگ کی ہوں تو بہتر ہے، اور اگر کسی اور رنگ کی ہوں تو بھی جائز ہے۔

اور عورت کو حسبِ معمول سِلا ہوا لباس پہنے رکھنا جائز ہے۔

پھر اگر مکروہ وقت نہ ہو، اور عورت حیض اور نفاس کی حالت میں بھی نہ ہو، تو احرام کی نیت سے دو رکعتیں نفل پڑھ لے۔

اور احرام کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اگر مرد ہو تو اپنے سر سے کپڑا اہٹادے، اور عورت صرف اپنے چہرے کی جلد پر کپڑا لگنے سے پرہیز کرے۔

احرام کی نیت سے پہلے جو دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں بعض لوگ ان کو سر کھول کر اور اضطباع کر کے پڑھنا ضروری خیال کرتے ہیں، جبکہ مرد کو بلا عذر سر کھول کر اور اضطباع کر کے نماز پڑھنا اچھا نہیں اور احرام شروع ہونے سے پہلے مرد کو سر ڈھانپنا منع نہیں، لہٰذا یہ نوافل سر ڈھانپ کر پڑھنا چاہئے۔

پھر اس کے بعد عمرہ کی دل میں نیت کرے، اور زبان سے بھی نیت کے عربی یا کسی اور زبان میں الفاظ ادا کر لے، تو بہتر ہے، مگر ضروری نہیں، اور ساتھ ہی احرام شروع کرنے کی نیت سے تلبیہ بھی پڑھ لے۔

اس کے بعد احرام شروع ہو جائے گا، اور احرام کی پابندیاں لازم ہو جائیں گی، جو اس وقت تک برقرار رہیں گی، جب تک عمرہ کو ادا نہ کر لیا جائے۔

احرام سے متعلق ایک مشورہ

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ احرام کی پابندیاں اس وقت شروع ہوتی ہیں، جب کوئی شخص احرام کی نیت کرے، اور حنفیہ کے نزدیک اس نیت کے ساتھ تلبیہ بھی پڑھے۔

اور آج کل قانونی وانتظامی چیزوں کی وجہ سے بعض اوقات سفر مؤخر یا معطل ہو جاتا ہے، مثلاً جہاز میں فنی خرابی پیدا ہو جاتی ہے، یا سفر کے لئے جہاز میسر نہیں ہوتا، یا اور کوئی قانونی یا غیر قانونی مجبوری پیش آ جاتی ہے، جس کی بناء پر فی الفور سفر کرنا ممکن نہیں رہتا، اور احرام شروع کرنے کے بعد اس کی پابندیوں کو زیادہ وقت تک نبھانا مشکل ہوتا ہے، اس لئے احرام شروع کرنے والوں کو یہ مشورہ ہے کہ وہ میقات کے قریب پہنچ کر احرام شروع کریں، تو زیادہ سہولت کا باعث ہے، البتہ غسل کرنے اور احرام کی چادریں پہننے وغیرہ کا عمل بے شک پہلے اپنے گھر یا ائر پورٹ پر کر لیں، جس کے بعد ضرورت پڑنے پر وہ چادریں اتار بھی سکتے ہیں۔

(فصل نمبر ۳)

احرام کی سنن، مباحات، مکروہات وممنوعات

احرام کی حالت میں بعض چیزیں سنت ہیں، بعض چیزیں مستحب ہیں، بعض چیزیں مباح وجائز ہیں، اور بعض چیزیں مکروہ ہیں، اور بعض چیزیں ممنوع وناجائز ہیں۔
آگے ان کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

احرام کی سنتیں

احرام کے لئے بعض چیزیں سنت ہیں، جن کو اختیار کرنا باعثِ ثواب ہے، اور ان کا بلا عذر ترک کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، مگر ان کی خلاف ورزی پر دَم وغیرہ واجب نہیں۔
آگے احرام کی ان سنتوں کا مع متعلقہ ضروری پہلوؤں کے ذکر کیا جاتا ہے۔
مسئلہ نمبر ۱...... احرام شروع کرنے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔
اور احرام کے لئے یہ غسل کرنا سنت ومستحب ہے، فرض یا واجب نہیں۔
لہٰذا اگر کوئی غسل نہ کرے، بلکہ وضو پر اکتفاء کرلے، تو بھی گناہ نہیں۔
اور اگر احرام شروع کرتے وقت عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، تو اس کو بھی غسل کر لینا سنت ومستحب ہے، کیونکہ اس غسل کا مقصود صفائی کا حاصل کر لینا بھی ہے۔
اور اگر کوئی احرام شروع کرنے سے کچھ یا زیادہ دیر پہلے غسل کرلے، اور پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے، اور اس کے بعد یہ صرف وضو کرلے، غسل کو نہ دہرائے، تو تب بھی غسل کی سنت کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔
مسئلہ نمبر ۲...... احرام شروع کرتے وقت (نہ کہ احرام شروع کرنے کے بعد) اپنے بدن کو (نہ کہ لباس کو) خوشبو لگانا سنت ہے، اگرچہ اس خوشبو کا رنگ یا جسم احرام کے بعد بھی باقی رہے۔

اور احرام کے کپڑوں اور لباس میں احرام شروع کرنے سے پہلے ایسی خوشبو لگانا تو منع ہے، جس کا جسم احرام شروع کرنے کے بعد باقی رہے، لیکن ایسی خوشبو لگانا جائز ہے کہ جس کا جسم احرام شروع کرنے کے بعد باقی نہ رہے، اگرچہ اس کی خوشبو باقی رہے۔

البتہ اگر احرام شروع کرنے کے بعد احرام کے خوشبو والے لباس یا کپڑے کو اپنے بدن سے الگ کر دے یا اتار دے، تو پھر اس کو احرام کی حالت میں دوبارہ جسم پر پہننا یا اوڑھنا جائز نہیں، بشرطیکہ اس میں خوشبو کی مہک موجود ہو، کیونکہ احرام کی حالت میں اس خوشبودار یا خوشبو مہکنے والے لباس یا کپڑے کو دوبارہ استعمال کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال کرنا، یا خوشبودار کپڑا پہننا، اور احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال کرنا ظاہر ہے کہ منع ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لینا سنت سے ثابت ہے۔

لیکن اگر مکروہ وقت ہو تو پھر احرام سے پہلے کی ان دو رکعتوں کو نہیں پڑھنا چاہئے۔

اور اگر کوئی احرام شروع کرنے سے پہلے خاص احرام کی غرض سے دو نفل رکعتیں نہ پڑھے، بلکہ کوئی اور سنت نماز پڑھ لے، تو بھی احرام کی ان دو رکعتوں کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

اور اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہے، تو پھر اسے یہ دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔

مسئلہ نمبر ۴...... احرام باندھنے والے کے لئے یہ چیز بھی سنت میں داخل ہے کہ احرام کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھتا رہے، اور احرام شروع کرنے کے وقت بطورِ خاص تلبیہ پڑھے، اور تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ.

’’میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر تعریف اور ہر نعمت آپ کے لیے ہے، اور

ملک و بادشاہت بھی، آپ کا کوئی شریک نہیں ہے‘‘ (بخاری)

اور احرام کی حالت میں بطورِ خاص اوپر نیچے چڑھنے اور ایک دوسرے سے ملنے کے وقت اور فرض نماز کے بعد اور ایک حالت سے دوسری حالت تبدیل ہوتے وقت تلبیہ پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور مرد حضرات کو کچھ بلند آواز سے اور عورتوں کو آہستہ آواز سے تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ احرام شروع کرنے کی نیت کرنے کے ساتھ تلبیہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے۔

احرام کی جائز اور مباح چیزیں

احرام کی حالت میں بعض چیزیں جائز ہیں، جن کو اختیار کرنے کی وجہ سے نہ تو کوئی کفارہ اور دَم وغیرہ لازم آتا، اور نہ کوئی گناہ وکراہت لازم آتی۔

مثلاً احرام کی حالت میں گرم پانی سے غسل کرنا، پانی میں اس طرح غوطہ لگانا، جس سے سر بھی پانی میں ڈوب جائے یا جسم کا کوئی حصہ اس طرح دھونا بلا کراہت جائز ہے، کہ جس میں جسم کو رگڑا نہ جائے، اور میل وکچیل دور نہ کیا جائے۔

اور احرام کی حالت میں بقدرِ ضرورت چکنائی وغیرہ دور کرنے کے لئے ایسا صابن یا سرف استعمال کرنا جائز ہے کہ جس میں خوشبو شامل نہ ہو۔

اور احرام کی حالت میں مرد وعورت کو اکثر فقہاء کے نزدیک مباح انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں عورت کو اپنے جسم کے تمام اعضاء پر سِلا ہوا لباس اور بند جوتے پہننا جائز ہے، جس میں حنفیہ کے نزدیک ہاتھوں کے دستانے پہننا بھی داخل ہے۔

البتہ عورت کو چہرہ پر کپڑا لگانا منع ہے۔

اور احرام کی چادر کے تہبند میں روپیہ یا گھڑی وغیرہ رکھنے کے لئے جیب لگانا جائز ہے۔

اور اسی طرح مرد کو رقم وغیرہ محفوظ رکھنے کے لئے ''ہمیانی'' باندھنا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں آئینہ دیکھنا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں ٹوٹے ہوئے ناخن کو الگ کرنا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں حجامہ کرانا اور فصد کرانا جائز ہے، بشرطیکہ بال نہ اُکھاڑے جائیں۔

اور احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے کا اوڑھنا جائز ہے، جبکہ اسے جسم پر پہنا نہ جائے۔

اور احرام کی حالت میں پالتو جانوروں مثلاً اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کا ذبح کرنا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں چشمہ لگانا جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں رخسار تکیہ پر رکھنا، اور اپنا یا دوسرے کا ہاتھ سر پر رکھنا یا ناک پر رکھنا، اور ٹھوڑی سے نیچے ڈاڑھی کو اور کانوں کو اور گدی اور ہاتھوں کو چادر، تولیہ وغیرہ سے ڈھانکنا جائز ہے۔ [۱]

اور احرام کی حالت میں پان کھانا جائز ہے، لیکن نہ کھانا بہتر ہے۔ [۲]

اور احرام کی حالت میں آنت وغیرہ اُترنے کے عذر کی وجہ سے لنگوٹ یا'' ہرنیا ایڈ'' (Hernia Aid) باندھنا جائز ہے، اور بغیر عذر کے مکروہ ہے، مگر اس پر کوئی کفارہ وغیرہ

---

[۱] ووضع خده على وسادة ووضع يده أو يد غيره على رأسه أو أنفه وتغطية اللحية ما دون الذقن وأذنيه وقفاه ويديه أى بمنديل ونحوه (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲ ص ۳۵۰، كتاب الحج، باب الاحرام)

ولا بأس للمحرم أن يغطى أذنيه أو من لحيته ما دون الذقن ولا يمسك على أنفه بثوب ولا بأس بأن يضع يده على أنفه ولا يغطى فاه ولا ذقنه ولا عارضاً (فتاوىٰ قاضيخان، ج ۱ ص ۱۹۵، كتاب الحج)

[۲] امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

پان چونکہ داخلِ طیب نہیں، گو موجبِ زینت ہے، منافی احرام نہیں، اور الائچی اور مثل اُس کے طیب ضرور ہیں، مگر چونکہ پان وتمباکو میں مغلوب ہیں، لہٰذا وہ بھی جنایت نہیں، گو خالی از کراہت بھی نہیں (امداد الفتاویٰ، جلد۲، صفحہ۱۶۲، باب الاحرام)

اسی طرح اگر کوئی احرام کی حالت میں نسوار کھائے یا سگریٹ نوشی کرے، تو اس سے احرام میں خلل نہیں آتا، لیکن فی نفسہ ان چیزوں کا استعمال کراہت سے خالی نہیں۔

واجب نہیں۔ [۱]

البتہ مرد کو احرام کی حالت میں نیکر پہننا بہر حال جائز نہیں۔

اور احرام کی حالت میں ہاتھ میں گھڑی پہننا جائز ہے، **لانہ لیس بساتر۔**

اور احرام کی حالت میں چونکہ حجامہ کرانا یعنی سینگی لگوانا جائز ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت کسی کو خون دینا یا خون چڑھوانا یا خون وغیرہ ٹیسٹ کرانا، یا شوگر ٹیسٹ کرانا بھی جائز ہے۔

اور احرام کی حالت میں نکاح کرنا، یا کسی دوسرے کا نکاح پڑھانا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

احرام سے متعلق چند غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ

آج کل احرام کے حوالہ سے معاشرہ میں کئی غلط فہمیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، جن کا کچھ حال ذکر کیا جاتا ہے۔

● ...... احرام شروع کرتے وقت عورت کو نیا لباس اور مرد کو مخصوص وہ چادریں پہننا ضروری نہیں، جو احرام کی نیت سے خریدی گئی ہوں، بلکہ دُھلا ہوا اور استعمال شدہ لباس اور استعمال شدہ چادروں مثلاً دوسرے کا استعمال شدہ احرام کا پہننا بھی جائز ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام کے لئے ایسا نیا کپڑا ضروری ہے جو پہلے استعمال نہ کیا گیا ہو، حالانکہ شرعاً احرام کے لئے نیا اور غیر استعمالی کپڑا ہونا ضروری نہیں۔

● ...... آج کل بعض لوگ احرام کی چادروں کے لئے سفید رنگ ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ شرعاً سفید رنگ کے علاوہ دوسرا رنگ بھی جائز ہے، البتہ سفید رنگ بہتر و مستحب ہے۔

● ...... آج کل بعض لوگ احرام کی حالت میں انہی چادروں کو استعمال کرنا ضروری سمجھتے

---

[۱] اور لنگوٹ سے مراد تین کونے والا کپڑا ہے، جس کے تین کونے آگے سے باندھ دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ چھوٹے بچوں کو پیشاب پاخانہ سے بچنے کے لئے اس طرح کا کپڑا باندھا جاتا ہے، اور ''ہرنیا ایڈ'' سے مراد ایسی بیلٹ ہے، جو لنگوٹ کی طرح کھل جاتی ہے۔

ہیں، جو احرام کی غرض سے لی گئی ہوں، اسی وجہ سے اگر ان کے احرام کی چادریں میلی یا ناپاک ہوجائیں یا پھٹ جائیں تو پریشان ہوتے ہیں، حالانکہ احرام کی حالت میں خاص ان چادروں کا استعمال ضروری نہیں، جو احرام کی غرض سے لی گئی ہوں، بلکہ مرد کو ہر ایسا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے، جو بدن کی وضع قطع پر سلا ہوا نہ ہو، خواہ وہ احرام کی غرض سے نہ لیا گیا ہو اور عام چادر ہی کیوں نہ ہو۔

●......بعض لوگ احرام کی حالت میں سلی ہوئی چادر یا رضائی کے استعمال کو ناجائز سمجھتے ہیں، حالانکہ احرام کی حالت میں ایسا سلا ہوا کپڑا پہننا تو منع ہے، جو بدن کی ہیئت اور وضع کے مطابق کاٹ یا پھاڑ کر بنایا گیا ہو (جیسے کرتا، پائجامہ، بنیان، واسکٹ وغیرہ) لیکن احرام کی حالت میں مرد کو رضائی، کمبل وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

●......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام شروع ہونے کے بعد حلال ہونے تک احرام کی مخصوص چادروں کو رات، دن ہر وقت مستقل پہنے رکھنا ضروری ہے اور اگر ان کو اتار دیا جائے یا کسی ضرورت سے جسم ننگا ہوجائے تو احرام ٹوٹ جاتا ہے، یہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ اس طرح کرنے سے احرام نہیں ٹوٹتا۔

●......بعض لوگ احرام کی چادر میلی یا ناپاک ہونے کے بعد دھونے کو ممنوع سمجھتے ہیں، حالانکہ احرام کی حالت میں، پہنی ہوئی احرام کی چادر یا لباس کو دھونا منع نہیں، البتہ اس میں صرف اتنی احتیاط کی ضرورت ہے کہ اگر اسے احرام والا شخص دھوئے، تو خوشبودار صابن وغیرہ سے نہ دھوئے، اور اگر جسم سے الگ کر کے کوئی غیر احرام والا شخص دھوئے، تو اس کو خوشبودار صابن وغیرہ سے بھی دھونا جائز ہے، البتہ جب اس کو احرام والا شخص اوڑھے یا پہنے، تو اس وقت اس لباس میں صابن وغیرہ کی خوشبو باقی نہیں ہونی چاہئے۔

●......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک احرام کی حالت برقرار رہے اس پورے عرصہ میں اضطباع کیئے (یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر

ڈالے) رکھنا چاہئے اور یہ لوگ اسی حالت میں نماز بھی ادا کرتے ہیں، جبکہ نماز میں اضطباع کرنا مکروہ ہے، اور اضطباع تو صرف ایسا طواف کرتے وقت کرنا سنت ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو اور احرام کی چادریں پہنی ہوئی ہوں، جیسا کہ عمرہ کے طواف میں ہوتا ہے، البتہ ایسے طواف اور نماز کے علاوہ عام حالات میں اضطباع کرنا فی نفسہٖ مکروہ نہیں ہے۔

●......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب انسان حج یا عمرہ کے سفر پر گھر سے روانہ ہوتا ہے تو واپس لوٹنے تک احرام کی پابندیاں برقرار رہتی ہیں، حالانکہ احرام کی پابندیاں حلال ہونے یعنی احرام سے نکلنے تک رہتی ہیں اور جب حج یا عمرہ کر کے احرام سے فراغت ہوگئی تو حلال ہونے کی وجہ سے احرام کی پابندیاں ختم ہوگئیں۔

●......بعض لوگ احرام کی حالت میں ستر کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے، ناف کے نیچے یا گھٹنوں سے اوپر ران کا کچھ حصہ چلتے پھرتے لیٹے بیٹھے ہوئے نظر آرہا ہوتا ہے، جبکہ مرد کا ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ ستر میں داخل ہے اور اس کو احرام کی حالت میں بھی دوسروں سے چھپانا ضروری ہے۔

●......بعض خواتین خاص ایام میں ہوتی ہیں اور احرام کا مرحلہ پیش آجاتا ہے، ایسی حالت میں وہ بہت پریشان ہوتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ اس حالت میں احرام شروع نہیں ہوسکتا، حالانکہ یہ لاعلمی ہے، کیونکہ احرام اس حالت میں بھی شروع کرنا جائز ہے، البتہ اس حالت میں احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا جائز نہیں، لیکن اس کے علاوہ ان کو احرام سے پہلے کے سب کاموں کو (مثلاً فاضل بال، ناخن کاٹنا، غسل) کرنا جائز ہے۔

●......آج کل اکثر خواتین سر پر مخصوص قسم کے رومال کو احرام سمجھتی ہیں اور یہ غلط فہمی بہت عام ہے، حالانکہ عورت کے احرام کا کوئی مخصوص کپڑا مقرر نہیں کہ جس کا عورت کو احرام میں پہننا یا باندھنا ضروری ہو، لہٰذا اس رومال کو احرام سمجھنا درست نہیں، علاوہ ازیں اس کو احرام کی حالت میں سر پر باندھ کر بہت سی خواتین کئی خرابیوں میں بھی مبتلا ہوتی ہیں، مثلاً بعض خواتین

اس کپڑے کو وضو وغیرہ کی حالت میں بھی نہیں اتارتیں اور نہ ہی اس کے نیچے سے ہاتھ پہنچا کر مسح کرتیں، بلکہ اوپر ہی سے ہاتھ پھیر لیتی ہیں اور مسح کا اثر نیچے بالوں تک نہیں پہنچتا، جس کی وجہ سے نہ ان کا وضو ہوتا ہے نہ نماز اور بعض خواتین اس کپڑے سے پیشانی کے اس حصہ کو چھپا دیتی ہیں جو حصہ چہرے میں داخل ہے اور اس حصہ پر کپڑا لگانا منع ہے۔

سر کے بال ٹوٹنے سے بچانے اور پردہ کے لئے کوئی اور طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

●...... آج کل بعض لوگ مرد حضرات کو احرام کی نیچے والی چادر باندھنے کے لئے مخصوص طریقوں کی تلقین کرتے ہیں، اور آگے سے گرہ وغیرہ لگا کر باندھنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں، اور اس کی باقاعدہ تعلیم دیتے ہیں، اور اس میں بڑے غلو سے کام لیتے ہیں۔

جبکہ شریعت کی طرف سے احرام کی چادر باندھنے کا کوئی مخصوص طریقہ مقرر نہیں کیا گیا، اور بعض فقہاء کے نزدیک گرہ باندھنا جائز ہے، البتہ بعض فقہاء گرہ باندھنے اور احرام کی چادر روکنے کے لئے اوپر سے ازار بند یا بیلٹ وغیرہ باندھنے کو مکروہ وخلافِ اولیٰ قرار دیتے ہیں، مگر اس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں ہوتا۔ [1]

اور اسی طرح بعض لوگ احرام کے نیچے والی چادر کے دونوں پاٹوں کی سلائی سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں، حالانکہ بے پردگی سے بچنے کے لئے احرام کی چادر کے دو پاٹوں کو سلائی کر کے جوڑنا جائز ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایسی چادر ہو کہ جس میں بالکل سلائی نہ ہو

(امداد الفتاویٰ، ج۲ ص۱۶۴، باب الاحرام) [2]

---

[1] شد الإزار بحبل يوما كره له ذلك ولا شيء عليه (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۴۲، كتاب المناسک)

حدثنا ابن عيينة ,عن عمرو ، قال :قلت لجابر بن زيد :ينحل إزاري بعرفة فأعقده ؟ قال : نعم (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۱۵۶۸۴)

[2] لنگی کے دو پاٹوں کو آگے سے سینے کی صورت میں بھی وہ لنگی خود سے جسم پر ٹھہری ہوئی نہیں ہوتی، جو کہ ممنوع لباس کے لئے بنیادی چیز ہے، اس لئے وہ ممنوع لباس میں داخل نہیں ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احرام کی مکروہ چیزیں

احرام کی حالت میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، جن کو بلا عذر اختیار کرنا برا ہے، لیکن ان کی وجہ سے کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

چنانچہ احرام کی حالت میں سر کو اور جسم کو اور ڈاڑھی کو کسی ایسی چیز (مثلاً خوشبو کے بغیر شیمپو) سے دھونا، جس سے بال نرم ہو جاتے ہیں، یہ مکروہ عمل ہے۔

اور احرام کی حالت میں زور سے سر میں کنگھا یا خارش کرنا، یا جسم کے کسی حصہ میں زور سے خارش کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر ہلکے اور نرم انداز میں کرے، تاکہ بال وغیرہ نہ ٹوٹیں، تو حرج نہیں۔

اور احرام کی حالت میں زیب وزینت کا اختیار کرنا بھی مکروہ ہے، اور اسی وجہ سے احرام کی حالت میں زینت کی غرض سے سرمہ لگانا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی زینت کا ارادہ کئے بغیر، دوا یا نظر کی قوت کے لئے غیر خوشبودار سرمہ لگائے، تو حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

اور خوشبودار سرمہ لگانا بہر حال مرد وعورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ و(عند الشافعية) له أن يعقد إزاره لستر العورة، لا رداء ه، وله أن يغرز طرف ردائه فی إزاره .وقال الحنفية :يكره أن يخلل الإزار بالخلال وأن يعقد الإزار (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۳ص ۲۲۹۴، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث العاشر)

لكنه يكره من غير عذر كعقد الإزار وتخليل الرداء لشبه المخيط (فتح القدير، ج۳ص ۳۱، كتاب الحج، باب الجنايات)

[1] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جس سرمہ میں خوشبو اور زینت نہ ہو، وہ مکروہ نہیں، جیسا کہ سفید سرمہ، اور اگر زینت والا سرمہ لگائے جیسا کہ کالا سرمہ، تو وہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، لیکن اس میں کوئی فدیہ لازم نہیں۔

اور اگر ضرورت کی وجہ سے لگائے، مثلاً آنکھیں دُکھنے کی وجہ سے، تو پھر ان کے نزدیک کراہت بھی نہیں۔

أجاز الحنفية الاكتحال بالإثمد للمحرم بغير كراهة ما دام بغير طيب، فإذا كان بطيب وفعله مرة أو مرتين فعليه صدقة، فإن كان أكثر فعليه دم .ومنعه المالكية وإن كان من غير طيب، إلا إذا كان لضرورة، فإن اكتحل فعليه الفدية .وأجازه الشافعية والحنابلة مع الكراهة، واشترط الحنابلة عدم قصد الزينة به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ ص ٩٤، مادة "اكتحال")

احرام کی محظور، ممنوع وناجائز چیزیں

احرام کی حالت میں کئی ایسی چیزیں اور ایسے کام ممنوع وناجائز ہوجاتے ہیں کہ جو احرام سے پہلے مباح اور جائز تھے، جس میں بے شمار حکمتیں ہیں، مثلاً ان پابندیوں کی وجہ سے احرام کی حالت میں غفلت پیدا نہ ہو، اور ہر وقت، اللہ اور آخرت کا استحضار رہے، اور انسانی نفس کی تربیت ہو، اور وہ پابندیوں اور جفاکشی کا عادی ہو، اور عیش پرستی اور آرام طلبی سے نکلے، اور لوگوں میں مساوات اور برابری کا لحاظ ہو، اور تکبر دُور ہوکر عاجزی وانکساری پیدا ہو، اور موت وقبر اور قیامت کے یقین اور اللہ عزوجل کی طرف رجوع میں پختگی پیدا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

احرام میں جو چیزیں ممنوع اور ناجائز ہوجاتی ہیں، ایسی چیزوں کو عربی زبان میں ممنوعات ومحظوراتِ احرام کہا جاتا ہے۔

احرام کی ممنوع یا محظور چیزیں مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... احرام کی حالت میں مرد کو ایسا سِلا ہوا یا بُنا ہوا یا کسی اور طریقہ سے تیار شدہ لباس پہننا منع ہے، جو جسم یا اس کے بعض اعضاء کے مطابق تیار کیا گیا ہو، جیسا کہ قمیص، شلوار، بنیان، جرابیں، ٹوپی، دستانے وغیرہ۔

البتہ خواتین کو احرام کی حالت میں سِلا ہوا لباس اور جوتے وموزے وغیرہ پہننا جائز ہے، جس میں حنفیہ کے نزدیک دستانے پہننا بھی داخل ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک عورت کو دستانوں کا نہ پہننا مستحب ہے۔ [1]

(۲)...... احرام کی حالت میں مرد کو ٹخنوں تک جوتے پہننا، اور اپنے سر کو اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اپنے چہرے کو بھی کپڑے سے ڈھانکنا، ممنوع ومحظور ہے، جبکہ

---

[1] اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عورت کو چہرہ کے علاوہ انگلیوں سے ہتھیلیوں تک سلا ہوا کپڑا پہننا بھی منع ہے، اور اسی وجہ سے حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عورت کو احرام کی حالت میں دستانے پہننا جائز نہیں۔

شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مرد کو اپنا چہرہ ڈھانکنا ممنوع نہیں۔

اور گردن اور کان کو ڈھانکنا بہر حال کسی کے نزدیک بھی ممنوع نہیں۔ [1]

اور احرام کی حالت میں خواتین کو صرف اپنے چہرہ پر (نہ کہ سر پر) ایسا کپڑا لگانا منع ہے، جو چہرہ کی جلد کو چھولے۔

(۳)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو خوشبو لگانا یا ایسی چیز کا استعمال کرنا، جس میں خوشبو بسی ہوئی ہو، منع ہے۔

(۴)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو اپنے جسم کے کسی بھی حصہ کے بال کاٹنا اور ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹنا منع ہے۔

(۵)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو جماع وصحبت کرنا یا اس کے مقدمات اور دواعی (مثلاً بوس وکنار وغیرہ) کو اختیار کرنا منع ہے۔

(۶)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو لڑائی جھگڑا کرنا اور فسق وفجور اور گناہوں میں مبتلا ہونا خصوصیت کے ساتھ منع ہے۔

(۷)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو خشکی کے جانور کا شکار کرنا منع ہے۔

آگے احرام کی ان ممنوع ومحظور چیزوں کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

احرام میں لباس سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں مرد کو سِلا ہوا لباس پہننا منع ہے، اور عورت کو سِلا ہوا لباس پہننا

---

[1] ملحوظ رہے کہ اس بارے میں فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ عورت کو احرام کی حالت میں اپنا سر اور سر کے بال ڈھانکنا جائز ہے، اور اس بارے میں بھی اتفاق ہے کہ مرد احرام کی حالت میں اپنے سر کو نہیں ڈھانکے گا، البتہ مرد کو چہرہ ڈھانکنے کے جائز وناجائز اور کفارہ واجب نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مرد کو چہرہ ڈھانکنا جائز ہے، اور مرد کو چہرہ ڈھانکنے پر کوئی کفارہ واجب نہیں، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مرد کو چہرہ ڈھانکنا جائز نہیں، جس کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

جائز ہے۔

مسئلہ نمبرا...... مرد کو احرام کی حالت میں ایسا سِلا ہوا لباس پہننا منع ہے، جو عادتاً استعمال کیا جاتا ہو، اور جسم یا اس کے بعض حصہ کو چھپالے، اور وہ خود سے جسم یا اس کے کسی حصہ پر ٹھہرا رہے۔

لہٰذا مرد کو احرام کی حالت میں چادر یا ایسے کپڑے سے اپنے جسم کو (حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک سر اور چہرہ کے علاوہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک صرف سر کے علاوہ پورے جسم کو) چھپانا جائز ہے، کہ جو بدن کی وضع قطع اور ہیئت کے مطابق نہ سِیا گیا ہو۔

احرام کی حالت میں اگر کسی مرد نے کُرتہ، قمیص، جُبہ یا پائجامہ وغیرہ کو باقاعدہ پہنا نہیں، بلکہ اپنے کاندھے پر ویسے ہی ڈال لیا، تو حنفیہ کے نزدیک ایسا کرنے میں حرج نہیں، کیونکہ اس کو پہننا نہیں کہا جاتا۔

مسئلہ نمبر۲...... احرام کی حالت میں مرد کو اپنے پورے سَر یا سَر کے بعض حصہ کو عمامہ، ٹوپی یا کسی کپڑے سے چھپانا اور ڈھکنا منع ہے، اور عورت کو منع نہیں۔

اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک احرام کی حالت میں مرد کو سَر پر ہاتھ رکھنا منع نہیں ہے۔

اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک مرد کو سَر پر کوئی ایسا سامان اُٹھانا منع ہے، جس سے عادتاً سر کو ڈھانکا جاتا ہو، البتہ اگر اس سے عادتاً سَر کو نہ ڈھانکا جاتا ہو، تو پھر جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... اگر کسی نے سر اور چہرہ کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً گھٹنے، ٹخنے، کہنی یا گٹے یا کمر، یا گردن وغیرہ پر کسی عذر جیسے درد، زخم وغیرہ کی وجہ سے پٹی یا بیلٹ یا فوم کالر (Cervicl Collar) باندھی، خواہ تھوڑے عضو پر ہو یا زیادہ عضو پر، تو یہ نہ تو مکروہ ہے، اور نہ اس پر کوئی کفارہ وغیرہ واجب ہے، بشرطیکہ وہ پٹی باندھی گئی ہو، خواہ باندھ کر گرہ لگائی گئی ہو، یا پِن، میجک (Majic) وغیرہ لگایا گیا ہو، اور جو پٹی گول آستین نما سِلی ہوئی ہوتی ہے، اس کا عضو پر چڑھانا جائز نہیں، اور ایسی پٹی کو اگر درمیان سے کاٹ کر مذکورہ طریقہ پر باندھ لیا جائے،

تو بھی کچھ واجب نہیں، اور عذر کی صورت میں ایسا کرنا مکروہ بھی نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... احرام کی حالت میں مرد کا چھتری، خیمہ، یا کسی اور ایسی چیز سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے، جو کہ سَر کو لگی ہوئی نہ ہو، بلکہ سَر سے الگ ہو، جس میں آج کل کی گاڑیوں اور سواریوں، وغیرہ کی چھت سے سایہ حاصل کرنا بھی داخل ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... احرام کی حالت میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مرد کا اپنے چہرہ کو کپڑے سے اس طرح ڈھانکنا منع ہے کہ کپڑا چہرہ کو لگ جائے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک احرام کی حالت میں مرد کے لئے اپنے چہرہ کو کپڑے سے ڈھانکنے کی ممانعت نہیں۔

مسئلہ نمبر۶...... احرام کی حالت میں خواتین کا اپنے چہرے پر ماسک پہننا درست نہیں، جبکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مرد کو ماسک پہننا جائز ہے، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مرد کو بھی ماسک پہننا جائز نہیں ہے۔

---

[1] اور اگر آستین نما پٹی کو عذر کی وجہ سے کسی عضو پر پہن لیا، اور وہ لگاتار ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ دیر تک پہنے رکھا، تو حنفیہ کے نزدیک فدیہ واجب ہے، اور اس سے کم وقت کے لئے پہنا، تو صدقۂ فطر کے بقدر صدقہ واجب ہے۔

ولو عصب شيئا من جسده لعلة أو غير علة لا شيء عليه؛ لأنه غير ممنوع عن تغطية بدنه بغير المخيط، ويكره أن يفعل ذلك بغير عذر؛ لأن الشد عليه يشبه لبس المخيط(بدائع الصنائع، ج۲ص۱۸۷، كتاب الحج، فصل محظورات الاحرام)

وإن عصب شيئا من جسده من علة أو غير علة فلا شيء عليه لأنه غير ممنوع عن تغطية سائر الجسد سوى الرأس والوجه، ولكن يكره له أن يفعل ذلك من غير علة كما يكره شد الإزار وشد الرداء على ما بينا(المبسوط للسرخسي، ج۴ص۱۲۷،۱۲۸، كتاب المناسك، باب مايلبسه المحرم من الثياب)

فلا شيء عليه لو عصب موضعا آخر من جسده، ولو كثر لكنه يكره من غير عذر كعقد الإزار وتخليل الرداء (البحر الرائق، ج۳ص۹، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

ولا شيء عليه لو عصب غيره من بدنه لعلة أو غير علة لكنه يكره بلا علة اهـ(حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق، ج۲ص۱۳، كتاب الحج،باب الاحرام)

(وإن لبس المخيط أو غطى رأسه يوما فعليه شاة) أيضا لأنهما من محظورات الإحرام أيضا لما بينا، فإن كان يوما كاملا فهو ارتفاق كامل؛ لأن المعتاد أن يلبس الثوب يوما ثم ينزع فتجب شاة، وفيما دون ذلك صدقة(الاختيار لتعليل المختار،ج۱،ص۱۶۱،كتاب الحج،باب الجنايات)

البتہ اگر کوئی مرد یا عورت احرام کی حالت میں چہرہ یا سر سے تولیہ یا ٹشو پیپر سے پانی یا پسینہ وغیرہ صاف کرے، تو اس میں حرج نہیں، کیونکہ اس سے مقصود چہرہ کو چھپانا نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۷...... احرام کی حالت میں عورت کا اپنے چہرہ کو کپڑے سے اس طرح ڈھانکنا منع ہے کہ کپڑا چہرہ کو لگ جائے۔

اور عورت کو احرام کی حالت میں نامحرم لوگوں سے چہرہ کا پردہ کرنا جائز ہے جبکہ چہرے کے سامنے اس طرح کوئی کپڑا وغیرہ لٹکا لے کہ جو چہرہ سے الگ رہے۔ [1]

البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک عورت کو احرام کی حالت میں اجنبی لوگوں سے پردہ کرنے کی ضرورت اور مجبوری کی خاطر سَر کے اوپر سے کوئی کپڑا، حجاب، نقاب وغیرہ ڈال کر چہرہ پر لٹکانا جائز ہے، خواہ وہ چہرہ کی کھال سے ہی کیوں نہ لگے۔

مسئلہ نمبر ۸...... احرام کی حالت میں مرد کو دستانوں کا پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹...... احرام کی حالت میں عورت کو ہاتھوں میں دستانوں کا پہننا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اور نہ پہننا بہتر ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک احرام کی حالت میں عورت کو ہاتھوں میں دستانوں کا پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... احرام کی حالت میں عورت کو ہر طرح کا جوتا اور جرابیں اور موزے پہننا جائز ہے، اور مرد کو جرابیں اور موزے پہننا جائز نہیں۔

البتہ مرد کو ایسا جوتا یا پائتابہ پہننا جائز ہے کہ جو ٹخنوں اور پیروں کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی کو نہ چھپائے، اور اس سے نیچے نیچے کی طرف خواہ پیروں کو سب طرف سے چھپائے ہوئے

---

[1] والمرأة كالرجل لكنها لا تكشف رأسها، بل تكشف وجهها، ولو سدلت شيئا عليه، وجافته عنه صح (شرح الوقاية، ج۳ص ۳۶۵، كتاب الحج)

وأما المرأة فلا تغطي وجهها. وكذا لا بأس أن تسدل على وجهها بثوب وتجافيه عن وجهها (بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۸۵، كتاب الحج، فصل محظورات الاحرام)

ہو، یا کسی ایک طرف سے، اس کی گنجائش ہے۔

البتہ احرام کی حالت میں مرد حضرات کو ایسا جوتا پہننا احادیث کی رو سے منع ہے کہ جو دونوں طرف سے ٹخنے کی عام ہڈیوں کو چھپالے، جیسا کہ فُل جوتوں، فوجی بوٹوں اور خفین اور موزوں و جرابوں کی حالت ہوتی ہے۔

اسی طرح مرد حضرات کو احرام کی حالت میں مشائخِ احناف کے نزدیک ایسا جوتا پہننے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کہ جو عام ٹخنوں کی ہڈیوں سے تو نیچے ہو، لیکن پیروں کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالے۔

اور رہا ایسا بند جوتا جو دائیں بائیں سے اور پیچھے سے پیر کے حصے کو ٹخنوں کی ہڈی سے نیچے نیچے اور آگے کی طرف سے ابھری ہوئی ہڈی سے نیچے نیچے کے حصے (مثلاً انگلیوں اور پنجوں) کو چھپائے ہوئے ہو، تو حنفیہ کے نزدیک مرد کو احرام کی حالت میں اس کا پہننا گناہ نہیں۔

پس مرد کو ہوائی چپل کا پہننا جائز بلکہ افضل ہے، اور حنفیہ کے نزدیک ایسا بوٹ جوتا پہننا گناہ نہیں کہ جو پیچھے اور آگے کی طرف سے مذکورہ ہڈیوں (یعنی عام ٹخنوں، اور پیروں کے درمیان کی اُبھری ہوئی ہڈی) سے نیچے نیچے ہو، اگرچہ پیچھے ایڑی اور آگے پنجوں کو چھپائے ہوئے ہو، جیسا کہ آج کل مکیشن نامی بوٹ جوتا ملتا ہے، اسی طرح بعض ایسے کھُسے اور بعض ایسی سوفٹیاں اور آگے سے بند جوتے اور سینڈل جوتے ملتے ہیں، جو آگے سے پیروں کے درمیان والی ہڈی اور پیچھے سے ٹخنوں کی ہڈی کی سطح سے نیچے نیچے ہوتے ہیں۔

اور اس طرح کے جوتے کہ جو پیچھے ایڑی کی طرف سے تو ٹخنوں سے نیچے ہوں، لیکن آگے کی طرف سے پیروں کی پشت کے درمیان والی ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالیں، ایسے جوتوں سے احرام کی حالت میں مرد حضرات کو پرہیز کرنا چاہیے۔

البتہ بہت سے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ احرام کی حالت میں مرد و عورت کا اپنے پیروں کو کسی بھی قسم کے کپڑے سے سوتے اور جاگتے ہوئے ڈھانکنا جائز نہیں۔

یہ سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ پیروں میں ٹخنوں تک جوتے پہننا درحقیقت سِلا ہوا لباس پہننے کے مفہوم میں داخل ہونے کی وجہ سے مرد کے لئے احرام کی حالت میں جائز نہیں، جیسا کہ ہاتھوں، اور گلے میں سِلا ہوا لباس پہننا جائز نہیں، مگر ہاتھ اور گلے وغیرہ پر احرام وغیرہ کی چادر اوڑھنا جائز ہے۔

اسی طرح احرام کی حالت میں مرد وعورت کو چادر، لحاف، گدّے وغیرہ سے پیروں کو ڈھانکنا بھی جائز ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے ایک مستقل رسالہ ''بحالتِ احرام جوتے وموزے پہننے کا حکم'' میں ذکر کردی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کوئی خنثیٰ مشکل ہو، یعنی وہ نہ مرد ہو اور نہ عورت ہو، اور اس میں مرد یا عورت ہونے کی کوئی صفت غالب ونمایاں نہ ہو، بعض فقہاء کے نزدیک ایسے فرد کا احرام کے معاملہ میں حکم احتیاط کی بناء پر عورت کی طرح ہے۔ [۱]

احرام میں بدن سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں کچھ پابندیاں جسم سے متعلق بھی ہیں، مثلاً سَر کے بال مونڈنا، کاٹنا اور جسم کے کسی بھی حصہ سے بال زائل کرنا، اور ناخن کاٹنا، اور تیل لگانا، اور خوشبو لگانا۔

یہ چیزیں احرام کی حالت میں ممنوع ومحظور ہیں۔

اس سلسلہ میں چند مسائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱...... احرام کی حالت میں سَر کے بال دُور کرنا جائز نہیں، خواہ مونڈ کر ہو یا کاٹ کر یا اُکھاڑ کر یا کسی کریم وغیرہ سے صاف کر کے۔

اور یہ ممانعت اس وقت تک ہے، جب تک حج یا عمرہ جو بھی کیا جارہا ہے، اس کے احکام

---

[۱] فإن قلت :كيف حكم الخنثى فى هذه الأشياء .
قلت :يشترط فى حقه ما يشترط فى المرأة احتياطاً فى المحرمات(البناية شرح الهداية، ج۴ص ۲۷۵، كتاب الحج، فصل فى بيان مسائل شتى من أفعال الحج)

ومناسک سے فارغ ہوکر احرام سے نکلنے کا وقت نہیں آیا۔

مسئلہ نمبر۲...... احرام کی حالت میں سَر کے علاوہ جسم کے کسی بھی حصہ کے بال دُور کرنا جائز نہیں، خواہ مونڈ کر ہو یا کاٹ کر یا اُکھاڑ کر یا کسی کریم وغیرہ سے صاف کر کے۔

مسئلہ نمبر۳...... احرام کی حالت میں ہاتھ، پاؤں کی اُنگلیوں کے ناخن کاٹنا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر۴...... بحالتِ احرام حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سَر اور ڈاڑھی سمیت بدن کے کسی بھی حصہ میں خوشبودار تیل یا کریم لگانا ،اور حنفیہ کے نزدیک زیتون اور تِل کا خالص تیل لگانا جائز نہیں، اور زیتون اور تِل کے تیل کے علاوہ باقی کسی بھی غیر خوشبودار تیل یا غیر خوشبو دار کریم کا لگانا جائز ہے۔

جبکہ شافعیہ کے نزدیک مرد وعورت کو سَر کے بالوں اور مرد کو ڈاڑھی اور مونچھوں میں تو غیر خوشبودار تیل یا کریم لگانا جائز نہیں، کیونکہ یہ زینت میں داخل ہے، اور اس کے علاوہ بدن کے دوسرے حصوں میں غیر خوشبودار تیل یا کریم لگانا جائز ہے، کیونکہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک معتمَد یہ ہے کہ بدن کے سب حصوں میں غیر خوشبودار تیل یا غیر خوشبودار کریم لگانا جائز ہے۔

احرام میں خوشبو سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں خوشبو (عطر، سینٹ وغیرہ) کا جسم اور لباس میں لگانا جائز نہیں (اور احرام شروع کرتے وقت خوشبو لگانے کا حکم الگ ہے، جس کا ذکر احرام کی سنتوں میں گزر چکا ہے) [1]

---

[1] پھر حنفیہ کے نزدیک احرام میں ممنوع خوشبو وہ کہلاتی ہے کہ جس میں لذت آمیز خوشبو پائی جاتی ہو، اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو، اس سے خوشبو (عطر وغیرہ) تیار کی جاتی ہو اور اہلِ عقل اسے خوشبو شمار کرتے ہوں۔

اور شافعیہ کے نزدیک وہ کہلاتی ہے کہ جس سے اکثر اور غالب درجہ میں خوشبو حاصل کرنے کا قصد کیا جاتا ہو، اور احرام کی حالت میں اہم مقصد اس سے خوشبو حاصل کرنا ہو، اور حنابلہ کے نزدیک وہ کہلاتی ہے کہ جس کی خوشبو سے سونگھنے کے لئے عطر وغیرہ تیار کیا جاتا ہو، اور مالکیہ کے نزدیک دو قسمیں ہیں، مذکر ومؤنث، اور دونوں کا حکم جدا ہے۔

اس سلسلہ میں چند مسائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ا...... خوشبو لگانے یا استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بدن یا لباس پر اس طریقہ سے خوشبو لگائی جائے کہ خوشبو کا کوئی جزو بدن یا لباس پر منتقل ہو جائے۔

اسی وجہ سے اگر مثلاً خوشبودار چیز یا خوشبودار پھل کو چھوا جائے، لیکن اس کی خوشبو جسم پر منتقل نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲...... احرام کی حالت میں لباس میں خوشبو لگانا منع ہے، خواہ لباس جسم کے ساتھ اس طرح سے لگا ہوا ہو کہ وہ پہن یا اوڑھ رکھا ہو، یا اس پر بیٹھا یا لیٹا ہوا ہو، اور احرام شروع کرتے وقت لباس میں خوشبو لگانے کا حکم الگ ہے، جس کا ذکر احرام کی سنتوں میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... احرام کی حالت میں بدن پر بھی خوشبو کا استعمال جائز نہیں، اور سَر اور ڈاڑھی وغیرہ پر مہندی وغیرہ کا خوشبودار خضاب لگانا اور جسم یا اس کے کسی حصہ کو خوشبودار صابن سے دھونا یا خوشبودار پاؤڈر اور کریم وغیرہ لگانا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴...... احرام کی حالت میں خالص خوشبو کا کھانا پینا بھی جائز نہیں۔

البتہ اگر کوئی خوشبو کھانے پینے کی چیز میں شامل ہو، تو اگر اس خوشبو کو کھانا پکانے سے پہلے شامل کیا گیا تھا، اور اس خوشبو کے ساتھ ہی کھانے کو پکایا گیا ہے، تو خواہ خوشبو تھوڑی ہو یا زیادہ، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسی چیز کے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

بلکہ حنفیہ کے نزدیک اگر پکائے ہوئے کھانے میں کھانا پکانے کے بعد بھی خوشبو شامل کی گئی

---

[1] وضابط حرمة الطيب عند الحنفية :هو مس الطيب بحيث يلزق شيء منه بثوبه أو بدنه كاستعمال ماء الورد والمسك وغيرهما (الفقه الاسلامی و ادلته، ج۳، ص ۲۲۹۷، القسم الاول، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث العاشر، الاصل الثانی، ترفيه البدن بالطيب وإزالة الشعر وتقليم الظفر ونحوهما مما يجرى مجرى الطيب)

وحقيقة التطيب أن يلزق ببدنه أو ثوبه طيبا (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳، ص ۳، كتاب الحج، باب الجنايات)

ہو، تو اس کا کھانا جائز ہے۔

اور اگر ایسے کھانے میں خوشبو شامل کی گئی ہو، جو کہ پکایا نہیں گیا، تو اگر کھانے کی مقدار خوشبو کی مقدار پر غالب ہے، اور اس سے خوشبو نہیں آتی، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر خوشبو آتی ہے، تو اس کا کھانا مکروہ ہے، اگرچہ کچھ واجب نہیں، اور اگر خوشبو کی مقدار کھانے کی مقدار پر غالب ہے، تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں، خواہ اس سے خوشبو آتی ہو یا نہ آتی ہو۔

اور مالکیہ کے نزدیک ہر ایسا کھانا جس میں خوشبو پکائے بغیر شامل کی گئی ہو، تو اس کا کھانا بہرحال احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔

اور اگر خوشبو کو کسی مشروب میں شامل کیا جائے، جیسا کہ پانی میں شامل کیا ہوا عرقِ گلاب وغیرہ، تو احرام کی حالت میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں، خواہ خوشبو کم ہو یا زیادہ۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جب خوشبو کو کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں شامل کر دیا جائے، لیکن اس میں خوشبو کی مہک اور ذائقہ ظاہر نہ ہو، تو احرام کی حالت میں اس کا کھانا پینا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

اور فقہائے کرام کے نزدیک خوشبودار پھلوں اور دوائیوں کو کھانا جائز ہے، کیونکہ اولاً تو ان سے خوشبو حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ کھانا یا دوا کرنا مقصود ہوتا ہے، اور دوسرے ان کی خوشبو پر غذائیت غالب ہوتی ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۵...... احرام کی حالت میں اگر خوشبو کو صرف سونگھا جائے، جیسا کہ خوشبودار پھل کو سونگھا جائے، لیکن اس کو چھوا نہ جائے، یا چھوا تو جائے، مگر اس کی خوشبو جسم پر منتقل نہ ہو،

---

[1] وما يقصد به الأكل أو التداوی لا يحرم ولا فدية فيه وإن كان له ريح طيبة، كالتفاح والسنبل وسائر الأبازير الطيبة كالمصطكى؛ لأن ما يقصد منه الأكل أو التداوی لا فدية فيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۱۲۲، مادة "تداوی")

وأما ما يطلب للأكل والتداوی غالبا كالقرنفل والدارصينی والفواكه كالتفاح والمشمش فيجوز أكله وشمه لأنه ليس بطيب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶، ص ۲۱۱، مادة "شم")

تو بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، مگر اس میں کوئی کفارہ لازم نہیں۔ [1]

احرام میں شکار سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں خشکی کے شکار کی بھی ممانعت ہے۔

اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱...... احرام کی حالت میں جس شکاری جانور کے شکار کی ممانعت ہے، اس سے مراد حنفیہ کے نزدیک ایسا خشکی کا جانور ہے، جو اپنے پیروں یا پَروں کے ذریعہ سے اپنے آپ کو پکڑے جانے سے روکنے کی قدرت رکھتا ہو، اور وہ اصل پیدائش کے اعتبار سے وحشی یعنی غیر مانوس اور غیر پالتو جانور ہو۔

اور مالکیہ کے نزدیک ایسا خشکی کا جانور مراد ہے، جو اپنی پیدائش کے اعتبار سے وحشی یعنی غیر مانوس و غیر پالتو ہو۔

---

[1] مذکورہ بالا حکم حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ہے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک عمداً خوشبو کا سونگھنا حرام ہے، اور اس پر فدیہ واجب ہے۔

شم الطيب دون مس يكره عند الحنفية والمالكية والشافعية، ولا جزاء فيه عندهم .

أما الحنابلة فقالوا :يحرم تعمد شم الطيب، ويجب فيه الفداء ، كالمسک والكافور، ونحوهما مما يتطيب بشمه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۱۶۱ و ۱۶۲، مادة "احرام")

ولا يحرم إن شم بلا قصد، أو مس ما لا يعلق بالجسد كقطع المسک، أو شم الفواكه أو النباتات الصحراوية كالخزامى والقيصوم والنرجس والإذخر، أو ما ينبته آدمي لا بقصد طيب كحناء وعصفر وقرنفل (الفقة الاسلامی و ادلته، ج۳، ص ۲۲۹۹، القسم الاول، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث العاشر، الاصل الثانی، ترفيه البدن بالطيب وإزالة الشعر وتقليم الظفر ونحوهما مما يجرى مجرى الطيب)

ثم إن لم يكن على المحرم شيء بشم الطيب والرياحين لكن يكره له ذلک، وكذا شم الثمار الطيبة كالتفاح وهي مختلفة بين الصحابة، كرهه عمر وجابر، وأجازه عثمان وابن عباس (فتح القدير، ج۳، ص ۱۲۴، كتاب الحج، باب الجنايات)

وكذا كل نبات له رائحة طيبة، وكل ثمرة لها رائحة طيبة؛ لأنه ارتفاق بالرائحة ولو فعل لا شيء عليه؛ لأنه لم يلتزق ببدنه وثيابه شيء منه (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۹۱، كتاب الحج، فصل تطيب المحرم)

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسا خشکی کا جانور مراد ہے، جو وحشی یعنی غیر مانوس وغیر پالتو ہو، اور اس کے گوشت کا کھانا بھی حلال ہو۔

لہٰذا جو جانور شکار کے مفہوم میں داخل نہ ہو، بلکہ وہ مانوس اور پالتو جانور ہو، جیسا کہ مرغی، اونٹ، گائے، بھینس، بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ، احرام کی حالت میں ان کو ذبح کرنے یا ان کا گوشت یا انڈے کھانے یا دودھ پینے وغیرہ کی ممانعت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲...... احرام کی حالت میں سمندر اور پانی کا شکار مثلاً مچھلی حلال ہے۔

اور پانی کا شکار ایسا جانور کہلاتا ہے کہ جس کا توالد وتناسل (یعنی پیدائش) پانی میں ہوتی ہے، اگرچہ وہ خشکی میں رہتا اور بودوباش کرتا ہو، کیونکہ پیدائش اصل چیز ہے، اور بودوباش اس کے بعد عارضی چیز ہے۔

اور پانی کے شکار کے مقابلہ میں خشکی کا شکار ایسا جانور کہلاتا ہے کہ جس کا توالد وتناسل (یعنی پیدائش) خشکی میں ہوتی ہے، اگرچہ وہ پانی کو پسند کرتا ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... احرام کی حالت میں خشکی کے شکار کو مارنا، قتل اور ذبح کرنا جائز نہیں۔

اور اسی طرح احرام کی حالت میں خشکی کے شکار کے پیر یا پَر توڑنا یا اس کا انڈہ توڑنا، یا اس کے بال یا پَر اکھاڑنا، یا شکار کو بھگانا ڈرانا، یا اس کو پکڑنا، یا ان میں کسی چیز کا سبب بننا، یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

اور احرام کی حالت میں مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز پر دوسرے کی اعانت ومدد کرنا بھی جائز نہیں، مثلاً کسی دوسرے شکار کرنے والے کو شکار کی نشاندہی یا اس کی طرف اشارہ کرنا یا اس کو قتل کرنے کے لئے چُھری یا کوئی آلہ دینا، یا شکار کو قتل کرنے اور مارنے کا کسی کو حکم دینا، یہ سب چیزیں منع ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴...... احرام کی حالت میں شکار کو اپنی ملکیت میں لینا جائز نہیں، خواہ دوسرے سے

---

[1] پھر حرم کی حدود کے جس شکار کی ممانعت احرام والے شخص کے لئے ہے، اسی طرح غیر احرام والے شخص کے لئے بھی ہے۔

خرید کر ہو، یا ہبہ و ہدیہ یا صدقہ کی شکل میں اس کو لے کر ہو۔

مسئلہ نمبر۵...... احرام کی حالت میں شکار کا دودھ نکالنا، یا انڈہ توڑنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر۶...... اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا، جو احرام کی حالت میں نہیں تھا، تو کیا ایسے شکار کے گوشت کا احرام کی حالت والے شخص کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک اس کے گوشت کا کھانا حلال ہے، بشرطیکہ اس احرام والے شخص نے نہ تو اس کے شکار کا حکم دیا ہو، اور نہ اس کے شکار یا ذبح کرنے کی کسی طرح سے اعانت و مدد کی ہو۔

جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر وہ شکار احرام والے شخص کے لئے اور اس کی وجہ سے کیا گیا ہو، تو احرام والے شخص کو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں، اور اگر اس دوسرے شخص نے اس کا شکار اپنے لئے کیا ہو، یا کسی دوسرے ایسے شخص کے لئے کیا ہو، جو احرام کی حالت میں نہیں تھا، تو اس کا گوشت احرام والے شخص کو کھانا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۷...... حرم کی حدود میں موجود شکار، جس طرح احرام والے شخص پر حرام ہے، اسی طرح ایسے شخص پر بھی حرام ہے، جو احرام کی حالت میں نہ ہو، اور اس کی وجہ حرم کی حدود کے خاص عظمت والے احکام کا ہونا ہے۔

مسئلہ نمبر۸...... بعض جانور ایسے ہیں کہ ان کو احرام کی حالت میں اور حرم کی حدود میں بھی قتل کرنا اور مارنا جائز ہے، مثلاً سانپ، بچھو، چوہا، کٹ کھنا یا ہڑک والا کتا، بھیڑیا، چیل، اور نجاست خور کوا۔ [2]

مسئلہ نمبر۹...... احرام کی حالت میں موذی حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے مثلاً چھپکلی،

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک احرام والے شخص کے لئے کیا گیا شکار میتہ میں داخل ہوتا ہے، جس کا کسی کو بھی کھانا جائز نہیں ہوتا۔ اور اہلِ علم کی ایک جماعت کے نزدیک احرام کی حالت والے شخص کو بہر حال شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں ہوتا، خواہ اس نے اس شکار کا حکم نہ دیا ہو، اور اعانت نہ بھی کی ہو۔

[2] البتہ حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق درندہ کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے، جبکہ وہ احرام والے شخص پر حملہ آور ہو۔

مکھی، مچھر کھٹمل وغیرہ کو مارنا جائز ہے، کیونکہ یہ شکاری جانور میں داخل نہیں، اور جُوں کا حکم آگے کفارہ کے بیان میں آتا ہے۔

احرام میں جماع اور قضاءِ شہوت سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں جماع اور اس کے متعلقات بھی حرام ہیں۔

اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ا...... احرام کی حالت میں اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جماع خواہ جان بوجھ کر ہو، یا بھول کر، اور مسئلہ معلوم ہو، یا مسئلہ سے ناواقف ہو، بہر حال گناہ ہے، جس سے بعض صورتوں میں احرام فاسد ہوجاتا ہے، اور بعض صورتوں میں اس کا کفارہ لازم ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲...... جو شخص حج کے احرام کی حالت میں ہو، اور وہ جماع کرلے، تو اگر وہ وقوفِ عرفہ کرنے سے پہلے جماع کرے، تو اس کا حج فاسد ہوجاتا ہے، اور اس پر یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ اس فاسد شدہ حج کو جاری رکھ کر پورا کرے، اور اس پر آئندہ اس فاسد شدہ حج کی قضا بھی واجب ہوتی ہے۔

اور قضا حج کے ساتھ اس پر دَم بھی واجب ہوتا ہے، جس میں حنفیہ کے نزدیک قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے، اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک بُدنہ یعنی قربانی کے بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص جماع، وقوفِ عرفہ کے بعد مگر تحلّلِ اول (یا تحللِ اصغر) سے پہلے کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا حج فاسد نہیں ہوتا۔

مگر مذکورہ صورت میں حنفیہ کے نزدیک اس پر بُدنہ یعنی قربانی کے بڑے جانور (اونٹ،

---

[1] اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھول کر (یعنی احرام میں ہونا یاد نہ ہو) اور جنون یا بیہوشی یا نیند یا زبردستی کی حالت میں جماع کرنے سے احرام فاسد نہیں ہوتا۔

گائے، بھینس) کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بھی اس کا حج فاسد ہوجاتا ہے، اور اس پر فاسد شدہ حج والی چیزیں لازم ہوتی ہیں، جن کا پہلے ذکر گزرا۔

اور اگر کوئی شخص جماع، وقوفِ عرفہ اور تحلّلِ اول یا تحللِ اصغر کے بعد کرے، تو بالاتفاق حج فاسد نہیں ہوتا۔

البتہ اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس پر قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔ [1]

اور تحلل اول یا تحللِ اصغر اور اس کے مقابلہ میں تحللِ ثانی یا تحللِ اکبر کسے کہا جاتا ہے، اس کی تفصیل آگے احرام کی پابندیاں ختم ہونے کے بیان میں آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... اگر کوئی شخص حج کے بجائے عمرہ کے احرام میں جماع کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر وہ عمرہ کا مکمل طواف کرنے یا اس طواف کے کم از کم چار چکر ادا کرنے سے پہلے جماع کرے، تو اس کا عمرہ فاسد ہوجاتا ہے، اور اس کی قضاء بھی واجب ہوتی ہے، اور دَم بھی واجب ہوتا ہے، اور اس کے بعد مگر بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے جماع کرے تو عمرہ فاسد نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر قضاء واجب نہیں ہوتی، البتہ اس پر دَم واجب ہوتا ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر طواف اور سعی کرنے اور سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے جماع کرے، تو اس کا عمرہ فاسد ہوجاتا ہے۔

---

[1] حنفیہ کے متون کے مطابق تحللِ اول کے بعد جماع کی صورت میں اگرچہ طوافِ زیارت نہ کیا ہو، دَم میں شاۃ (یعنی قربانی کے چھوٹے جانور) کے وجوب کا حکم مذکور ہے، جبکہ بعض حضرات نے طوافِ زیارت سے قبل جماع کی صورت میں بُدنہ (یعنی قربانی کے بڑے جانور) کا حکم بیان کیا ہے، اور علامہ ابنِ ہمام نے اس کو اظہر قرار دیا ہے، اور کئی اردو حج کی کتابوں میں بھی اسی قول کے مطابق حکم بیان کیا گیا ہے، مگر ہمارے نزدیک پہلا قول راجح ہے، کیونکہ تحللِ اصغر کے بعد جنایت میں تخفیف ہوجاتی ہے، اور متون میں مذکور ہونے نیز اس قول کے شافعیہ اور حنابلہ کے موافق ہونے کی وجہ سے بھی اس کو ترجیح حاصل ہے، برخلاف دوسرے قول کے، کہ اس میں ان چیزوں کی اور تحللِ اول کی بھی رعایت نہیں، جو کہ منصوص تحلل ہے۔

اور عمرہ کے فاسد ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح کی چیزیں لازم ہوتی ہیں، جس طرح کی چیزیں حج فاسد ہونے کے نتیجے میں لازم ہوتی ہیں، چنانچہ ایک تو اس فاسد شدہ عمرہ کو جاری رکھ کر پورا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، دوسرے اس عمرہ کی قضا بھی واجب ہوتی ہے، اور تیسرے قربانی بھی واجب ہوتی ہے، جو حنفیہ کے نزدیک قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا ذبح کرنا ہے۔

اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں حج کی طرح بُدنہ یعنی قربانی کے بڑے جانور (یعنی اونٹ یا گائے، بھینس) کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی احرام کی حالت میں باقاعدہ جماع تو نہ کرے، البتہ شہوت سے دوسرے کے جسم کو چھوئے، یا بوس وکنار کرے یا شہوت کے ساتھ جسم کے ساتھ جسم ملائے، تو اس سے حج تو فاسد نہیں ہوتا۔

البتہ دَم واجب ہوتا ہے، خواہ انزال (یعنی منی خارج) ہو یا نہ ہو۔ [۲]

اور اگر کوئی شہوت کے ساتھ بوس وکنار یا دوسرے کے جسم کو چھونے وغیرہ کا ارتکاب تو نہ کرے۔

البتہ کسی کو شہوت کے ساتھ دیکھے یا شہوت کی بات سوچے، تو اس میں کوئی فدیہ اور دَم وغیرہ واجب نہیں، اگرچہ اس کے نتیجہ میں اس کو انزال یعنی منی خارج ہی کیوں نہ ہوجائے۔ [۳]

---

[۱] اور جس جماع سے عمرہ فاسد نہیں ہوتا، اس میں حنفیہ کے نزدیک قربانی کے چھوٹے جانور کا ذبح کرنا، اور مالکیہ کے نزدیک بُدنہ یعنی بڑے جانور کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔

[۲] اور مذکورہ صورت میں حج فاسد نہ ہونے میں حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ متفق ہیں، مگر حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں بدنہ واجب ہوتا ہے، اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقدماتِ جماع (لمس بشھوۃ، تقبیل، مباشرت بغیرِ جماع وغیرہ) کے نتیجہ میں انزال ہوجائے، تو اس کا حکم حج فاسد ہونے کے معاملہ میں جماع کا ہے، اور اس پر وہی کچھ واجب ہے، جو جماع کرنے والے پر واجب ہوتا ہے، اور اگر انزال نہ ہو، تو مالکیہ کے نزدیک اس پر بدنہ واجب ہوتا ہے۔

[۳] اور مندرجہ بالا حکم حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک ہے، اور شہوت کے ساتھ سوچنے کے بارے میں حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اگر کوئی شہوت کے ساتھ دیکھنے اور سوچنے کا عمل لذت کے قصد سے کرے، اور منی کے اخراج تک اس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... اگر کوئی حجِ قِران کرنے والا جماع کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر وہ وقوفِ عرفہ اور طوافِ عمرہ سے پہلے جماع کرے، تو اس کا حج اور عمرہ دونوں فاسد ہو جاتے ہیں، اور اس پر یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ فاسد شدہ حج اور عمرہ کو جاری رکھ کر پورا کرے، اور اس پر آئندہ ایک حج اور ایک عمرہ کی قضا بھی واجب ہوتی ہے، اور اس پر دو دَم بھی واجب ہوتے ہیں، جو کہ دو قربانی کے چھوٹے جانوروں (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا ذبح کرنا ہے۔ [1]

اور اگر حجِ قِران کرنے والے نے عمرہ کا طواف کر لینے یا عمرہ کے طواف کے اکثر چکر ادا کر لینے کے بعد اور وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا صرف حج فاسد ہوتا ہے، عمرہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اس سے دَمِ قِران ساقط ہو جاتا ہے، اور اس پر دو دَم واجب ہوتے ہیں، ایک حج فاسد کرنے کا دَم، اور ایک عمرہ کے احرام میں جماع کرنے کا دَم، اور اس پر آئندہ صرف حج کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

اور اگر حجِ قِران کرنے والے نے عمرہ کا طواف اور وقوفِ عرفہ کر لینے کے بعد مگر سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے جماع کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا نہ تو حج فاسد ہوتا، اور نہ عمرہ فاسد ہوتا، اور اس سے دَمِ قِران بھی ساقط نہیں ہوتا، لیکن اس پر حج کے احرام میں جماع کی وجہ سے ایک بدنہ یعنی قربانی کا بڑا جانور (اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ) واجب ہوتا ہے، اور عمرہ کے احرام میں جماع کی وجہ سے ایک دَم اور واجب ہوتا ہے، جو کہ قربانی کے چھوٹے جانور (یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں ہوتا ہے۔

اور اگر حجِ قِران کرنے والے نے عمرہ کا طواف نہیں کیا تھا، البتہ وقوفِ عرفہ کر لیا تھا، پھر اس نے جماع کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر حج کے احرام میں جماع کی وجہ سے ایک بدنہ یعنی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کا یہ قصد جاری رہے، تو یہ عمل حج فاسد ہونے کے سلسلہ میں جماع کی طرح ہے، اور اگر منی کے اخراج تک اس کا یہ قصد جاری نہ رہے، تو پھر حج تو فاسد نہیں ہوتا، البتہ اس میں بدنہ واجب ہوتا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر اس نے ایک مرتبہ نظر ڈال کر ہٹالی، پھر اس کی منی خارج ہوگئی، تو اس پر دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر بار بار نظر ڈالی، اور پھر منی خارج ہوئی، تو اس پر بدنہ واجب ہوتا ہے۔

[1] اور مندرجہ بالا صورت میں اس کا فاسد شدہ حج، حجِ قِران نہیں بنتا، اس لئے اس پر دَمِ قِران بھی واجب نہیں ہوتا۔

قربانی کا بڑا جانور (اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ) واجب ہوتا ہے، اور عمرہ فاسد کرنے کی وجہ سے ایک دَم اور واجب ہوتا ہے، جو کہ قربانی کے چھوٹے جانور (یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں ہوتا ہے، اور آئندہ اس پر عمرہ کی قضاء بھی واجب ہوتی ہے۔

اور اگر حجِ قِران کرنے والے نے طوافِ زیارت تو کرلیا تھا، مگر سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے جماع کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر عمرہ وحج کے دو احراموں پر جنایت واقع ہونے کی وجہ سے قربانی کے چھوٹے جانوروں کی شکل میں دو دَم واجب ہوں گے۔

اور مذکورہ احکام حنفیہ کے نزدیک ہیں، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حجِ قِران میں دہرے کفارے لازم نہیں ہوا کرتے، اور ان کے نزدیک حجِ قِران میں عمرہ کے طواف اور سعی کا حج کے طواف اور سعی میں تداخل بھی ہوجاتا ہے، اس لئے ان کے نزدیک حجِ قِران کرنے والے کے جماع کا مسئلہ، حجِ افراد کرنے والے کے جماع کے مسئلہ سے مختلف نہیں ہوگا، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... جس شخص کا حج، جماع وغیرہ کرنے کی وجہ سے فاسد ہوجائے، تو اس فاسد شدہ حج کی قضاء کرتے وقت اس میں قضا کی نیت بھی کی جائے گی، اور اس میں ان ہی شرائط کا لحاظ کیا جائے گا، جن کا ادا حج میں لحاظ کیا جاتا ہے۔

اور اس کو آئندہ یعنی آنے والے سال میں اور اگر آئندہ سال ممکن نہ ہو، تو اس کے بعد اس حج کی قضا کرنا ضروری ہوگا، خواہ فاسد شُدہ حج فرض تھا، یا نفلی۔

اور بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک حج کو قضا کرتے وقت یہ بھی ضروری ہوگا کہ جو حج فاسد ہوا، اس کا احرام جہاں سے باندھا تھا، وہیں سے قضا حج کا احرام بھی باندھا جائے۔ [1]

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک اگر حج کی قضا میں کسی دوسرے راستہ کو اختیار کیا، تو اس صورت میں اتنی مسافت پر احرام باندھنے کا حکم ہوگا، جتنی مسافت پر پہلے حج کا احرام باندھا تھا، بشرطیکہ اس مسافت کے انتظار میں میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرنا نہ پایا جائے۔

احرام میں گناہ اور جھگڑے کی ممانعت

احرام کی حالت میں ہر قسم کا گناہ کرنا اور بطورِ خاص جھگڑا کرنا حرام ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَارَفَثَ وَلَافُسُوقَ وَلَاجِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورة البقرة رقم الاية ۱۹۷)

ترجمہ: سو جو شخص ان (حج کے مہینوں) میں حج مقرر کرلے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی گناہ (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (و جھگڑا) ہے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں گناہ اور جھگڑے سے بطورِ خاص بچنا چاہئے۔

البتہ جھگڑا کرنے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی دوسرے کو نیک بات بتلانا، نیکی کا حکم کرنا اور بری بات سے آگاہ کرنا اور اس سے روکنا داخل نہیں۔

حدودِ حرم کے خودرَو درخت اور گھاس کاٹنے کی ممانعت

احادیث میں حرم کی حدود میں خود سے اُگنے والے یعنی خودرو درخت کاٹنے کی بھی ممانعت آئی ہے، خواہ احرام کی حالت میں ہو، یا احرام کی حالت میں نہ ہو، اور خواہ کوئی حرم کی حدود سے باہر کا رہنے والا ہو، یا حرم کی حدود کے اندر کا رہنے والا ہو، یہ ممانعت سب کے لئے ہے۔

اور حرم کی حدود میں جو چارہ اور گھاس خود سے اُگتی ہے، اس کو بھی کاٹنے اور پھاڑنے کی ممانعت ہے، بشرطیکہ وہ درخت اور گھاس تازہ اور ہری ہو، خشک نہ ہو، اور وہ ایسی ہو کہ جس کو لوگ عادتاً اُگاتے اور بوتے نہیں، یعنی اس کی کاشت نہیں کرتے، بلکہ وہ خود سے اُگتی ہے، جس کو خودرَو گھاس اور خودرَو درخت کہا جاتا ہے۔

اور اذخر نامی خودرَو گھاس جسے فارسی زبان میں گورگیاہ اور انگریزی زبان میں Camel

grass کہا جاتا ہے، حرم کی اس گھاس کو کاٹنے اور پھاڑنے کی ممانعت نہیں۔

اور کھمبی کو کاٹنے کی بھی ممانعت نہیں، اسی طرح جو درخت یا گھاس خشک ہو چکی ہو، اس کو کاٹنے کی بھی ممانعت نہیں۔

اور اسی طرح جو گھاس اور چارہ خودرَو قسم کا نہ ہو، بلکہ ایسا ہو کہ اس کی عام طور پر لوگ کاشت کرتے ہیں، جیسا کہ فصلیں سبزی وغیرہ، اس کو کاٹنا بھی جائز ہے، خواہ وہ خودرَو ہی کیوں نہ ہو، اور جو درخت یا فصل وسبزی کسی نے کاشت کی ہو، اس کو کاٹنے کی بھی بہرحال ممانعت نہیں۔

ان چیزوں کی مزید تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(فصل نمبر۴)

احرام کی خلاف ورزی پر کفارہ کے احکام

احرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جو سزا شریعت کی طرف سے مقرر کی گئی ہے، اس کو کفارہ کہا جاتا ہے۔

جس کی کئی قسمیں ہیں، یعنی یہ کفارہ مختلف شکلوں اور صورتوں کا ہے، بعض صورتوں میں صدقہ، بعض صورتوں میں فدیہ اور بعض صورتوں میں دَم واجب ہوتا ہے، اور ان سب کو احرام کی خلاف ورزی پر لازم آنے والے کفارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کے متعلقہ احکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱ ...... احرام کی حالت میں اگر کوئی کسی عذر یا بیماری یا تکلیف دُور کرنے کی وجہ سے سر یا ڈاڑھی یا کسی اور جگہ کے بال کاٹ لے، یا مرد سَر ڈھانپ لے، یا عورت چہرہ ڈھانپ لے، یا حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مرد چہرہ ڈھانپ لے(کیونکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مرد کو چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت نہیں) یا مرد وعورت کوئی بھی ناخن کاٹ لے، یا خوشبو لگالے یا اسی طرح کی کوئی احرام کی خلاف ورزی کرلے، تو اس پر فدیہ واجب ہے، اور فدیہ میں اختیار ہوتا ہے کہ وہ یا تو قربانی کا چھوٹا جانور (بکری، بھیڑ، دُنبہ وغیرہ) حرم میں ذبح کرے، یا چھ مسکینوں کو کھانا (یا چھ فطرانوں کے برابر رقم) صدقہ کرے، یا تین دن کے روزے رکھے۔

مذکورہ حکم اس کے لئے ہے جو احرام کے کسی حکم کی خلاف ورزی، معذوری، یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے کرے، کہ اُسے فدیہ دینے میں مندرجہ بالا تین قسم کے اختیارات ہیں۔

اور اسی وجہ سے اگر کوئی شخص بیماری وغیرہ کی وجہ سے زخم یا تکلیف کے مقام پر خوشبو دار دوا

یا مرہم یا وِکس (Vicks) وغیرہ لگائے، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۲...... احرام کی حالت میں اگر جان بوجھ کر کوئی مرد بلا عذر سَر ڈھانپ لے، یا عورت و مرد خوشبو لگا لے، یا بال یا ناخن کاٹ لے، یا عورت چہرہ ڈھانپ لے، یا حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مرد چہرہ ڈھانپ لے (کیونکہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک، مرد کو چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت نہیں) یا اسی طرح کی کوئی احرام کی خلاف ورزی کر لے، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کو بھی اس سے پہلے مسئلہ میں مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی ایک سے فدیہ دینے کا اختیار ہوتا ہے، کہ یا تو وہ قربانی کا چھوٹا جانور (بکری، بھیڑ، دُنبہ وغیرہ) ذبح کرے، یا چھ مسکینوں کو کھانا (یا چھ فطرانوں کے برابر رقم) صدقہ کرے، یا تین دن روزے رکھے، البتہ وہ شخص جان بوجھ کر بلا عذر ایسا کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے، کیونکہ اس پر فدیہ کا حکم قرآن مجید میں مذکور ہے، اور جان بوجھ کر بلا عذر اس کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے صرف گناہ گار ہونے کا فرق پڑتا ہے، اور بندہ کے نزدیک یہی قول دلائل کے لحاظ سے قوی اور راجح ہے۔[2]

اور حنفیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں اس کو ان تین چیزوں کے اندر اختیار نہیں، بلکہ حسبِ جرم و جنایت بعض صورتوں میں متعین طریقہ پر دَم واجب ہے، اور بعض صورتوں میں صدقہ واجب ہے، اب یہ کہ کن صورتوں میں دَم واجب ہوگا، اور کن صورتوں میں صدقہ؟ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اور جو شخص مذکورہ کسی چیز کا ارتکاب جان بوجھ کر تو نہ کرے، اور اس کو مرض اور تکلیف وغیرہ

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک فدیہ کا حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ عذر کی وجہ سے پورے عضو یا چوتھائی عضو کے بال کاٹے ہوں یا اس سے کم، اور اس صورت میں بھی ہے، جبکہ پورے سر یا چہرہ کو کپڑے سے ڈھانپا ہو یا اس سے کم، یا مکمل ہاتھ یا پاؤں کے ناخن کاٹے ہوں یا کم کے، اور مکمل عضو پر خوشبو لگائی ہو یا کم پر، خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک جن صورتوں میں بلا عذر دَم متعین ہے، یا صدقہ کا حکم ہے، ان صورتوں میں عذر کی وجہ سے فدیہ اختیاری ہو جاتا ہے، واللہ اعلم۔

[2] مندرجہ بالا رائے بندہ کی ذاتی رائے ہے، اور حنفیہ کا قول اس سے مختلف ہے، جیسا کہ آگے بیان کر دیا گیا ہے۔ محمد رضوان۔

بھی نہ ہو، بلکہ بھول جانے یا اس بارے میں شریعت کا حکم ومسئلہ معلوم نہ ہونے یا کسی کی طرف سے زبردستی وہ کام کرا دینے کی وجہ سے یا کوئی نیند یا بیہوشی میں اس طرح احرام کی کسی پابندی کی خلاف ورزی کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک ایسا شخص بھی جان بوجھ کر بلا عذر جرم وجنایت کرنے والے کی طرح ہے، جس کو فدیہ دینے میں مذکورہ چیزوں کا اختیار نہیں، بلکہ متعین طریقہ پر دَم واجب ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں اگر اس نے احرام کی کوئی ایسی خلاف ورزی کی ہو، جس میں کسی چیز کو تلف کرنا پایا جاتا ہے، مثلاً بال منڈانا، یا کٹانا، یا ناخن کاٹنا، تو اس میں فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اُسے مذکورہ تینوں چیزوں کا اختیار ہوتا ہے، اور اگر اُس میں کسی چیز کو تلف کرنا نہیں پایا جاتا، مثلاً سَر ڈھانکنا، تیل اور خوشبو وغیرہ لگانا، تو اس سے بہر حال کفارہ ساقط ہو جائے گا، اور کسی قسم کا دَم وفدیہ وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... احرام کی حالت میں جس نے بغیر کسی عذر و بیماری کے ممنوع لباس پہنا، یا مرد نے سَر ڈھانپا، یا چہرہ ڈھانپا، یا مرد نے ٹخنے ڈھکا ہوا جوتا پہنا، تو حنفیہ کے نزدیک اگر یہ خلاف ورزی مکمل ایک دن یا ایک رات تک جاری رہی، اور مذکورہ پورے عضو یا کم از کم چوتھائی عضو کو ڈھانپا تھا، تو اس پر قربانی کے چھوٹے جانور کے ذبح کی شکل میں دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم وقت تک جاری رہی، تو اس پر (صدقۂ فطر کے برابر) صدقہ واجب ہوتا ہے، اور اگر ایک گھنٹہ سے کم جاری رہی، تو تقریباً ایک مٹھی کی مقدار گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک بہر حال ایک دن رات، یا اس سے کم وبیش مدت کی قید وشرط کے بغیر فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اسے دَم دینے اور تین روزے رکھنے یا چھ مسکینوں کو صدقہ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] بندہ کا اپنا ذاتی رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے۔ محمد رضوان۔

[2] بندہ کی ذاتی رائے اس مسئلہ میں شافعیہ وحنابلہ کے قول کی طرف مائل ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴...... احرام کی حالت میں اگر کسی نے عذر و بیماری میں یا بغیر کسی عذر و بیماری کے ایسی خوشبو استعمال کی، جس کا احرام میں استعمال کرنا منع تھا، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اسے دَم دینے یا تین روزے رکھنے یا چھ مسکینوں کو صدقہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، خواہ اس نے جسم کے کسی پورے عضو پر خوشبو لگائی ہو، یا پورے عضو سے کم پر خوشبو لگائی ہو، اور پورے لباس پر خوشبو لگائی ہو، یا لباس کے تھوڑے حصہ پر خوشبو لگائی ہو۔ [۱]

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے بغیر کسی عذر و بیماری کے جسم کے کسی بڑے مکمل عضو مثلاً مکمل سَر، مکمل ہاتھ، مکمل ران، مکمل پنڈلی پر خوشبو لگائی، تو اس پر قربانی کے چھوٹے جانور کے ذبح کی شکل میں متعین طور پر دَم واجب ہوگا، اور اگر کسی بڑے عضو پورے پر خوشبو نہیں لگائی یا چھوٹے عضو مثلاً کان، ناک، آنکھ، مونچھ، انگلی پر خوشبو لگائی ہو، تو صدقہ لازم ہوگا، اگرچہ سارے عضو پر خوشبو لگائے، بشرطیکہ خوشبو تھوڑی مقدار میں ہو، ورنہ دَم لازم ہوگا۔

اور اگر کسی نے ایک مجلس میں مختلف اعضاء پر خوشبو لگائی، تو یہ ایک ہی عضو پر خوشبو لگانے کی طرح ہے، جس پر ایک ہی دَم واجب ہے، اور اگر مجلس بدل گئی تو اس کا حکم جدا ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ جبکہ مالکیہ کے نزدیک فدیہ واجب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس نے اس عمل کے ذریعہ سے سردی یا گرمی وغیرہ کی شکل میں کوئی فائدہ اُٹھایا ہو، پس ان کے نزدیک جب اس کا یہ فائدہ اُٹھانا ایک دن یا اس سے زیادہ دیر تک جاری رہے، تو فدیہ واجب ہوگا، ورنہ نہیں۔

[۱] اور بندہ کا ذاتی رجحان اس مسئلہ میں بھی مندرجہ بالا جمہور فقہائے کرام کے قول کی طرف ہے۔ محمد رضوان۔

[۲] اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے، جبکہ امام محمد کے نزدیک اگر پہلا کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوسرے عضو کو الگ مجلس میں خوشبو لگائی، تو ایک ہی کفارہ کافی ہوجاتا ہے، ورنہ دوسرا کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

ولو طيب جميع أعضائه فعليه دم واحد لاتحاد الجنس كذا في التبيين.

وإن طيب كل عضو في مجلس على حدة فعندهما عليه لكل عضو كفارة وعند محمد -رحمه الله تعالى- إذا كفر للأول فعليه دم آخر للثاني، وإن لم يكفر للأول كفاه دم واحد كذا في السراج الوهاج (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۴۱، كتاب الحج، الباب الثامن، الفصل الأول)

اوردَم دینے کے بعداس خوشبوکوزائل کرنا بھی ضروری ہے، اگردَم دینے کے بعدخوشبو برقرار رہی، تواگلا دَم واجب ہوجائے گا۔

اورحنفیہ کے نزدیک خوشبودار کریم یا تیل (مثلاً بنفشہ، چنبیلی، لوبان وغیرہ کا تیل یا کوئی اورایسا تیل جس میں خوشبوملی ہوئی ہو) لگانے کی وجہ سے دَم واجب ہے۔

لیکن اگرکسی بیماری وعذر کی وجہ سے لگائے، تو فدیہ واجب ہے۔

اوراگرزیتون یا تِل کا خالص تیل لگائے، توامام ابوحنیفہ کے نزدیک دَم اور صاحبین کے نزدیک صدقۂ فطر کی مقدار کی شکل میں کفارہ واجب ہے، جبکہ کسی بڑے پورے عضو (مثلاً سر، کمر، پیٹ) کولگائے۔

اوراگر پورے عضو سے کم پر یا چھوٹے عضو (مثلاً ناک، کان وغیرہ) پرلگائے، تو بالاتفاق صدقہ واجب ہے۔

لیکن اگردوا کے طور پرزیتون یا تِل کے خالص تیل کولگائے، یا کان وغیرہ میں ٹپکائے، یا اس کوکھائے، تو کچھ واجب نہیں۔

اور اگر زیتون یا تِل کے علاوہ کوئی اورغیر خوشبودارتیل یا دوا (مثلاً سرسوں یا بادام کا تیل، چربی، گھی، غیرخوشبو دار مرہم یا کریم ، لوشن وغیرہ) لگائے، تو حنفیہ کے نزدیک کچھ واجب نہیں۔ [۱]

---

[۱] الأشياء التي تستعمل في البدن على ثلاثة أنواع :نوع هو طيب محض معد للتطيب به كالمسك والكافور، والعنبر وغير ذلك، وتجب به الكفارة على أي وجه استعمل حتى قالوا :لو داوى عينه بطيب تجب عليه الكفارة؛ لأن العين عضو كامل استعمل فيه الطيب فتجب الكفارة.
ونوع ليس بطيب بنفسه ولا فيه معنى الطيب، ولا يصير طيبا بوجه كالشحم فسواء أكل أو ادهن به أو جعل في شقاق الرجل لا تجب الكفارة.ونوع ليس بطيب بنفسه لكنه أصل الطيب، يستعمل على وجه الطيب، ويستعمل على وجه الإدام كالزيت والشيرج، فيعتبر فيه الاستعمال، فإن استعمل استعمال الأدهان في البدن يعطى له حكم الطيب، وإن استعمل في مأكول أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۹۰، كتاب الحج، فصل تطييب المحرم)
بخلاف المسك والعنبر والغالية والكافور ونحوها حيث يلزم الجزاء بالاستعمال على وجه التداوي لكنه يتخير إذا كان لعذر (البحر الرائق ،ج۳،ص ٦، كتاب الحج، باب الجنايات)

جہاں تک لباس کو خوشبو لگانے کا مسئلہ ہے، تو حنفیہ کے نزدیک لباس کو خوشبو لگانے پر دَم واجب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ خوشبو فی نفسہٖ زیادہ ہو، خواہ پھیلاؤ میں ایک مربع بالشت سے کم ہو، یا وہ اتنی مقدار میں ہو کہ وہ ایک مربع بالشت سے زائد کپڑے پر لگی ہوئی ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایسی خوشبو لگا ہوا لباس احرام کی حالت میں کم از کم ایک دن یا ایک رات پہنے رکھا ہو، اور اس سے کم کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا۔

اور مہندی کا حکم بھی خوشبو کی طرح ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... اگر کسی نے احرام کی حالت میں کسی دوسرے احرام والے شخص کو یا احرام کے بغیر کسی اور عام شخص کو خوشبو لگائی، تو حنفیہ کے نزدیک خوشبو لگانے والے شخص پر کچھ واجب نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کے اپنے جسم پر خوشبو نہ لگے، لیکن جس کو خوشبو لگائی ہے، اگر وہ احرام کی حالت میں ہو تو اس دوسرے شخص پر (گزشتہ مسئلہ میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق) دَم یا صدقہ واجب ہوگا، اگرچہ اس کو زبردستی خوشبو کیوں نہ لگائی گئی ہو۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کا قول اس سلسلہ میں وہی ہے، جو اگلے مسئلہ میں دوسرے کے بال مونڈنے کے بارے میں آتا ہے۔

مسئلہ نمبر۶ ...... احرام کی حالت میں اگر جسم کے کسی عضو کے بال کاٹے یا مونڈے، تو امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کسی نے ایک وقت اور ایک جگہ میں کم از کم تین یا اس سے زیادہ مقدار میں سَر یا جسم کے کسی بھی حصہ کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر فدیہ واجب ہوتا، جس میں اسے دَم دینے اور تین روزے رکھنے اور چھ مسکینوں کو صدقہ (یا چھ صدقۂ فطر کے برابر رقم) دینے کا اختیار ہوتا ہے۔

اور اگر تین سے کم یعنی ایک یا دو بال کاٹے یا مونڈے، تو ایک بال کے عوض میں ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع یا فطرانہ کی نصف مقدار یا اتنی مالیت گندم یا قیمت کا) صدقہ واجب ہوتا

ہے، اور بندہ اسی قول کو راجح سمجھتا ہے۔ [۱]

اور حنفیہ کے نزدیک اگر احرام والے نے کسی پورے عضو یا کم از کم چوتھائی عضو کے بال کاٹے یا مونڈے، مثلاً کم از کم چوتھائی سَر یا کم از کم چوتھائی ڈاڑھی کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر دَم واجب ہوگا، یعنی حنفیہ کے نزدیک چوتھائی عضو کا حکم پورے عضو کی طرح ہے۔

اور اگر چوتھائی عضو سے کم حصہ کے بال کاٹے یا مونڈے، تو پھر اس پر صدقہ واجب ہوگا۔ [۲]

اور حنفیہ کے نزدیک مونچھ اور ڈاڑھی ملا کر دونوں ایک عضو کا حکم رکھتے ہیں، پس اگر کسی نے اپنی مکمل مونچھ یا اس کے کچھ بال مونڈے تو صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور اگر مختلف اعضاء کے بال ایک مجلس میں کاٹے یا مونڈے، تو اس پر ایک ہی دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر مختلف مجلسوں میں مختلف اعضاء کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر مختلف مجلسوں کے اعتبار سے متعدد دَم واجب ہوتے ہیں۔

اور اگر کسی نے چوتھائی عضو سے کم حصہ کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور اگر وضو یا خارش کرنے کی وجہ سے سَر یا ڈاڑھی وغیرہ کے کم از کم تین بال گر گئے، تو ہر بال کے عوض میں تقریباً ایک مٹھی کی مقدار گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک پوری گردن یا مکمل دونوں بغلوں یا ایک بغل کے بال کاٹنے پر تو دَم

---

[۱] اور مالکیہ کے نزدیک احرام کی حالت میں بال کاٹنے یا مونڈنے کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر دس یا اس سے کم مقدار میں بال کاٹے، جس سے اس کا مقصود کسی تکلیف وایذاء کا دُور کرنا نہیں تھا، تو اس پر ایک مٹھی گندم کا صدقہ واجب ہوگا، اور اگر اس کا مقصود کسی تکلیف وایذاء کو دُور کرنا تھا، تو فدیہ واجب ہوگا، اگرچہ ایک ہی بال کیوں نہ کاٹا یا مونڈا ہو، اور اگر اس نے دس بالوں سے زیادہ کسی بھی سبب سے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک شافعیہ وحنابلہ کی طرح بدن کے تمام بالوں کا حکم برابر ہے۔

[۲] البتہ حنفیہ میں سے امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کسی نے حجامہ یعنی سینگی لگوانے کے لئے کسی عضو کے بال مونڈے یا کاٹے، تو وہ خواہ کتنی ہی مقدار میں ہوں، دَم واجب نہیں ہوتا، البتہ صدقہ واجب ہوتا ہے، کیونکہ حجامہ یا سینگی کے لئے بال مونڈوانے میں قضائے تفث یا اس کا قصد نہیں پایا جاتا، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں بھی دَم واجب ہے۔

واجب ہوتا ہے، لیکن کم مقدار کے کاٹنے پر دَم کے بجائے صدقہ واجب ہوتا ہے۔
اور اگر احرام کی حالت میں کسی فعل کا ارتکاب کیے بغیر خود بخود بال گر یا جھڑ جائیں، تو کسی کے نزدیک بھی کچھ واجب نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... اگر کسی نے احرام کی حالت میں کسی دوسرے کے بال مونڈے، یا کسی دوسرے شخص نے اس احرام والے شخص کے بال مونڈے، اور یہ بال مونڈنا احرام سے نکلنے یعنی حلال ہونے کی غرض سے نہیں تھا، تو حنفیہ کے نزدیک جس احرام والے شخص کے بال مونڈے گئے، اس پر دَم واجب ہوگا، اگرچہ دوسرے کی طرف سے اس پر زبردستی کیوں نہ کی گئی ہو۔

اور دیگر فقہائے کرام کے اقوال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کی مجموعی طور پر تین صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں شخص احرام کی حالت میں ہوں، اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تو احرام کی حالت میں موجود دوسرے کے بال مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہوگا، خواہ اس نے دوسرے کے حکم سے اس کے بال مونڈے ہوں، یا اس کے حکم کے بغیر مونڈے ہوں، اور خوشی سے مونڈے ہوں یا زبردستی، اور جس کے بال مونڈے گئے ہیں، اس پر دَم واجب ہوگا۔

اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر اس کی رضامندی کے بغیر بال مونڈے ہوں، تو بال مونڈنے والے پر فدیہ واجب ہوگا، اور اگر اس کی رضامندی کے ساتھ بال مونڈے ہوں، تو جس کے بال مونڈے گئے، اس پر بھی فدیہ واجب ہوگا، اور بال مونڈنے والے پر

---

[1] فقہائے کرام کے مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں عوام بلکہ بہت سے اہلِ علم کے لئے حنفیہ کی بیان کردہ تفصیل کو سمجھنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ تفصیل زیادہ تر نصوص کے بجائے مختلف قیاسات پر مبنی ہے، اور بندہ کا ذاتی رُجحان اس سلسلہ میں فیما بینی وبین اللہ حنابلہ وشافعیہ کے قول کی طرف ہے، جس میں عوام اور اہلِ علم کے لئے یُسر بھی ہے، اور سمجھنا آسان بھی ہے، اور قیاس کے بجائے یہ حکم نص کے مطابق بھی ہے۔ محمد رضوان۔

بھی فدیہ واجب ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈنے والا تو احرام کی حالت میں ہو، مگر جس کے بال مونڈے گئے، وہ احرام کی حالت میں نہ ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بال مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہوگا، اور جس کے بال مونڈے گئے، اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک بال مونڈنے والے پر فدیہ واجب ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بال مونڈنے والے پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اگرچہ احرام والے شخص نے اس کے بال اس کی اجازت کے بغیر مونڈے ہوں، کیونکہ جس کے بال مونڈے گئے ہیں، اس کے حق میں بال مونڈے جانے کی احرام کی وجہ سے کوئی ممانعت نہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈنے والا تو احرام کی حالت میں نہ ہو، مگر جس کے بال مونڈے گئے، وہ احرام کی حالت میں ہو، تو حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بال مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہوگا، اور جس کے بال مونڈے گئے ہیں، اس پر دَم واجب ہوگا، اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر احرام والے شخص کی اجازت سے یا اس کی ممانعت کے بغیر اس کے بال مونڈے گئے، تو احرام والے شخص پر فدیہ واجب ہوگا، اور اگر احرام والے شخص کی اجازت کے بغیر یا اس کی ممانعت کے باوجود اس کے بال مونڈے گئے، تو بال مونڈنے والے پر بھی (جو کہ احرام کی حالت میں نہیں) فدیہ واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی نے احرام کی حالت میں اپنی انگلیوں کے ناخن کاٹے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ناخنوں کے کاٹنے کا حکم بالوں کے کاٹنے کی طرح ہے، یعنی تین ناخن یا اس سے زیادہ تعداد میں ایک مجلس میں کاٹنے سے تو فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اسے ان تین چیزوں کا اختیار ہوتا ہے، جن کا ذکر پہلے گزرا، اور اگر تین سے کم یعنی ایک یا دو ناخن کاٹے، تو ہر ایک ناخن کے عوض میں ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع یا فطرانہ کی نصف مقدار

گندم یا اس کی قیمت کا) صدقہ واجب ہوتا ہے ”وھو الراجح عندی“

اور حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر احرام والے شخص نے اپنے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن ایک مجلس یا دو مجلسوں میں کاٹے، تو ان کے نزدیک اس پر قربانی کے ایک چھوٹے جانور (یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں ایک دَم واجب ہوگا، اور اگر اس نے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچ ناخنوں سے کم کاٹے یا مختلف ہاتھ پاؤں کے پانچ سے کم ناخن کاٹے، یا چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار ناخن کاٹے، اور اس طرح کل سولہ ناخن کاٹے، تو ان تینوں صورتوں میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر ناخن کے بدلہ میں ایک صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوگا، لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ مل کر دَم کی قیمت کے برابر ہو جائے، تو کچھ کم کر دینا جائز ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۹ ...... احرام کی حالت میں سر، بدن یا کپڑوں میں پائی جانے والی جوں مارنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ شافعیہ کے نزدیک، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جُوں کے مارنے میں کوئی فدیہ واجب نہیں، کیونکہ یہ موذی جانور ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی موذی جانوروں مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ کو حِل اور حرم میں مارنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس حکم میں ہر موذی جانور داخل ہے، اور جُوں بھی موذی جانور ہے۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک بطورِ خاص سر اور ڈاڑھی کی جُوں کو مارنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اس پر کوئی چیز اگرچہ واجب تو نہیں، لیکن تھوڑا بہت صدقہ کر دینا مستحب ہے، اگرچہ ایک لقمہ کے برابر مالیت کی چیز ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک اگر کسی نے ایک ناخن ویسے ہی کاٹا، کوئی تکلیف دور کرنے کے لئے نہیں کاٹا، اور نہ ہی اس کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے کاٹا، تو اس پر ایک مٹھی کھانے (گندم وغیرہ) کا صدقہ واجب ہوگا، اور اگر تکلیف یا میل کچیل دور کرنے کے لئے کاٹا، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، اور اگر اس نے اُس ناخن کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے کاٹا، تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اور اگر اس نے دو ناخن ایک مجلس میں کاٹے، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، اگرچہ اس نے تکلیف دور کرنے کے قصد سے کاٹے ہوں، اور اگر اس نے یکے بعد دیگرے ناخن کاٹے، تو اگر دونوں ناخن فوراً کاٹے، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، ورنہ ہر ناخن کے عوض میں ایک مٹھی کھانے (گندم وغیرہ) کا صدقہ واجب ہوگا۔

جبکہ امام احمد سے مروی ایک روایت کے مطابق جُوں کو مارنا ناجائز ہے، مگر اس میں کوئی کفارہ وفدیہ واجب نہیں، کیونکہ اس کی نہ تو کوئی قیمت ہے، اور نہ یہ شکار میں داخل ہے۔

اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک جُوں کے مارنے میں صدقہ واجب ہوتا ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک جُوں مارنے کے نتیجہ میں صدقہ واجب ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے ایک، دو یا تین جُوؤں کو مارا، تو جتنا چاہے صدقہ کردے، اگرچہ ایک مٹھی یا ایک کھجور کی مالیت کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اور اگر تین سے زیادہ جووؤں کو مارا، تو اس پر ایک فطرانہ کے برابر صدقہ واجب ہے۔

پھر حنفیہ کے نزدیک جو حکم جُوں کو مارنے کا ہے، وہی حکم جُوں کو کپڑے یا بدن سے الگ کرنے کا، یا جُوں مارنے کے لئے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے یا کسی کو جُوں مارنے پر دلالت کرنے کا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۰...... احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا منع ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

پھر احرام کی حالت میں شکار کو جان بوجھ کر قتل کرنے اور غلطی سے یا بھول کر یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قتل کرنے کی سب صورتوں میں جزا و بدلہ واجب ہوتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک جو شکار بھی قتل کیا ہو، اس میں دو تجربہ کار لوگوں سے اس شکار کی قیمت اس جگہ کے اعتبار سے لگوائی جائے گی، جس جگہ اس شکار کو قتل کیا گیا ہے، خواہ وہ جانور کسی بھی قسم کا ہو، اور پھر اس کے بعد مندرجہ ذیل تین قسم کے اختیارات ہوں گے۔

پہلا اختیار یہ ہے کہ اگر اس کی قیمت قربانی کے کسی بھی جانور کو پہنچتی ہے، تو اس قیمت سے کوئی بھی ایسا جانور خرید لے، جس کی قربانی جائز ہوتی ہے، اور اس کو حرم میں ذبح کردے، لیکن اگر وہ شکار ایسا ہو، جس کا گوشت کھانا حلال نہ ہو مثلاً ہاتھی، تو اس کی قیمت اگرچہ قربانی کے

---

[1] البتہ جو جُوں پہلے سے جسم یا کپڑے کے علاوہ زمین وغیرہ پر ہو، تو اس کو مارنے پر کوئی صدقہ وغیرہ واجب نہیں۔

ایک چھوٹے جانور سے زیادہ کیوں نہ ہو جائے، تب بھی قربانی کا ایک چھوٹا جانور ہی ذبح کرنا واجب ہوگا۔

دوسرا اختیار یہ ہے کہ وہ اس شکار کی لگائی ہوئی قیمت سے کھانا خرید لے، اور اس کو حرم یا غیر حرم کے مساکین پر اس ترتیب سے صدقہ کردے کہ ہر ایک مسکین کو یا تو ایک فطرانہ کے برابر گندم دے یا ایک فطرانہ کے برابر جَو یا کھجور دے، یعنی کہ جو چیز بھی دے، وہ ایک صدقۂ فطر کے برابر دے، اس سے کم نہ دے۔

تیسرا اختیار یہ ہے کہ ہر مسکین کے کھانے یعنی ایک فطرانہ کی مقدار کے برابر ایک روزہ رکھے، اور وہ کھانا جتنے فطرانوں کے برابر ہو، اتنے ہی روزے رکھے۔ [1]

---

[1] البتہ دوسرے اختیار یعنی مساکین کو صدقہ کرنے کی صورت میں جب سب کو فطرانہ کے برابر دیتے دیتے آخر میں ایک فطرانہ سے کم بچ جائے، تو وہ آخری مقدار فطرانہ سے کم دینا بھی جائز ہے۔

اور اسی طرح تیسرے اختیار یعنی روزے رکھنے کی صورت میں جب ایک فطرانہ کے برابر تمام روزوں کی مقدار پوری ہونے کے بعد اگر آخر میں ایک فطرانہ کی مقدار سے کم رہ جائے، تو اس کے عوض میں ایک ہی روزہ رکھا جائے گا، کیونکہ روزہ میں تجزی نہیں ہوتی۔

مذکورہ تفصیل تو حنفیہ کے نزدیک تھی، اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک شکار کیے جانے والے جانوروں کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ایسے جانوروں کی ہے کہ وہ، اونٹ، گائے، بھینس اور بکری، بھیڑ، دنبہ میں سے کسی جانور کے مثل ہوں، ایسے جانوروں کو مثلی کہا جاتا ہے۔

اور دوسری قسم ان جانوروں کی ہے کہ وہ مذکورہ جانوروں کے مثل نہ ہوں، ایسے جانوروں کو غیر مثلی کہا جاتا ہے۔

پس اگر کسی نے مثلی جانور قتل کیا ہو، تو اس کو مندرجہ ذیل تین چیزوں کا اختیار ہوگا۔

ایک اختیار تو یہ ہے کہ وہ اس کی طرح کا چوپایہ حرم کی حدود میں ذبح کرے، اور اس کا گوشت حرم کے مساکین پر صدقہ کرے، مثلاً کسی نے ہرن کو قتل کیا، تو اس کے بدلہ میں بکری کو ذبح کرے، اور اگر نیل گائے کو قتل کیا، تو گائے کو ذبح کرے، اور اگر شتر مرغ کو قتل کیا، تو وہ اونٹ یا بھینس کو ذبح کرے۔

دوسرا اختیار یہ ہے کہ وہ اس طرح کے چوپائے کی قیمت لگا کر اس سے کھانا خریدے، اور حرم کے مساکین پر صدقہ کردے۔

تیسرا اختیار یہ ہے کہ اس جانور کی قیمت سے جتنا کھانا (گندم وغیرہ) خریدا جاسکتا ہو، اس سب کو جمع کرکے اس میں سے ہر ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع یا فطرانہ کی نصف مقدار) کے عوض میں ایک روزہ رکھے، اور اس حساب سے جتنے مُد بنتے ہوں، اتنے روزے رکھے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۱...... احرام کی حالت میں اگر کسی شکار کو قتل تو نہیں کیا، البتہ اسے کوئی تکلیف پہنچائی، تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جس قدر تکلیف پہنچائی، اس کے مطابق جزا وبدلہ واجب ہوگا، پس اگر شکار کو زخمی کیا، یا اس کے بال اکھاڑے یا کاٹے، تو اس عمل کے نتیجہ میں اس شکار کی قیمت میں جس قدر کمی واقع ہوئی، اتنی مقدار میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر۱۲...... احرام کی حالت میں اگر کسی شکار کا دودھ نکالا، یا اس کا انڈہ توڑا یا اس کے جسم سے اون کاٹی، تو اس شکار کی قیمت میں جتنی کمی واقع ہوئی، اتنی مقدار کا صدقہ واجب ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور روزے رکھنے میں اختیار ہے کہ وہ حرم کی حدود میں رکھے یا حرم سے باہر کسی بھی جگہ جا کر رکھے۔

اور مالکیہ کے نزدیک دوسرے اختیار یعنی اس جانور کی قیمت لگانے کی صورت میں اس شکار کی رقم کے بجائے، براہِ راست کھانے سے بھی قیمت لگائی جاسکتی ہے، اور ان کے نزدیک حرم کے بجائے شکار والی جگہ پر مساکین کو صدقہ کیا جائے گا، اور اگر وہاں مساکین نہ ہوں، تو اس سے قریب ترین جگہ پر مساکین کو صدقہ کیا جائے گا۔

پھر ان حضرات (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک مثلی ہونے میں اعتبار صورت اور پیدائش میں مشابہت کا ہوتا ہے، اور جن جانوروں کے بارے میں سلف سے کوئی بات منقول ہو، ان میں اس کی اتباع کی جائے گی، اور جن میں سلف سے کچھ منقول نہیں، ان میں دو معتبر تجربہ کار افراد کی رائے پر عمل کیا جائے گا۔

اور ان حضرات (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک چوپاؤں اور پرندوں میں حکم مختلف ہے، چنانچہ چوپاؤں کے اندر تو مثلاً شترمرغ میں اونٹ یا بھینس واجب ہوگی، اور جنگلی گائے یعنی نیل گائے میں اور جنگلی گدھے یعنی زیبرے میں قربانی والی یعنی پالتو گائے واجب ہوگی، اور ہرن میں بکری واجب ہوگی، اور خرگوش میں بھیڑ واجب ہوگی۔

اور پرندوں کے اندر مختلف قسمیں ہیں، چنانچہ کبوتر میں بکری واجب ہوگی۔

اور اس میں مزید تفصیل بھی ہے۔

اور اگر کسی نے غیر مثلی جانور کو قتل کیا ہو، تو ان حضرات (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی، جس میں اسے مندرجہ ذیل دو چیزوں کا اختیار ہوگا۔

ایک اختیار تو یہ ہوگا کہ وہ اس کی قیمت سے کھانا خرید کر اس کو حرم کے مساکین پر صدقہ کردے، اور مالکیہ کے نزدیک شکار کیے جانے والی جگہ کے مساکین پر صدقہ کیا جائے گا۔

دوسرا اختیار یہ ہوگا کہ وہ اس کی قیمت کے حساب سے کھانے کو جمع کرے، اور ہر ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع یا فطرانہ کی نصف مقدار) کے عوض میں ایک روزہ رکھے، اور اس حساب سے جتنے مُد بنتے ہوں، اتنے روزے رکھے۔

مسئلہ نمبر۱۳...... احرام کی حالت میں اگر کسی شکار کو قتل کرنے کا سبب بنا ہو، مثلاً چیخ و پکار وغیرہ کے ذریعہ سے شکار کو ڈرایا ہو، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، یا کوئی جال نصب کیا، یا شکاری کتا شکار پر چھوڑا، جس کے نتیجہ میں شکار کی موت واقع ہوگئی، یا شکار کو قتل وذبح کرنے میں دوسرے کے ساتھ شرکت کی، مثلاً احرام والے شخص نے شکار کو پکڑ کر رکھا، اور دوسرے نے ذبح کیا، یا دوسرے شکار کرنے والے کو اس شکار کی اطلاع دی، یا اس کی طرف اشارہ کیا، اور دوسرے نے اس کو قتل کردیا، تو اس طرح کا سبب بننے کے نتیجہ میں حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کی جزاء اسی حیثیت سے واجب ہوگی، جس حیثیت سے براہِ راست خود قتل کرنے میں واجب ہوتی ہے، جبکہ مذکورہ صورتوں میں مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک جزاء واجب نہیں ہوگی، اگرچہ وہ گناہگار ہوگا۔

مسئلہ نمبر۱۴...... احرام کی حالت میں اگر کسی شکار کو پکڑا، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، تو اس کی وجہ سے بھی اس پر وہی جزاء واجب ہوگی، جو قتل کرنے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۵...... جن صورتوں میں کفارہ، دَم کی صورت میں مقرر ہے، ان صورتوں میں قربانی کے وہی جانور اور ان کی وہی شرائط ہیں، جو عام ذی الحجہ کی قربانی کے جانوروں میں مقرر ہیں۔

اور جہاں قربانی کے جانور کی صورت میں دَم مقرر ومتعین ہے، وہاں اس کے عوض میں صدقہ کرنا جائز نہیں، بخلاف فدیہ کے کہ اس میں دَم اختیاری ہوتا ہے، اور فدیہ کے حکم میں دَم کے بجائے تین روزے رکھنا یا چھ مسکینوں کو صدقہ دینا بھی جائز ہوتا ہے، یعنی ہر مسکین کو ایک صدقۂ فطر یا اس کی مالیت کے برابر صدقہ کرنا۔

پھر جو کفارہ دَم کی صورت میں مقرر ہے، جس کو دمِ جنایت بھی کہا جاتا ہے، اس کو حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

---

[1] اگر کوئی حِل سے شکار و پرندے کو لے کر حرم میں داخل ہو تو اس شکار و پرندے کو چھوڑنا واجب ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اسے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہو، اور پنجرے میں لے کر داخل ہونے والے پر حنفیہ کے نزدیک اس کا چھوڑنا واجب نہیں۔

اور اس دَم کا منیٰ کے اندر ذبح کرنا افضل ہے۔ [۱]

اور جمہور فقہائے کرام (حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک کفارہ یا دمِ جنایت والے ذبح شدہ جانور کے گوشت کا خود کھانا جائز نہیں، بلکہ اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ [۲]

اور جن صورتوں میں کفارہ صدقہ کی شکل میں مقرر ہے، ان میں صدقہ کے لئے وہی چیزیں مقرر ہیں، جو صدقۂ فطر کے لئے مقرر ہیں، جن میں ان چیزوں کی قیمت کی ادائیگی بھی جائز ہے، اور اس صدقہ کے مستحق بھی اس طرح کے مساکین ہیں، جو زکاۃ وغیرہ کے لئے مقرر ہیں، البتہ بعض صورتوں میں صدقہ کی مقدار صدقۂ فطر کی مقدار سے کم ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس صدقہ کا حرم کی حدود میں ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں غرباء و مساکین کو صدقہ کرنا جائز ہے۔

البتہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک اس صدقہ کے مستحق خاص حرم کے مساکین ہیں۔

اور جن صورتوں میں کفارہ روزوں کی شکل میں مقرر ہے، ان میں روزہ صحیح ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں، جو عام روزہ کے صحیح ہونے کی شرائط ہیں، مثلاً روزہ کی نیت کرنا، اور نیت کی تعیین کرنا کہ وہ فلاں کفارہ کے روزے رکھتا ہے، وغیرہ۔

اور ان روزوں کو رکھنے کے لئے کسی جگہ مثلاً حرم کی حدود وغیرہ کی شرط نہیں، اور نہ کسی مخصوص زمانہ میں رکھنے کی شرط ہے۔ [۳]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[۱] البتہ دمِ احصار، غیر حنفیہ کے نزدیک حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

[۲] البتہ مالکیہ کے نزدیک ہر قسم کے کفارہ یا دمِ جنایت کا گوشت خود کھانا اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق شکار کے بدلہ والے جانور کے علاوہ ہر قسم کے کفارہ یا دمِ جنایت کا گوشت کھانا جائز ہے۔

[۳] البتہ جو روزے حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی پر قادر نہ ہونے کی صورت میں مقرر ہیں، ان کے مخصوص احکام ہیں، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل و احکام'' میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

(فصل نمبر ۵)

تحلُّل یا احرام کی پابندیوں کے ختم ہونے سے متعلق احکام

احرام کی پابندیوں کے ختم ہونے یا احرام سے نکلنے کو عربی میں ’’تحلُّل‘‘ کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ احرام کی وجہ سے جو پابندیاں لازم ہوگئی تھیں، یا جو کام ناجائز و گناہ ہوگئے تھے، ان پابندیوں کا ختم ہوجانا اور ان کاموں کا جائز ہوجانا۔

مسئلہ نمبر ۱...... حج کے احرام کی پابندیوں سے نکلنے یعنی تحلل کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم کو تحللِ اول یا تحللِ اصغر کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم کو تحللِ اکبر یا تحللِ ثانی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲...... جب کوئی حج کرنے والا شخص دس ذی الحجہ کی رَمی کر چکے، اور سر کے بال بھی کٹا یا منڈا چکے، لیکن ابھی طوافِ زیارت نہ کیا ہو، تو حنفیہ سمیت کئی فقہائے کرام کے نزدیک میاں بیوی کے خصوصی تعلقات کے علاوہ احرام کی دوسری تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، جس کو فقہائے کرام نے تحللِ اول سے تعبیر کیا ہے۔

اور اگر ابھی تک سر کے بال نہ منڈائے یا کٹائے ہوں، البتہ دس ذی الحجہ کی رَمی کر چکا ہو، تو حنفیہ کے مشہور مذہب کے مطابق تو احرام کی مذکورہ پابندیاں ختم نہیں ہوتیں، البتہ حنفیہ کے غیر مشہور مذہب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک احرام کی مذکورہ پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۳...... حج کے احرام کا تحللِ اکبر یا تحللِ ثانی وہ کہلاتا ہے، جس میں کسی چیز کے استثناء کے بغیر احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، یہاں تک کہ زوجین کے خصوصی

---

[۱] اور مالکیہ کے نزدیک تحللِ اول سے جس طرح زوجین کے خصوصی تعلقات حلال نہیں ہوتے، اسی طرح ایک روایت کے مطابق شکار اور ایک روایت کے مطابق خوشبو کا استعمال بھی حلال نہیں ہوتا، البتہ اس کے علاوہ باقی چیزیں حلال ہوجاتی ہیں، جس کی مزید تفصیل آگے دس ذی الحجہ کی رمی کے بیان میں آتی ہے۔

تعلقات بھی جائز وحلال ہوجاتے ہیں۔

اگر کسی نے دس ذی الحجہ کی رمی کرلی (اور حجِ قِران یا تمتع کرنے کی صورت میں قربانی کرلی) اورسر کے بال کٹایا منڈا لئے،اور طوافِ زیارت بھی کرلیا،تو بالاتفاق تمام فقہائے کرام کے نزدیک اس سے تحللِ اکبر حاصل ہوجاتا ہے۔

اور اگر یہ تمام کام نہ کئے ہوں، بلکہ ان میں سے بعض کئے ہوں،تو اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں تحلُّلِ اکبر طوافِ زیارت کرنے سے حاصل ہوتا ہے،بشرطیکہ اس سے پہلے سر کے بال کٹایا منڈا چکا ہو۔

اور اس تحللِ اکبر کا وقت حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کے دن کا طلوعِ فجر ہونے پر شروع ہوجاتا ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس تحلل کا وقت دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے پہلے آدھی رات کے بعد ہی شروع ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۴......عمرہ کا ایک ہی تحلل کہلاتا ہے، کیونکہ عمرہ میں رمی اور قربانی نہیں ہوتی،لہٰذا اگر کوئی صرف عمرہ کررہا ہے،یعنی اس نے صرف عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہے،تو اس کے عمرہ کے احرام کی تمام پابندیاں سر کے بال منڈانے یا کٹانے پر ختم ہوجاتی ہیں۔ [1]

---

[1] پھر حنفیہ کے نزدیک عمرہ میں طواف کے اکثر چکر رکن ہیں،اور باقی چکر اور اسی طرح سعی واجب ہے،لہٰذا اگر کسی نے عمرہ کا مکمل طواف یا طواف کے اکثر چکر ادا کرنے کے بعد سر کے بال بھی منڈایا کٹا دیئے،تو وہ حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے احرام سے نکل جائے گا،مگر اس پر دَم واجب ہوگا،اور بغیر احرام کے سعی کرنا واجب ہوگا،اور اگر طواف کے باقی ماندہ چکر رہ گئے ہوں،تو وہ بھی ادا کرنے ہوں گے،لیکن اس کو دوبارہ سر کے بال منڈانے یا کٹانے کی ضرورت نہیں ہوگی،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک پورا طواف یا طواف کے اکثر چکر اداء کرنے کے بعد بال کٹانا یا منڈانا عمرہ کے احرام سے حلال ہونا کہلاتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے تمام چکر اور سعی،عمرہ کے ارکان میں داخل ہیں،اس لئے ان کے نزدیک سعی سے پہلے سر کے بال منڈانا،احرام سے حلال ہونے کے بجائے احرام کی جنایت کہلاتا ہے،جس پر ان کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵...... جب کوئی مرد یا عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حج یا عمرہ (جس کا بھی احرام باندھا ہے، اس کی ادائیگی سے قاصر وعاجز ہوجائے، مثلاً دشمن کی طرف سے رُکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے اس کو بیتُ اللہ تک رسائی یا حج وعمرہ کے بنیادی ارکان کی ادائیگی ممکن نہ رہے) تو اس کو شریعت کی زبان میں ''مُحصَر'' اور اس عمل کو ''احصار'' کہا جاتا ہے۔

محصَر کو احرام سے نکلنے کے لئے شریعت نے ''تحلُّل'' یعنی احرام کی پابندیوں سے حلال ہونے اور چھٹکارا پانے کا یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ ہدی یعنی ایسا جانور ذبح کرے، جس کی قربانی جائز ہے، مثلاً اونٹ، گائے، بکری، دُنبہ وغیرہ۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۶...... امام شافعی کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت کے مطابق جس جگہ حج یا عمرہ سے احصار واقع ہوا اور رُکاوٹ پیدا ہو، اُسی جگہ ہدی کا ذبح کرنا کافی ہے؛ لہٰذا اگر کوئی حرم کی حدود سے باہر محصَر بنے، تو اس کو ہدی کا وہیں ذبح کرنا کافی ہے (اگرچہ اُس کو اپنی ہدی کا حرم کی حدود میں ذبح کرانا ممکن ہو) اور اگر حرم کی حدود میں محصَر بنے، تو حرم کی حدود میں ہدی کا ذبح کرنا معتبر ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق محصَر کی ہدی کے ذبح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نزدیک احرام کی حالت میں بال کٹانے یا منڈانے کا جرمانہ عائد ہوتا ہے (اور اس جرمانہ کی تفصیل پیچھے احرام کی جنایت و کفارہ کے بیان میں گزر چکی ہے) اور سعی کرنے کے بعد پھر دوبارہ بال کٹا یا منڈا کر احرام سے نکلا جاسکتا ہے۔

(ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''عمرہ کے فضائل واحکام'')

[۱] پھر اگر وہ عمرۂ مفردہ سے محصر ہوا ہو (جس میں حجِ تمتع کے عمرہ والا احرام بھی داخل ہے) یا حجِ مفرد سے مُحصر ہوا ہو، تو باتفاقِ فقہاء ایک ہی ہدی یا دَم کا ذبح کرنا کافی ہے، اور اگر حجِ قِران کرنے والا ہو، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تو اس صورت میں بھی ایک ہی ہدی یا دَم کا ذبح کرنا کافی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک دو ہدی یا دو دَم ذبح کرنا ضروری ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے حنفیہ کے نزدیک حجِ قِران کرنے والا دو احراموں کو جمع کرنے والا ہوتا ہے، اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک احرام ہی دو احراموں کے قائم مقام ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے ان کے نزدیک حجِ قِران کرنے والے پر ایک طواف اور ایک سعی واجب ہوتی ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہونے کے لئے حرم کی حدود کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا ان کے نزدیک جب تک محصَر کی طرف سے حرم کی حدود میں ہدی ذبح نہیں کی جائے گی، اُس وقت تک محصَر کو احرام سے تحلُّل اختیار کرنا اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہونا جائز نہیں ہوگا، پس ان کے نزدیک اگر کوئی شخص حرم کی حدود سے باہر محصر ہوا، اور اُس کو حرم کی حدود میں پہنچنا ممکن نہیں، تو اس کو کسی دوسرے کے واسطے سے حرم کی حدود میں اپنی ہدی ذبح کرانا ضروری ہوگا۔

مسئلہ نمبر۷...... محصَر کی طرف سے ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کے لئے ہدی کے ذبح کا کوئی زمانہ اور وقت مقرر نہیں، بلکہ جس وقت بھی اُس کی ہدی ذبح ہو جائے، جائز ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۸...... اگر کوئی محصَر ہدی کے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو، تو فقہائے احناف کے نزدیک اس کے لئے حلال ہونے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں؛ لہٰذا جب تک وہ ہدی ذبح نہیں کرے گا، تو اُس پر احرام کی پابندیاں لازم رہیں گی۔

اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جو محصَر ہدی کے ذبح کرنے سے عاجز وقاصر ہو، تو اُس کا بدل وہی ہے جو حجِ تمتع وقِران کی ہدی کا بدل ہے، یعنی دس روزے رکھنا۔

لہٰذا ایسا شخص جب احرام کی پابندیوں سے نکلنے کے لئے دس روزے رکھ لے گا، تو ایسا سمجھا جائے گا، جیسا کہ اس نے ہدی ذبح کر دی ہے، اور اس کے بعد اسے احرام کی پابندیوں سے خلاصی حاصل ہو جائے گی۔

(مُحصَر یا احصار کے مزید تفصیلی مسائل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] البتہ حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک محصَر عن الحج (نہ کہ محصر عن العمرہ) کی ہدی کے ذبح ہونے کے لئے ایامِ نحر خاص ہیں۔

(باب نمبر۳)

آٹھ ذی الحجہ اور منیٰ میں قیام کے احکام

یومِ ترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو باقاعدہ حج کے اعمال کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اور حج کرنے والا اگر پہلے سے حج کا احرام باندھے ہوئے نہ ہو، تو اس دن حرم کی حدود میں کسی بھی جگہ سے حج کا احرام باندھ کر اور پہلے سے احرام میں ہو، تو اسی احرام کی حالت میں منیٰ روانہ ہوتا ہے، جہاں آٹھ ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر نو ذی الحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اور آٹھ اور نو ذی الحجہ کی درمیانی شب کا منیٰ میں قیام بھی کیا جاتا ہے، جس کے متعلق احکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... سات ذی الحجہ کے دن حکومت کی طرف سے مقرر امام کو مکہ میں ایک خطبہ دینا یا وعظ کرنا سنت ہے، جس میں حجاجِ کرام کو حج کے احکام ومناسک بتائے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۲...... حج کرنے والے کو احرام باندھ کر آٹھ ذی الحجہ کو ظہر کی نماز سے پہلے منیٰ پہنچنا اور وہاں جا کر اگلے دن کی فجر تک پانچ نمازیں پڑھنا اور یہ رات منیٰ میں گزارنا سنت ہے۔
پھر آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف فجر کی نماز کے بعد یا سورج طلوع ہونے کے بعد فوراً یا اس کے کچھ بعد نکلنا سب جائز ہے، کیونکہ اصل مقصود منیٰ میں ظہر کی نماز جا کر پڑھنا ہے۔
آج کل انتظامی وجوہات کی بناء پر معلّمین حضرات، حجاجِ کرام کو آٹھ ذی الحجہ کے دن سے پہلے منیٰ لے جاتے ہیں، اُس میں بھی کوئی گناہ نہیں، لیکن اس کو سنت یا ثواب نہیں سمجھنا چاہئے، کیونکہ یہ انتظامی چیز ہے، کوئی شرعی چیز نہیں۔

مسئلہ نمبر۳...... آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنے کے بعد منیٰ جاتے وقت اور منیٰ پہنچ کر کثرت سے تلبیہ پڑھنا اور حسبِ منشاء دعاء کی کثرت کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر۴...... اگر کوئی منیٰ میں آٹھ ذی الحجہ کے دن نہ پہنچے، یا آٹھ اور نو ذی الحجہ کی درمیانی

رات منیٰ کے میدان کے بجائے کسی اور جگہ گزارے، یا منیٰ میں یہ پانچ یا ان میں سے کچھ نمازیں نہ پڑھے، یا وہ حج کا احرام باندھ کر نو ذی الحجہ کو سیدھا عرفات چلا جائے، تو تب بھی اُس پر کوئی دَم واجب نہیں ہوتا، لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلافِ سنت ومکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵ ...... بعض لوگ منیٰ میں گرمی اور آرام نہ ہونے کا عذر بنا کر مکہ کی آبادی میں یا منیٰ سے باہر جہاں اپنی قیام گاہ ہوتی ہے، وہاں یہ رات گزارتے ہیں، اور منیٰ میں نہیں گزارتے، حالانکہ صرف آرام طلبی کی خاطر منیٰ میں رات گزارنے کی سنت کو ترک کرنا مناسب نہیں۔

البتہ اگر کوئی معتبر عذر ہو تو الگ بات ہے، مگر صرف راحت وآرام نہ ہونے اور منیٰ میں مشقت پیش آنے اور گرمی وغیرہ لگنے کو عذر سمجھنا درست نہیں، ورنہ یوں تو سارا حج ہی مشقت سے بھرا ہوا ہے، کیا ان سب کاموں کو بھی یہ بہانہ بنا کر چھوڑنا درست ہوسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر۶ ...... وادیِ مُحَسَّر سے لے کر جمرۂ عقبہ تک دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان کا حصہ منیٰ کا مقام کہلاتا ہے۔ [1]

آج کل حجاج کرام کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے بعض حجاجِ کرام کے خیمے حکومتِ سعودیہ کی طرف سے منیٰ کے بجائے مزدلفہ کی حدود میں لگائے جاتے ہیں۔

اگر حجاجِ کرام کی کثرت کی وجہ سے حکومت کی طرف سے منیٰ کی حدود سے باہر، مزدلفہ وغیرہ میں قیام کی جگہ مقرر کی جائے، تو اس جگہ قیام پذیر ہونے میں بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام کرنا فرض یا واجب عمل نہیں، بلکہ سنت عمل ہے۔

البتہ اگر اس صورت میں بھی بآسانی پانچ نمازیں منیٰ کی حدود میں آکر پڑھنا ممکن ہو، تو یہ پانچ نمازیں منیٰ کی حدود میں پڑھ لینا زیادہ فضیلت کا باعث ہوگا۔ [2]

---

[1] اور وادیٔ محسر اور جمرۂ عقبہ، منیٰ کی حدود میں داخل نہیں، اور دو طرفہ پہاڑوں کے منیٰ کی طرف والے اگلے حصے تو منیٰ میں داخل ہیں، مگر ان پہاڑوں کے پیچھے والے حصے منیٰ میں داخل نہیں۔

[2] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آٹھ اور نو ذی الحجہ کی درمیانی شب کا منیٰ میں گزارنا اور منیٰ میں آٹھ ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر نو ذی الحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں پڑھنا یہ دونوں عمل سنت ہیں۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷...... اگر بسہولت ممکن ہو، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک منیٰ میں پہنچ کر مسجدِ خیف کے قریب قیام کرنا مستحب ہے۔

آج کل حجاجِ کرام کے لئے منیٰ میں قیام کی جگہوں کی تعیین حکومت کی طرف سے کی جاتی ہے، اور اس میں ہر شخص کو خود سے جگہ کا انتخاب کرنے بلکہ اس جگہ میں داخل ہونے کا اختیار نہیں ہوتا، اس لئے منیٰ میں جس جگہ بھی قیام کرلیا جائے، جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... نو ذی الحجہ کو منیٰ میں فجر کی نماز ادا کرنا اور پھر سورج طلوع ہونے کے بعد میدانِ عرفات کی طرف جانا سنت ہے۔

اگر وہاں معلمین وحکومت کے انتظامات کے پیشِ نظر اس سے پہلے عرفات جانا پڑ جائے، تو بھی کوئی گناہ نہیں، لیکن اس کو سنت یا ثواب نہیں سمجھنا چاہئے، کیونکہ یہ انتظامی چیز ہے، کوئی شرعی چیز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھنے کے بعد منیٰ جانے سے پہلے حرم شریف میں جا کر ایک نفلی طواف کرلے، یا طوافِ قدوم کرے، تو اس کے بعد اسے طوافِ زیارت کے بعد والی حج کی سعی کرلینا جائز ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر نفلی یا طوافِ قدوم کرے، اور اس کے بعد حج کی سعی بھی کرنا چاہے، تو اس کو ایسا کرلینا جائز ہے، اور ایسی صورت میں اگر وہ مرد ہو، تو اس کو اس طواف میں اضطباع اور رَمل کرنا بھی سنت ہوگا، اور طواف سے فارغ ہوکر وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر کے پھر منیٰ چلا جائے، تو اس کو بعد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لہٰذا اگر ایک مسنون عمل کو ادا کرنا مشکل ہو، اور دوسرے کو ادا کرنا مشکل نہ ہو، تو اس کو ادا کرلینا چاہئے۔

اگر کسی حاجی کو منیٰ کی حدود میں قیام کی جگہ نہ ملے، بلکہ مزدلفہ کی حدود میں ملے، اور اسے منیٰ میں نمازیں پڑھنے کے لئے جانا بھی مشکل ہو تو اس کے لئے مزدلفہ اور حرم وغیرہ کی کسی اور حد میں قیام کرنا برابر ہوگا یا نہیں؟

اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا، بعض معاصرین نے دونوں کا درجہ برابر کہا ہے، مگر ہمارے نزدیک مزدلفہ میں قیام افضل ہے، ایک تو حجاج اور منیٰ میں مقیم حضرات کی مشابہت کی وجہ سے، دوسرے ایک رات مزدلفہ میں حجاج کے قیام کا منیٰ میں قیام سے مِن وجہٍ زیادہ تعلق ہونے کی وجہ سے نیز منیٰ سے ملحق ومتصل ہونے کی وجہ سے۔ واللہ اعلم۔

میں طوافِ زیارت کرکے حج کی سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... پہلے زمانہ میں منیٰ کی حدود مکہ مکرمہ شہر کی آبادی سے غیر معمولی فاصلہ پر تھیں، اور اس لئے مکہ مکرمہ شہر میں قیام کرنے والے اور منیٰ میں قیام کرنے والے الگ الگ مقامات پر قیام کرنے والے شمار ہوتے تھے، اور اسی وجہ سے اگر کوئی باہر سے آیا ہوا مسافر شخص کچھ دن مکہ مکرمہ شہر میں قیام کا ارادہ کرتا، اور کچھ دن منیٰ میں قیام کا ارادہ کرتا، اور ان دونوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر اس کے قیام کا زمانہ شرعی اقامت والی مدت پر مشتمل نہیں ہوتا تھا، اگرچہ دونوں جگہ کے قیام کا زمانہ مجموعی طور پر اتنی مدت پر مشتمل ہوجاتا ہو کہ ان دونوں کو جمع کیا جائے، تو شرعی اقامت (جس کا ذکر آگے آتا ہے) کا زمانہ بن جاتا ہو، تو وہ شخص مقیم نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ وہ شخص ان دونوں مقامات پر مسافر سمجھا جاتا تھا، اور اسی اصول کی بناء پر ایسے مسافر حجاجِ کرام کو منیٰ وعرفات اور مزدلفہ میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہوتا تھا۔

مگر اب جب کہ مکہ مکرمہ شہر کی آبادی کا منیٰ کی حدود سے سابقہ فاصلہ ختم ہوچکا ہے، اور مکہ شہر کی آبادی منیٰ کے ساتھ متصل ہوچکی ہے، تو اب موجودہ کیفیت کے پیشِ نظر دلائل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ جن حجاجِ کرام کا مکہ معظّمہ میں (مسافتِ سفر پر واقع اپنے وطن، یا مدینہ منورہ وغیرہ سے) آمد سے لے کر منیٰ ومزدلفہ میں قیام اور اس کے بعد مکہ معظّمہ میں قیام کا عرصہ ملا کر وہاں سے سفر کرنے تک شرعی اقامت والی مدت کا زمانہ بن رہا ہو، تو وہ ان سب مقامات پر نماز پوری پڑھیں گے، اور قصر نہیں کریں گے، کیونکہ ان کا منیٰ ومزدلفہ میں قیام کرنا اور رات گذارنا مکہ میں ہی قیام کرنے اور رات گزارنے کے حکم میں ہوگا۔[1]

پھر حنفیہ کے نزدیک شرعی اقامت کی مدت کم از کم پندرہ راتیں ہے، جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام (مالکیہ اور شافعیہ وحنابلہ) کے نزدیک چار دن ہے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک

---

[1] اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء ابھی تک منیٰ کو مکہ سے خارج قرار دیتے ہیں، تو بھی پوری نماز پڑھنا قصر کے مقابلہ میں راجح ہے، کیونکہ جب قصر واتمام میں اختلاف واشتباہ ہو، تو اتمام کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔

چار دن سے زیادہ ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے نزدیک منیٰ اور مکہ میں مجموعی طور پر کم از کم پندرہ رات قیام کی وجہ سے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صرف چار دن قیام کی وجہ سے وہ شخص مقیم ہو جائے گا، اور پوری نماز پڑھے گا، اور اس کو قصر کرنا جائز نہیں ہوگا۔ [1]

(تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ: حج میں قصر واتمام کی تحقیق، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر آٹھ ذی الحجہ کو جمعہ کا دن واقع ہو، اور حج کا ارادہ رکھنے والا اس دن شرعی مسافر ہو، تو اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، لہٰذا اس کو ظہر کی نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر وہ مقیم ہو، اور اُسے جمعہ پڑھنے میں کوئی عذر نہ ہو، تو اُسے جمعہ کی نماز پڑھنی چاہیے۔

پھر خواہ وہ مکہ کی آبادی میں پڑھے، یا منیٰ میں واقع مسجدِ خیف میں، یا پھر منیٰ میں موجود اپنے خیمہ میں، کیونکہ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ منیٰ، اب نماز کے قصر یا پورا پڑھنے کے اعتبار سے مکہ شہر کا حصہ بن چکا ہے۔

لیکن جمعہ کی نماز کے لئے جماعت کی نماز کا ہونا شرط ہے، اگر کوئی حاجی ایسا ہو کہ اسے جمعہ کی نماز باجماعت میسر نہ آئے، یا جمعہ کی نماز کے لئے جانے میں حج کے اعمال میں خلل آئے، تو پھر جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنے میں بھی حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... بعض لوگ منیٰ میں جگہ کی خاطر اور اسی طرح وضو اور استنجاء کے لئے لڑائی

---

[1] ملحوظ رہے کہ حنفیہ اور شافعیہ بلکہ حنابلہ سمیت جمہور واکثر فقہاء کے نزدیک حج میں قصر کی علت وسبب بھی شرعی سفر ہی ہے، جس طرح سے کہ دوسرے حالات میں قصر کی علت وسبب شرعی سفر ہے۔

لہٰذا حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک جو حجاجِ کرام ایامِ حج میں شرعاً مسافر ہوں گے وہ تو قصر کریں گے اور جو مقیم ہوں گے وہ اتمام کریں گے۔ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک منیٰ، عرفات ومزدلفہ میں شرعی مسافر وغیر شرعی مسافر ہر دو قسم کے مسافر حجاج نماز قصر ادا کریں گے چنانچہ جو حجاج مکہ یا اس کے قرب وجوار کے باشندے و مقیم ہوں گے وہ بھی قصر کریں گے، مگر یہ کہ جو شخص منیٰ ہی کا باشندہ ہو وہ منیٰ میں اور جو عرفات کا باشندہ ہو وہ عرفات میں اور جو مزدلفہ کا باشندہ ہو وہ مزدلفہ میں قصر نہیں کرے گا، کیونکہ ان کے حق میں مطلق سفر کا وجود نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قصر کی علت وسبب نسک ہے، لیکن سفرِ مطلق کی شرط کے ساتھ۔

(ماخوذ از: حج میں قصر واتمام کی تحقیق، صفحہ ۹، طباعتِ چہارم، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

جھگڑا کرتے ہیں اور صبر سے کام نہیں لیتے، یہ غلط عمل ہے۔

اسی طرح منیٰ میں عموماً عورتیں اور مرد حضرات اکھٹے خیموں میں ہوتے ہیں اور عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے محابا اٹھتی بیٹھتی کھاتی پیتی رہتی ہیں، اور مرد بھی بدنظری میں مبتلا رہتے ہیں، یہ اچھی بات نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ (بخاری، رقم الحديث ۱۸۵۵ ، كتاب جزاء الصيد، باب حج المرأة عن الرجل)

ترجمہ: فضل بن عباس (حج کے دوران، دس ذی الحجہ کے دن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ خثعم قبیلہ کی ایک عورت (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کرنے کے لئے) آئی، تو فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے، اور وہ عورت بھی فضل بن عباس کی طرف دیکھنے لگی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا (تاکہ بدنظری سے حفاظت ہو جائے) (بخاری)

بعض لوگوں کو منیٰ میں ہر وقت کھانے پینے کی فکر سوار رہتی ہے اور پھر استنجاء، وضو وغیرہ کی بھی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے، جس سے کافی وقت ضائع ہوتا ہے اور تنگی بھی ہوتی ہے۔

بعض لوگ منیٰ میں تلاوت و ذکر و تسبیح کے بجائے فضول گوئی میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے اوقات ضائع کر دیتے ہیں، اس طرح کی حرکات سے باز رہنا چاہئے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(باب نمبر ۴)

نو ذی الحجہ اور وقوفِ عرفہ کے احکام

پہلے گزر چکا ہے کہ نو ذی الحجہ کی صبح کو سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے میدانِ عرفات کی طرف جانا چاہئے، جہاں وقوفِ عرفہ کیا جاتا ہے، جو حج کا بڑا فریضہ ہے، اس کے متعلق احکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... نو ذی الحجہ کو فجر کی نماز منیٰ میں پڑھ کر سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات جانا سنت ہے، اگر کوئی اس سے پہلے جائے تب بھی گناہ نہیں، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۲...... میدانِ عرفات کی طرف جاتے ہوئے سکون اور وقار کو اختیار کرنا اور تلبیہ اور تہلیل وتکبیر یعنی ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' اور دیگر اذکار کرتے ہوئے جانا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... وقوفِ عرفہ، حج کا رکنِ اعظم اور سب سے بڑا فریضہ ہے، جس کے بغیر حج کسی طرح ادا نہیں ہوتا، اور اس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔

اور وقوفِ عرفہ سے مراد مخصوص زمانہ میں عرفات کے میدان میں پہنچنا یا موجود ہونا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... وقوفِ عرفہ صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ یہ وقوف عرفات کی زمین یا عرفات کی حدود میں کیا جائے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وقوفِ عرفہ اپنے مقررہ وقت میں کیا جائے۔[2]

مسئلہ نمبر ۵...... حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی ادائیگی اور اس کے

---

[1] عام حالات میں حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک عرفات میں قبل از وقت پہنچنا جائز مگر خلافِ اولیٰ ہے، اور مالکیہ نے وقوفِ عرفہ سے پہلے عرفات میں پہنچنے کو مکروہ اور شافعیہ نے خطاء اور سنت کے خلاف قرار دیا ہے۔
مگر آج کل ہجوم اور انتظامی مشکلات کی وجہ سے عرفات میں حجاجِ کرام کو پہلے پہنچا دیا جاتا ہے، تو چونکہ یہ عمل ضرورت ومجبوری کے تحت ہے، اس لئے مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

[2] اور شافعیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ احرام والا شخص عبادت کا اہل ہو۔

صحیح ہونے کے لئے وقوفِ عرفہ کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی نیت کر لینا مستحب ہے۔

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی حج کرنے والا شخص وقوفِ عرفہ کے وقت میں بے ہوش ہو، تو اس کو بے ہوشی کی حالت میں وقوفِ عرفہ کرا دینے سے بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس کے وقوفِ عرفہ کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲ ...... وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کی ابتداء حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نو ذی الحجہ کے دن سورج کا زوال ہونے پر ہوتی ہے۔

جبکہ حنابلہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی ابتداء نو ذی الحجہ کی طلوعِ فجر پر ہو جاتی ہے۔

اور وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کا وقت تمام فقہائے کرام کے نزدیک دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر پر ختم ہوتا ہے۔

یعنی وقوفِ عرفہ کے فریضہ کی ادائیگی کا وقت پوری رات جاری رہتا ہے، اور دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] جو حج کرنے والا وقوفِ عرفہ کے وقت میں بیمار و بے ہوش ہو، اور ہسپتال وغیرہ میں داخل ہو، وہاں کی انتظامیہ وقوفِ عرفہ کے وقت میں اس کو میدانِ عرفات میں لے جائے، تو اس طرح سے بھی وقوفِ عرفہ کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

[2] اور مالکیہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی فرضیت کا وقت نو اور دس ذی الحجہ کی درمیانی رات ہے، جس نے اس رات کے کسی ایک جزو میں بھی وقوف نہ کیا، تو اس کا وقوف معتبر نہیں، البتہ نو ذی الحجہ کے دن میں وقوف واجب ہے، اس لئے عمداً بغیر عذر کے ترک کرنے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی فرضیت کا دورانیہ دیگر فقہائے کرام سے زیادہ طویل ہے، کہ ان کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی فرضیت کا وقت نو ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے لے کر مکمل دن اور مکمل رات جاری رہ کر دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر پر ختم ہوتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باضابطہ وقوف زوال کے بعد فرمایا تھا، لہٰذا وقوف کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے۔

جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی حدیث ہے، جس میں آپ نے فرمایا کہ ''وَقَفَ قَبْلَ ذٰلِکَ بِعَرَفَةَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا'' اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیل و نہار دونوں میں وقوف کو معتبر قرار دیا، اور دیگر قولی احادیث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض لوگ زوال ہونے کے بعد آرام کرنے، کھانے پینے، استنجاء، وضو، غسل اور نماز وغیرہ سے فارغ ہوتے ہوتے کافی وقت اسی طرح نکال دیتے ہیں، اور آجکل عرفات میں ہجوم زیادہ ہونے کی وجہ سے استنجاء، وضو وغیرہ میں کافی وقت صرف ہوجاتا ہے، اور وقوفِ عرفہ کا کافی وقت اسی ادھیڑ بن میں خرچ ہوجاتا ہے، پھر بچے کھچے وقت میں وقوف کیا جاتا ہے، اس طریقے سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا نماز کے علاوہ اس قسم کے کاموں سے زوال سے پہلے فارغ ہوجانا چاہیے، تاکہ وقوف کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت میسر آسکے۔

مسئلہ نمبر ۷...... حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کا زمانہ دو قسموں پر مشتمل ہے۔

ایک قسم وہ ہے، جو وقوفِ عرفہ کے فرض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ وقوفِ عرفہ کا وقت شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے کے درمیان کے وقت میں کسی بھی ایک ساعت کے لئے وقوف کرلیا جائے، اس سے وقوفِ عرفہ کی فرضیت ادا ہوجاتی ہے۔ [1]

اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی دوسری قسم وہ ہے، جو کہ وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کے لئے واجب ہے، اور وہ دن اور رات کے کچھ حصہ کو جمع کرنا ہے، یعنی وقوفِ عرفہ کو سورج غروب ہونے کے ذرا بعد تک جاری رکھنا وقوفِ عرفہ کے واجبات میں سے ہے، اور عرفات میں سورج غروب ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لئے ٹھہرنا واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

میں بھی طلوعِ فجر سے قبل وقوف کرنے پر اتمامِ حج کو معلق فرمایا، اور قولی حدیث کو فعلی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زوال کے بعد باضابطہ وقوف کا ذکر ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وقوف کا وقت اس سے پہلے شروع نہ ہوا ہو، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ زوال کے بعد وقوف کا افضل و مسنون وقت ہو، پس اگر کوئی شخص زوال سے پہلے عرفات پہنچا، مگر پھر کسی حادثہ وغیرہ کی وجہ سے وہ زوال سے پہلے عرفات سے نکل گیا، اور طلوعِ فجر تک واپس نہ لوٹا، تو امام احمد کے نزدیک اس کے وقوفِ عرفہ کی فرضیت ادا ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] اور حنابلہ کے نزدیک دوسرے فقہائے کرام کے مقابلہ میں یہ سہولت بھی ہے کہ اگر کوئی حج کرنے والا شخص نو ذی الحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد اور زوال سے پہلے کسی بھی وقت عرفات کے میدان میں پہنچ جائے، اور زوال سے پہلے ہی عرفات سے (مثلاً کسی حادثہ وغیرہ کے باعث) نکل جائے، اور پھر واپس بھی لوٹ کر نہ آئے، تو اس کے وقوفِ عرفہ کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، اگرچہ اس پر دَم واجب کیوں نہ ہوجاتا ہو۔

ان حضرات کے نزدیک دَم واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی نے دن کے وقت یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا، پھر وہ شخص میدانِ عرفات سے سورج غروب ہونے سے پہلے نکل گیا، اور واپس لوٹ کر نہیں آیا، تو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کے وقوفِ عرفہ کا رکن وفرض تو ادا ہوگیا، لیکن دن کے حصہ کے ساتھ رات کے حصہ کو شامل نہ کرنے یا دوسرے لفظوں میں سورج غروب ہونے کے بعد کے کچھ وقت کا وقوف ترک ہوجانے کی وجہ سے اس پر دَم واجب ہوگا۔

لیکن شافعیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر دَم واجب نہیں ہوگا، البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے دَم ادا کردینا مستحب ہے، کیونکہ شافعیہ کے نزدیک رات یعنی سورج غروب ہونے کے بعد کا کچھ وقت وقوف میں شامل کرلینا صرف سنت ہے، اور شافعیہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے فرض یا واجب ہونے کی کوئی معقول دلیل نہیں۔

اور مالکیہ کے نزدیک اس کا حج فوت ہوجاتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک غروب کے بعد ایک ساعت کے لئے وقوف کرنا فرض اور رکن کا درجہ رکھتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کسی نے دن کے وقت یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا، لیکن وہ شخص میدانِ عرفات سے سورج غروب ہونے سے پہلے نکل گیا، اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات کے میدان میں لوٹ کر آ گیا، اور سورج غروب ہونے کے بعد تک میدانِ عرفات میں رہا، اور سورج غروب ہونے کے بعد حسبِ معمول میدانِ عرفات سے نکلا۔

تو حنفیہ کے صحیح تَرقول کے مطابق اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک اس صورت میں اس کا دَم

---

[1] حنفیہ کے نزدیک سورج غروب ہونے تک وقوف کا یہ امتداد، واجباتِ غیر اصلیہ میں داخل ہے، یعنی یہ بذاتِ خود حج کے واجبات میں سے نہیں، بلکہ وقوفِ عرفہ کے واجبات میں سے ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی رکنیت کا زمانہ رات ہے، اور دن کا وقت وجوب میں داخل ہے۔

جبکہ شافعیہ کے نزدیک معتمَد یہ ہے کہ رات اور دن کو عرفہ میں جمع کرنا سنت ہے، واجب نہیں، اور نو ذی الحجہ کے زوال سے لے کر دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر کے درمیان جس وقت میں بھی وقوفِ عرفہ کرلیا جائے تو وقوفِ عرفہ کا فرض وواجب ادا ہوجاتا ہے، اور دَم واجب نہیں ہوتا، البتہ دَم دے دینا مستحب ہے، وھو الراجح عندی۔

ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰...... اگر کسی نے دن کے وقت یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا، لیکن وہ شخص میدانِ عرفات سے سورج غروب ہونے سے پہلے نکل گیا، اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد عرفات کے میدان میں لوٹ کر آ گیا، تو حنفیہ کی مشہور روایت کے مطابق اور حنابلہ کے نزدیک اس پر واجب شُدہ دَم ساقط نہیں ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے اصح قول کے مطابق اس پر دَم واجب نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۱...... اگر کسی نے غلطی سے میدانِ عرفات کے علاوہ کسی اور جگہ کو میدانِ عرفات کا حصہ سمجھ کر وقوف کر لیا، تو اس سے، اس کے وقوفِ عرفہ کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر کسی نے حج کا احرام باندھ لیا تھا، مگر وہ وقوفِ عرفہ نہیں کر سکا، خواہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہو، یا بھول کر یا مسئلہ سے ناواقفیت کی وجہ سے، یا کسی اور عذر سے، اور اب وقوفِ عرفہ کا وقت بھی ختم ہو چکا ہے، یعنی دس ذی الحجہ کے دن کی طلوعِ فجر ہو چکی ہے، تو اس کا حج فوت ہو گیا، اب اس کو احرام سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام سے نکل

---

[1] کیونکہ شافعیہ کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ رات اور دن کے کسی بھی وقت میں وقوف کرنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، جو مذکورہ صورت میں پایا جا رہا ہے، اور مالکیہ کے نزدیک رات کے ایک جزو میں وقوف فرض ہے، جو کہ مذکورہ صورت میں پایا جا رہا ہے۔

اور اوپر متن میں جو حنفیہ کا قول ذکر کیا گیا، وہ ظاہر الروایۃ کے مطابق ہے، جبکہ ابنِ شجاع کی امام ابوحنیفہ سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں اس کا دَم ساقط ہو جاتا ہے، قدوری نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، جس کی وجہ سے اگر کوئی حنفی معذوری میں ایسا کرے، اور دَم ادا کرنا متعذر ہو تو اس کو اس روایت پر عمل کر لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

[2] اور اگر مکان کے بجائے زمان میں خطا ہوئی، تو اگر خطا تاخیر میں ہوئی، بایں طور کہ لوگوں نے جس دن وقوف کیا، وہ نو ذی الحجہ کے بجائے دس ذی الحجہ ثابت ہوئی، تو حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک وقوفِ عرفہ درست ہو جائے گا، کیونکہ اب تلافی ناممکن ہے، اس لئے دفعِ حرج کی بناء پر وقوفِ عرفہ درست قرار دیا جائے گا۔

اور اگر خطا تقدیم میں ہوئی، بایں طور کہ لوگوں نے جس دن وقوف کیا، وہ نو ذی الحجہ کے بجائے آٹھ ذی الحجہ ثابت ہوئی، تو حنفیہ، مالکیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے اصح قول کے مطابق وقوفِ عرفہ درست نہیں ہوگا، کیونکہ ابھی تلافی کی صورت ممکن ہے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے غیر اصح قول کے مطابق اور بعض مالکیہ کے مطابق وقوفِ عرفہ درست ہو جائے گا، کیونکہ دوبارہ وقوف کا مکلّف کرنے میں حرج پایا جاتا ہے۔

جائے، اور آئندہ سالوں میں اس حج کی قضاء کرے۔

مسئلہ نمبر۱۴۳...... وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کے لئے میدانِ عرفات کی کوئی خاص جگہ متعین نہیں، بلکہ میدانِ عرفات کی حدود میں جس جگہ بھی وقوف کرلیا جائے، تو وہ بغیر کسی کراہت کے درست ہوجاتا ہے، جبکہ کسی کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچائی جائے، مثلاً لوگوں کے گزرنے والی جگہ میں پڑاؤ نہ ڈالا جائے۔

البتہ بطنِ عرنہ جسے وادیِ عرنہ بھی کہا جاتا ہے، میں وقوف کرنا معتبر نہیں، کیونکہ یہ جگہ عرفات کی حدود سے باہر ہے۔ [1]

بعض لوگ عرفات کے میدان میں راستہ کے درمیان وقوف کے لئے اپنا ٹھکانا بنالیتے ہیں جس سے آنے جانے والے حضرات کو دِقَّت اور تکلیف پیش آتی ہے، اور کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، لہٰذا راستہ سے ہٹ کر وقوف کرنا چاہئے۔

اسی طرح وقوفِ عرفات کے لئے مسجدِ نمرہ میں وقوف کرنا یا وہاں جاکر نماز ادا کرنا ضروری نہیں، جیسا کہ بعض لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں، اور اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں اپنے مخصوص ومتعین خیمہ سے نکل کر مسجد نمرہ تک پہنچنے اور وہاں سے واپس اپنے خیمہ میں آنے میں بہت سا وقت خرچ ہوجاتا ہے، اور پیدل آنے جانے میں کافی تھکان بھی ہوجاتی ہے (جس کی وجہ سے وقوف اور حج کے دوسرے اعمال میں کمزوری کا خدشہ ہے) نیز بعض لوگ راستہ بھول جانے کی وجہ سے اپنے خیموں تک نہیں پہنچ پاتے، جس میں ساتھیوں اور اپنے آپ کے پریشان ہونے اور سامان وغیرہ گم ہوجانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اور عام طور پر یکسوئی ودلجمعی نہیں رہتی کہ دل اپنے سامان یا ساتھیوں کی طرف اٹکا رہتا ہے، پس اس قسم کی پریشانیوں سے بچنے کے لئے مناسب یہی ہے کہ اپنے اپنے خیموں میں رہ کر یکسوئی ودلجمعی کے ساتھ وقوف کیا جائے۔

---

[1] شنید ہے کہ مسجدِ نمرہ سے متصل قبلہ کی طرف بطنِ عرنہ ہے، اور آج کل توسیع کے بعد مسجدِ نمرہ کا کچھ حصہ بھی بطنِ عرنہ میں داخل ہے، جہاں مخصوص نشان وعلامت قائم ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... اگر بسہولت ممکن ہو، اور دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے، تو فی نفسہٖ عرفات کے میدان میں جبلِ رحمت (نامی پہاڑ) کے قریب وقوف کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اور یہ فضیلت جبلِ رحمت کے صرف قریب وقوف کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے، جبلِ رحمت کے اوپر چڑھنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ بعض ناواقف لوگ ایسا کرتے ہیں، اور وہ جبلِ رحمت پہاڑ کے اوپر چڑھنے کو ثواب سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کی کچھ اصل نہیں۔

آج کل ہجوم نیز حکومت کی طرف سے انتظامی معاملات کی وجہ سے جبلِ رحمت کے قریب وقوف کرنا مشکل ہوتا ہے، اور حجاجِ کرام کے لئے اپنے خیمے مختص کئے جاتے ہیں، اس لئے جبلِ رحمت کے قریب پہنچنے کے لئے زیادہ جدوجہد و تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... وقوفِ عرفہ کا وقت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نو ذی الحجہ کے دن زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے، اور زوال کے بعد جلد ظہر کی نماز پڑھ کر ذکر واذکار وغیرہ میں مشغول ہو جانا بہتر ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... میدانِ عرفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں کو باجماعت ظہر کی نماز کے وقت میں (یعنی زوال کے بعد) اکٹھا بغیر کسی فاصلہ کے ادا فرمایا تھا، اور دونوں نمازوں کے درمیان میں کوئی سنت و نفل نماز نہیں پڑھی تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر میدانِ عرفات میں جماعت سے نماز پڑھی جائے، اور امامت کے فرائض امیرِ حکومت انجام دے، تب تو دونوں نمازوں کو ظہر کی نماز کے وقت میں اکٹھا پڑھا جانا سنت ہے، ضروری پھر بھی نہیں، اور ان میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو، تو ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقتوں میں الگ الگ پڑھنا ضروری ہے۔

جبکہ جمہور فقہائے کرام یعنی امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک امیرِ حکومت کی اقتداء میں یا امیرِ حکومت کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں یا تنہاء نماز پڑھنے کی صورت میں بہرصورت حج کرنے والے کو میدانِ عرفات میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا سنت ہے۔

اور اگر کوئی دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقتوں میں پڑھے، تو بھی اداء ہو جاتی ہیں۔ [1]

اگر چہ حنفیہ کا فتویٰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر ہے، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی حنفیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کا قول جمہور فقہائے کرام کے مطابق ہے، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت عطاء اور حضرت طاوس کا بھی یہی قول ہے۔

اس لئے ہماری ذاتی دیانت دارانہ رائے کے مطابق اگر جمہور فقہائے کرام کے قول پر عمل کرتے ہوئے کچھ حجاجِ کرام اپنے خیموں میں نماز باجماعت، یا تنہاء نماز پڑھنے کی صورت میں جمع بین الصلاتین کریں، اور جو اپنے اپنے وقت پر دونوں نمازوں کو پڑھیں، تو ان کی نماز کو بھی درست قرار دیا جائے گا، اور ان کی نماز کو باطل قرار دینا درست نہیں ہوگا، جیسا کہ آج کل اس مسئلہ میں غلو کیا جاتا ہے، اور میدانِ عرفات میں ایک دوسرے پر فتوے بازی اور بحث مباحثہ کا بازار گرم نظر آتا ہے، مجتہَد فیہ فروعی مسائل میں اتنا تشدُّد ہمارے نزدیک مناسب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷......عرفات کے میدان میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی صورت میں جمہور فقہائے کرام کے نزدیک ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان سنت و نفل نماز پڑھنا یا کوئی اور عمل مثلاً کھانا پینا مکروہ ہے۔ [2]

---

[1] البتہ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے یعنی اس جمع بین الصلاتین کا سبب اس کا نُسُکِ حج ہونا ہے، یا سفر ہونا ہے؟ اس میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے مشہور قول کے مطابق عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے کا سبب حج کا نسک ہونا ہے، اور شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ اس جمع بین الصلاتین کا سبب سفر ہے۔

لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو جمع بین الصلاتین کی یہ اجازت صرف ایسے حجاجِ کرام کو ہوگی، جو نو ذی الحجہ کے دن مسافر ہوں، جبکہ دیگر فقہائے کرام نزدیک مسافر اور غیر مسافر دونوں قسم کے حاجیوں کو ہوگی، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مندرجہ بالا شرائط بھی ہوں گی۔

[2] اور ظہر کے بعد کی سنتوں کو ترک کر دیا جائے گا، البتہ بعض حضرات کے نزدیک ظہر کے بعد کی سنتوں کو ظہر و عصر کی نماز سے فارغ ہو کر ادا کیا جائے گا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۸...... عرفات کے میدان میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے باجماعت پڑھنے کی صورت میں ظہر اور عصر دونوں نمازوں کے لئے الگ الگ اقامت کہنا فرض یا واجب تو نہیں، البتہ سنت و مستحب ہے، اور اس اقامت کے ذریعہ نفل پڑھنے کا شبہ بھی دور ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹...... اگر کوئی عرفات میں مسافر ہو، تو وہ ظہر اور عصر کی نماز قصر ادا کرے گا، اور اگر مقیم ہو، تو وہ پوری نماز پڑھے گا، اور مقیم و مسافر ہونے کی تفصیل پہلے منیٰ کے آٹھ ذی الحجہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۲۰...... میدانِ عرفات میں وقوف کے دوران کوئی خاص دعاء یا ذکر ضروری نہیں کہ اس کے بغیر وقوفِ عرفہ درست نہ ہوتا ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ذهب الفقهاء إلى كراهة التنفل بين الصلاتين المجموعتين جمع تقديم فى عرفة، والمجموعتين جمع تأخير فى مزدلفة، فإذا جمع الإمام بين الظهر والعصر بعرفة، يصلى الظهر والعصر فى وقت الظهر، ويترك سنة الظهر البعدية، ومثل ذلك المغرب والعشاء .فيصلى المغرب والعشاء فى وقت العشاء ، ويترك سنة المغرب البعدية؛ لأنه صلى الله عليه وسلم لم يتطوع بينهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ ص۱۸۵، ۱۸۶، مادة " اوقات الصلاة")

م :(ولا يتطوع) ش :أى الإمام، وكذا القوم لا يتطوعون م :(بين الصلاتين) ش :أى الظهر والعصر م :(تحصيلا لمقصود الوقوف) ش :أى بعرفة م :(ولهذا) ش :أى ولأجل تحصيلِ المقصود بالوقوف م :(قدم العصر على وقته) ش :وقال النووى يصلى السنن الراتبة، فيصلى أولاً سنة الظهر التى قبلها ثم يصلى الظهر ثم العصر ثم سنة الظهر التى بعدها، ثم سنة العصر، ولا يتنفلون بعد الصلاتين، ولم يسبح بهما ولا بعد واحدة منها (البناية شرح الهداية، ج۴ ص۲۱۷، كتاب الحج، الدفع من منىٰ الىٰ عرفة)

ويكره التطوع بين الصلاتين لمن يجمع بينهما إماماً كان أو مأموماً فإن تطوع أعاد الأذان لأجل العصر فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالى وقال محمد رحمه الله تعالى لا يعيد (فتاوىٰ قاضيخان، ج۱ ص۱۹۸، كتاب الحج)

وكذا لا يتنفل بعد صلاة العصر (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص۷۳۵، كتاب الحج، فصل فى كيفية ترتيب افعال الحج)

[1] شنید ہے کہ آج کل عرفات میں حکومت کی طرف سے مقررہ امام مقیم ہونے کے باوجود نماز قصر پڑھاتا ہے، اگر یہ بات درست ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہوگی، اور اگر مسافر ہونے کی وجہ سے قصر کرتا ہو، تو پھر اس کی اقتداء میں نماز درست ہو جاتی ہے، البتہ ایسی صورت میں اگر کوئی حنفی مقتدی مقیم ہو، تو اس کو امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنی دو رکعتیں مزید پڑھنا ضروری ہوگا۔

اس لئے اگر کوئی خاموشی سے وقوفِ عرفہ کرلے، یا کوئی بیماری یا کمزوری یا تھکن وغیرہ کی وجہ سے وقوفِ عرفہ کے دوران لیٹ یا سوجائے، تب بھی وقوفِ عرفہ کی ادائیگی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

البتہ خاموش رہنے یا فضولیات میں مشغول ہونے کے بجائے وقوفِ عرفہ کے دوران عبادات، نفل نماز، ذکرواذکار، اپنے اور دوسروں کے لئے دعاء، استغفار، تلبیہ، تکبیر وتہلیل، درود شریف اور تلاوت وغیرہ میں مشغول ہونا بلکہ حسبِ توفیق ان چیزوں کی کثرت کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوفِ عرفات کے دوران درجِ ذیل کلمات کا پڑھنا معتبر سند کے ساتھ ثابت ہے کہ:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، إِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْآخِرَۃِ .

نیز معتبر احادیث میں وقوفِ عرفہ کے دوران مندرجہ ذیل دعاء پڑھنے کا بھی ذکر آیا ہے:

لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ، بِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

اس کے علاوہ اپنی زبان میں بھی مختلف قسم کی دعائیں کی جاسکتی ہیں۔

اور جو مسنون دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع پر ثابت ہیں، ان کو بھی پڑھا جاسکتا ہے، مگر ان دعاؤں کو خاص میدانِ عرفات کی مسنون دعاؤں کا درجہ نہیں دینا چاہئے۔

آج کل عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ میدانِ عرفات میں بہت سے لوگ طوطے کی طرح دعائیں پڑھنے کا اہتمام تو بہت زیادہ کرتے ہیں، لیکن خشوع اور دل کی گہرائی سے دعائیں مانگنے کا اہتمام بہت کم ہوتا ہے۔

حالانکہ دعاء کا پڑھنا مقصود نہیں بلکہ دعا مانگنا مقصود اصلی ہے، اور حقیقی معنیٰ میں دعاء وہی ہے جو دل سے نکلے خواہ کسی زبان میں ہو۔ [1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں عرفات میں مختلف دعاؤں کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے، جن کی اسناد پر محدثین کو کلام ہے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ عرفہ کی شام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲۲...... وقوفِ عرفہ کے دوران کھڑے ہوکر قبلہ کی طرف رُخ کر کے اور ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا افضل ہے، اور بیٹھ کر دعاء کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۳...... وقوفِ عرفہ کے دوران مرد حضرات کو وقتاً فوقتاً تلبیہ کچھ معتدل جہر اور آواز کے ساتھ اور خواتین کو آہستہ آواز کے ساتھ پڑھنے کے علاوہ باقی ذکر واذکار اور دعاء کا آہستہ آواز میں کرنا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر۲۴...... دعاء کے شروع میں اللہ کی حمد وثناء اور درود شریف پڑھ لینا، اور دعاء کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللهم إنک ترى مكاني،وتسمع كلامي،وتعلم سرى وعلانيتي، لا يخفى عليک شيء من أمرى،أنا البائس الفقير،المستغيث المستجير،الوجل المشفق،المقر المعترف بذنبه،أسألک مسألة المسكين،وأبتهل إليک ابتهال المذنب الذليل،وأدعوک دعاء الخائف الضرير، من خضعت لک رقبته، وذل جسده ، ورغم أنفه،اللهم لا تجعلني بدعائک شقيا،وكن بى رء وفا رحيما،يا خير المسئولين،ويا خير المعطين.

مگر اس کی سند کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام میں اکثر وقوفِ عرفہ کے دوران یہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

اللهم لک الحمد كالذى نقول وخيرا مما نقول، اللهم لک صلاتي ونسكي ومحياى ومماتي، وإليک مآبى، ولک رب تراثي.

اللهم إني أعوذ بک من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات الأمر، اللهم إني أعوذ بک من شر ما يجيء به الريح.

مگر محدثین نے اس حدیث کو غریب اور کمزور جبکہ بعض نے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث یہ مروی ہے، جس میں مذکور ہے کہ جو شخص بھی وقوفِ عرفہ کی شام کو میدانِ عرفات میں قبلہ کی طرف اپنا رُخ کر کے کھڑا ہو، پھر سو مرتبہ یہ دعا پڑھے کہ:

لا إله إلا الله وحده لا شريک له، له الملک وله الحمد وهو على كل شيء قدير مائة مرة.

پھر سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، پھر سو مرتبہ یہ درود پڑھے کہ:

اللهم صل على محمد كما صليت على إبراهيم وآل إبراهيم إنک حميد مجيد، وعلينا معهم.

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو گواہ بنا کر، اس دعاء پڑھنے والے کی مغفرت کا اعلان ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر یہ بندہ تمام میدانِ عرفات والوں کی سفارش کی دعا کرے، تو میں اس کو بھی قبول کروں گا (بیہقی)

مگر اس حدیث کو بعض محدثین نے غریب اور اجنبی قرار دیا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخیر میں آمین کہہ لینا، بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵...... وقوفِ عرفہ کے دوران خیمہ وغیرہ کا سایہ حاصل کرنا جائز اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

لہٰذا آج کل جو میدانِ عرفات میں حجاجِ کرام کے لئے خیمے نصب کئے جاتے ہیں، تو ان خیموں کے اندر وقوف کرنے میں حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... میدانِ عرفات میں وقوف کے دوران طہارت اور پاکی کی حالت میں ہونا شرط اور ضروری نہیں، لہٰذا اگر کوئی ناپاکی کی حالت میں وقوفِ عرفہ کرے، تو اس کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے۔

اسی وجہ سے اگر کوئی خاتون وقوفِ عرفہ کے وقت ناپاکی (یعنی حیض یا نفاس) کی حالت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعض حضرات نے عرفہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل دعاء کے سنت ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ:

اللهم إليک أشكو ضعف قوتى ، وقله حيلتى ، وهوانى على الناس ، يا أرحم الراحمين ، أنت أرحم بى ، إلى من تكلنى إلى عدو يتجهمنى ، أم إلى القريب ملكته أمرى إن لم تكن غضبانا على ، فلا أبالى غير أن عافيتک هو أوسع لى ، أعوذ بنور وجهک الذى أشرقت له الظلمات ، وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة أن تنزل بى غضبک ، أو تحل على سخطك ، لک العتبى حتى ترضى ، ولا حول ولا قوة إلا بک.

مگر ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے دن اس دعاء کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوسکا۔

البتہ اس دعاء کا ایک اور موقع پر روایت میں ذکر آیا ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مندرجہ ذیل دعاء کو عرفہ کے دن ہزار مرتبہ پڑھا، تو وہ جو بھی دعاء کرے گا، قبول کی جائے گی، بشرطیکہ قطع رحمی اور گناہ کی دعاء نہ کرے، وہ دعاء یہ ہے:

سبحان الذى فى السماء عرشه، سبحان الذى فى الأرض موطئه، سبحان الذى فى البحر سبيله، سبحان الذى فى النار سلطانه، سبحان الذى فى الجنة رحمته، سبحان الذى فى القبور قضاؤه، سبحان الذى فى الهواء روحه، سبحان الذى رفع السماء ، سبحان الذى وضع الأرض سبحان الذى لا منجا منه إلا إليه.

اس حدیث کی سند ضعیف معلوم ہوتی ہے، جبکہ بعض محدثین نے اس کے ثبوت ہی کا انکار کیا ہے، اس لئے مندرجہ بالا دعاؤں کو عرفات کی مسنون دعاؤں کا درجہ دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

''تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''

ہو، یا اس دوران مذکورہ ناپاکی شروع وجاری ہوجائے، تو اس کے وقوفِ عرفہ میں کوئی خلل وخرابی نہیں آتی۔

اور حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہوتا، البتہ قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ باقی ذکر واذکار کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے اگر کوئی خاتون عرفات کے میدان میں ناپاکی کی حالت میں ہو، تو وہ نماز نہیں پڑھے گی، البتہ قرآن مجید کے علاوہ باقی ذکر واذکار کرسکتی ہے۔

اور اگر کسی کو عذر نہ ہو، تو حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ پاکی کی حالت میں کرنا سنت ہے، اور حنابلہ کے نزدیک اور مالکیہ کے معتمد قول کے مطابق وقوفِ عرفہ پاکی کی حالت میں کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷...... میدانِ عرفات میں وقوف کرنے سے پہلے غسل کرلینا حنفیہ کے نزدیک اور مالکیہ کے معتمد قول کے مطابق مستحب ہے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق سنت ہے۔ [۱]

اگر کوئی وقوفِ عرفہ کے لئے غسل نہ کرے، بلکہ وضو کرلے، تو بھی جائز ہے، اور کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۸...... نو ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک زوال کے بعد نماز سے پہلے حکومت کی طرف سے مقررہ امام کو دو خطبے دینا اور ان دو خطبوں کے درمیان مختصر وقفہ کرنا، جیسا کہ جمعہ کے خطبوں میں کیا جاتا ہے، مسنون ہے، اور ان خطبوں میں امام حج کے احکام کی تعلیم کے علاوہ حجاجِ کرام کو کثرت سے دعاء اور تضرع کرنے کی ترغیب دے گا۔

---

[۱] اور بعض حضرات نے میدانِ عرفات میں غسل کرنے کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، مگر ہمیں اس کے سنتِ مؤکدہ ہونے کی دلیل کمزور معلوم ہوتی ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک امام یا اس کے نائب کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو خطبوں کے بجائے ایک مختصر خطبہ دے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۹...... وقوفِ عرفہ کے دوران مسجدِ نمرہ میں امام جو خطبہ دیتا ہے، حجاجِ کرام کا اس خطبہ کو سننا اور اس میں شرکت کرنا، ضروری نہیں ہے، البتہ اگر کوئی سنے تو گناہ بھی نہیں، مگر اس کی خاطر حج کرنے والے کا اپنے آپ کو بے جا مشقت میں ڈالنا بھی مناسب نہیں۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عرفات میں مسجد نمرہ میں جو خطبہ دیا جاتا ہے اس کو جا کر سننا ضروری ہے، اور اگر یہ خطبہ نہ سنا جائے تو وقوفِ عرفہ صحیح نہیں ہوتا یا ناقص ہوتا ہے، یہ غلط فہمی ہے، میدانِ عرفات میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے وقوف کر لینا کافی ہے، خواہ خطبہ کی آواز بھی سنائی نہ دے اور مسجدِ نمرہ جانے آنے میں آج کل بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، اس لئے خطبہ سننے کے لئے مسجد نمرہ جانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۰...... میدانِ عرفات میں وقوف کرنے والوں کو سورج غروب ہونے کے بعد جلدی کوچ کرنا اور نکلنا فرض یا واجب تو نہیں، البتہ سنت ہے، بشرطیکہ دوسروں کو ایذاء و تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

اور اگر رَش یا ہجوم کی وجہ سے یا کسی بیمار، معذور یا کمزور کو سواری یا اپنے ساتھیوں وغیرہ کے انتظار کی وجہ سے میدانِ عرفات سے نکلنے میں کچھ تاخیر ہو جائے، تو بھی گناہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۱...... وقوفِ عرفہ سے فارغ ہو کر، مغرب کی نماز پڑھے بغیر، مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے، اور مغرب کی نماز مزدلفہ میں جا کر پڑھنی چاہئے، جس کی مزید تفصیل آگے مزدلفہ کے بیان میں آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲...... میدانِ عرفات کی طرف جاتے ہوئے، یا میدانِ عرفات سے نکلتے ہوئے اتنی جلد بازی مکروہ ہے، جس سے دوسروں کو ایذاء و تکلیف پہنچے۔

---

[1] اگر امام بالکل خطبہ نہ دے، یا زوال سے پہلے عرفہ کا خطبہ دے، تو مکروہ ہے، مگر زوال سے پہلے کا یہ خطبہ حنفیہ کے نزدیک معتبر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۳...... میدانِ عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاتے ہوئے کوئی خاص ذکر واذکار لازم نہیں ہے۔

البتہ راستہ میں تلبیہ، تہلیل، تکبیر، استغفار اور درود شریف اور دیگر ذکر واذکار اور دعاء میں مصروف ہونا، مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴...... وقوفِ عرفات سے فارغ ہوکر جس راستہ سے بھی نکلے، جائز ہے، البتہ اگر بآسانی ''مازمین'' کے راستہ سے ممکن ہو، تو اس سے نکلنا افضل ہے، اور مازمین کے راستہ سے مراد دو پہاڑیوں کے درمیان والا راستہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵...... یومِ عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے دن عام مسلمانوں کو نفلی روزہ رکھنے کی احادیث میں عظیم فضیلت آئی ہے، لیکن حج کرنے والے کو اس دن حج کے اہم اعمال میں مشغولیت ہوتی ہے، اور نفلی روزہ رکھنے کی وجہ سے حج کے اہم اعمال کی انجام دہی میں مشکل پیش آتی ہے، اس لئے اس کو نو ذی الحجہ کا نفلی روزہ رکھنے کے بجائے اپنے حج کے اعمال میں مشغول ہونا زیادہ مناسب ہے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیل القدر صحابۂ کرام کا حج کے موقع پر عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا ثابت ہے۔

اگر کسی حج کرنے والے کو یہ غالب گمان ہو کہ اس کو نو ذی الحجہ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے وقوفِ عرفہ اور دعائیں وغیرہ مانگنے اور سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی اور حج کے دیگر اعمال میں کمزوری واقع نہیں ہوگی، تو حنفیہ کے نزدیک ایسے شخص کو نو ذی الحجہ کا نفلی روزہ رکھنا مستحب ہے۔

جبکہ جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حج کرنے والا اگرچہ قوی و طاقتور کیوں نہ ہو، اس کو نو ذی الحجہ کا نفلی روزہ رکھنا مستحب نہیں ہے، بلکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کو روزہ رکھنا مکروہ ہے، اور شافعیہ کے نزدیک خلافِ اولیٰ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۶...... میدانِ عرفات میں موجود حجاجِ کرام کے علاوہ کسی اور مقام یا علاقہ میں نو

ذی الحجہ کو عصر کے بعد لوگوں کا جمع ہونا، تاکہ وہ میدانِ عرفات میں موجود حجاجِ کرام کی مشابہت اختیار کریں، جس کو ''تعریف'' کا نام دیا جاتا ہے، حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۳۷...... نو ذی الحجہ کا دن اگر جمعہ کے دن واقع ہو، تو عورتوں، معذوروں اور مسافروں پر تو جمعہ کی نماز واجب نہیں، اور جو ایسے نہ ہوں، تو جن حضرات کے نزدیک عرفات کا میدان مکہ کی حدود میں داخل ہو چکا، اُن کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب ہے، پھر خواہ مسجدِ نمرہ میں پڑھیں، یا پھر اپنے خیموں میں باجماعت پڑھیں، البتہ اگر کسی کو باجماعت جمعہ کی نماز میسر نہ ہو، تو مجبوری کے باعث ظہر کی نماز پڑھنے میں بھی حرج نہیں، اور ہمارے نزدیک موجودہ دور میں یہی راجح ہے۔

اور جن کے نزدیک عرفات، مکہ کی حدود میں داخل نہیں ہوا، ان کے نزدیک میدانِ عرفات میں موجود حجاج پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۸...... نو ذی الحجہ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک ہر فرض نماز کے بعد مرد، عورت، مقیم، ومسافر، اور حاجی اور غیر حاجی سب کو ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق پڑھنے کا حکم ہے۔

اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک تکبیرِ تشریق کا آغاز نو ذی الحجہ کی فجر سے ہو جاتا ہے، اور اس کا اختتام تیرہ ذی الحجہ کی عصر پر ہوتا ہے۔[2]

اور تکبیرِ تشریق یہ ہے:

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ''

مسئلہ نمبر ۳۹...... آج کل عرفات میں بعض متمول و مالدار حضرات کی طرف سے کھانے

---

[1] جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ''تعریف'' کا مندرجہ بالا عمل جائز ہے۔

[2] اور مالکیہ وغیرہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کی ظہر سے آغاز ہوتا ہے، اور اختتام کے وقت میں اختلاف ہے۔
اور مندرجہ بالا دنوں میں تکبیرِ تشریق کا پڑھنا حنفیہ کے راجح قول کے مطابق واجب ہے، اور حنابلہ اور شافعیہ اور بعض حنفیہ کے نزدیک سنت ہے، اور مالکیہ کے نزدیک مندوب و مستحب ہے۔

پینے کی مختلف چیزیں مفت تقسیم کرنے کا انتظام ہوتا ہے۔

بعض لوگ ان چیزوں کے حاصل کرنے میں اتنے منہمک ومصروف ہوجاتے ہیں کہ وقوف کا بہت سا قیمتی وقت اسی کی نظر ہوجاتا ہے، ان چیزوں کے حاصل کرنے میں چھینا جھپٹی کی نوبت آتی ہے، ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں اور لڑائی جھگڑے، زبان درازی تک سے گریز نہیں کرتے، اور پھر بہت سا وقت ان چیزوں کے کھانے پینے میں مشغول ہوکر گزار دیا جاتا ہے، بعض لوگ وقفہ وقفہ سے کھانے کی محفل سجاتے ہیں، خوب کھانے پینے کا دور چلتا ہے۔

یہ نازیبا طریقہ ہے کہ اتنا مال خرچ کرکے، ہر قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرکے اور وطن سے دور لمبا سفر کرکے یہاں تک رسائی حاصل ہوئی اور حج کے اس مقدس اور عظیم رکن کے قیمتی لمحات کو ایسی چیزوں کی نظر کردیا کہ جو چیزیں ساری زندگی ہر جگہ میسر آسکتی ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان چیزوں کو مفت حاصل کرنا اور عرفات میں کھانا پینا جائز نہیں بلکہ ان لوگوں کی غلطی و بے اعتدالی کی نشاندہی مقصود ہے جو حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور اس میں غلو کرتے ہیں، یہاں تک کہ اصل عبادت ثانوی درجہ اختیار کرلیتی ہے اور دوسرے کام پہلے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔

پس بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت کھانے پینے سے فراغت حاصل کرکے وقوفِ عرفات کی برکات سے مستفید ہونا چاہئے۔

اسی طرح بعض لوگ عرفات میں ادھر ادھر کی باتوں اور قصے کہانیوں میں مصروف رہتے ہیں اور کسی بھی طرح وقت گزارنے کی فکر ان پر سوار رہتی ہے جو کہ عظیم ثواب سے محرومی کا باعث ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(باب نمبر۵)

وقوفِ مزدلفہ کے احکام

نو ذی الحجہ کو عرفات میں وقوف سے فارغ ہو کر سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ میں جانے اور رات کو مزدلفہ میں قیام کرنے کا حکم ہے، جس سے متعلق مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... حج کے واجباتِ اصلیہ میں سے ایک واجب مزدلفہ میں وقوف کرنا یا رات گزارنا ہے، البتہ معذور حضرات پر یہ عمل واجب نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... عرفات اور منیٰ کے درمیان مزدلفہ واقع ہے، جس کے ایک حصہ میں مشعرِ حرام کے نام سے مسجد واقع ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... غیر معذور حضرات کو مزدلفہ میں قیام یا وقوف کرنا واجب ہے۔

اور اس واجب کی ادائیگی کا وقت حنفیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے کے درمیان ہے، اگر کوئی اس وقت میں تھوڑے سے وقت کے لئے بھی مزدلفہ میں وقوف کرلے، تو اس کا واجب ادا ہوجاتا ہے، اور اگر اس پورے عرصہ میں تھوڑے سے وقت کے لئے بھی کوئی وقوف نہ کرے، خواہ طلوعِ فجر سے پہلے کا وقت مزدلفہ میں گزار لے، مگر طلوعِ فجر سے پہلے وہاں سے نکل جائے، تو اس پر دَم واجب ہوتا ہے، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اس کو ترک کیا جائے، مثلاً رَش اور ہجوم کی وجہ سے، تو دَم واجب نہیں ہوتا، اور حنفیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے پہلے رات کا وقت مزدلفہ میں گزارنا سنت ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام (مالکیہ، شافعیہ وحنابلہ) کے نزدیک مزدلفہ میں طلوعِ فجر سے پہلے کا کچھ وقت گزارنا واجب ہے، جس کو ان حضرات نے ''مبیتِ مزدلفہ'' کا نام دیا ہے، اور ان حضرات کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد وقوف واجب نہیں، بلکہ سنت

ہے، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اگر کوئی شخص دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے کچھ وقت مزدلفہ میں گزار کر، طلوعِ فجر ہونے سے پہلے نکل جائے، تو اس پر دَم واجب نہیں ہوتا، اور اگر اس کے برعکس طلوعِ فجر سے پہلے کا کچھ وقت مزدلفہ میں نہ گزارے، خواہ طلوعِ فجر کے بعد کا کچھ وقت گزارے، تو دَم واجب ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... مزدلفہ کے وقوف کو بغیر عذر ترک کرنے پر دَم لازم ہوتا ہے۔

اور عذر کی وجہ سے مزدلفہ کے وقوف کو ترک کرنے پر دَم لازم نہیں ہوتا، چنانچہ بوڑھے اور کمزور اور بیمار لوگ، ضعیف عورتیں اور بچے، رَش اور ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ کا وقوف ترک کردیں، اور وہ عرفات سے سیدھے منیٰ، یا حرم میں کسی اور جگہ، یا مزدلفہ سے طلوعِ فجر ہونے سے پہلے منیٰ یا حرم میں کسی اور جگہ چلے جائیں، یا کسی عورت کو حیض یا نفاس جاری ہونے کا خوف ہو، جس کی وجہ سے وہ وقوفِ مزدلفہ ترک کرکے جلدی حرم پہنچ کر دس ذی الحجہ کی صبح سویرے طوافِ زیارت کرنا چاہے، تو ایسے اعذار کی صورت میں دَم لازم نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] ملحوظ رہے کہ تمام فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ معذور حضرات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا اور وقوف کرنا واجب نہیں، اور غیر معذور حضرات کے لئے وقوف کرنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ حنفیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے پہلے رات مزدلفہ میں گزارنا سنت اور اور طلوعِ فجر کے بعد کا کچھ وقت مزدلفہ میں گزارنا واجب ہے، اور سورج طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے مزدلفہ سے کوچ کرنا سنت ہے۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے ثلاثہ کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ کا واجب زمانہ رات کا ہے۔

پھر مالکیہ کے نزدیک مزدلفہ میں رات کے وقت کجاوے کھولنے کی مقدار کے برابر (یعنی چند منٹ) ٹھہرنا واجب ہے، اور پوری رات ٹھہرنا سنت ہے۔

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مزدلفہ میں آدھی رات کے بعد کم از کم ایک لحہ کے لئے ٹھہرنا واجب ہے، خواہ کوئی آدھی رات سے پہلے بالکل بھی مزدلفہ میں نہ آئے، یا آکر چلا جائے، مگر طلوعِ فجر سے پہلے واپس لوٹ آئے، تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

اور حنفیہ کے علاوہ جمہور فقہائے ثلاثہ کے نزدیک اگر کوئی مزدلفہ سے آدھی رات کے بعد مگر طلوعِ فجر سے پہلے نکل جائے، تو اس پر کوئی دَم واجب نہیں، اگرچہ وہ کسی عذر کی وجہ سے نکلے، یا بغیر عذر کے نکلے۔

[2] اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عورتوں اور ضعیف لوگوں کو مزدلفہ سے آدھی رات کے بعد طلوعِ فجر سے قبل منیٰ پہنچا دینا سنت ومستحب ہے، تا کہ وہ لوگوں کا رَش اور ہجوم ہونے سے پہلے دس ذی الحجہ کی جمرۂ عقبہ کی رَمی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... مزدلفہ کی حدود میں جس جگہ بھی رات گزاری جائے، یا وقوف کیا جائے، تو اس سے وقوفِ مزدلفہ کا حکم پورا ہو جاتا ہے، مزدلفہ کے کسی خاص حصہ میں ٹھہرنا یا پہنچنا ضروری نہیں، البتہ بطنِ محسّر یا وادیٔ محسر نام کی جگہ میں وقوفِ مزدلفہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہاں اصحابِ فیل کو بیتُ اللہ پر چڑھائی کی کوشش کرتے وقت عذاب دیا گیا تھا۔

اور اکثر فقہائے کرام کی تحقیق کے مطابق وادیٔ محسر مزدلفہ کا حصہ نہیں، اس لئے اس حصہ میں وقوف کرنا درست و معتبر نہیں۔

اور اسی طرح راستوں میں اور لوگوں کی گزرگاہوں میں بھی پڑاؤ ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

بعض لوگ مزدلفہ میں راستوں اور گزرگاہوں کے درمیان پڑاؤ ڈال لیتے ہیں، جس کی وجہ سے گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، ایسا کرنا گناہ ہے۔

آج کل رَش اور ہجوم کی وجہ سے بعض حجاجِ کرام کے خیمے انتظامیہ کی طرف سے منیٰ کے بجائے مزدلفہ کی حدود میں لگا دیئے جاتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی شخص عرفات سے واپس آ کر مزدلفہ کی حدود میں اپنے خیمہ میں رات کو قیام اور وقوف کرے، تو بھی جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کرلیں، اور ان حضرات کے نزدیک اس کے سنت و مستحب ہونے کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک آدھی رات کے بعد مزدلفہ کے وقوف کا واجب ادا ہو جاتا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک طلوعِ فجر سے قبل آدھی رات کے بعد روانہ کرنا وجوب کی ادائیگی کے بعد ہوا۔

اور حنفیہ کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ کا واجب وقت طلوعِ فجر کے بعد شروع ہوتا ہے، اور احادیث میں خواتین اور کمزور لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوعِ فجر سے پہلے رات ہی میں مزدلفہ سے روانہ کرنا یا اس کی اجازت دینا ثابت ہے، جس سے حنفیہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ ان حضرات کو بالکلیہ وقوفِ مزدلفہ کے وجوب کا ترک کرنا جائز ہے، اس لئے حنفیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے قبل روانہ کرنے کے سنت و مستحب ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں، البتہ ضعفاء کو ہجوم کی وجہ سے جس طرح طلوعِ فجر سے پہلے روانہ ہونا جائز ہے، اسی طرح مزدلفہ میں پہنچے بغیر سیدھا عرفات سے ہی منیٰ یا مکہ روانہ ہونا بھی جائز ہے۔ نیز اگر کسی نے بلا عذر وقوفِ مزدلفہ ترک کیا، لیکن وقوفِ مزدلفہ کے واجب وقت میں مزدلفہ لوٹ آیا، تو امید ہے کہ دَم ساقط ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۶ ...... مزدلفہ کی رات انتہائی مبارک رات ہے، جس کی قدر کرنی چاہئے، لیکن بعض لوگ یہاں قصہ گوئیوں میں کافی وقت ضائع کر دیتے ہیں یا آپس میں لڑائی جھگڑے کرنا شروع کر دیتے ہیں، جو کہ محرومی کی بات اور بری حرکت ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... صحیح طریقہ یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کی نماز میدانِ عرفات سے نکل کر اور مزدلفہ میں پہنچ کر اکٹھی پڑھی جائے۔

پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز کو عشاء کے وقت میں اکٹھا پڑھنا واجب ہے، اگرچہ اس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں، خواہ جماعت کے ساتھ پڑھے، یا بغیر جماعت کے، البتہ جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، مگر عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے اگر کسی نے عرفات میں یہ دونوں نمازیں پڑھ لیں، تو اگر عشاء کے وقت میں وہ مزدلفہ پہنچ گیا، تو اس مغرب اور عشاء کو دوبارہ پڑھے گا، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھنا واجب کے بجائے سنت درجہ کا عمل ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کوئی شخص مزدلفہ میں پہنچنے سے پہلے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لے، تو جمہور فقہائے کرام (یعنی شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہم اللہ) کے نزدیک اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے، اگرچہ یہ عمل سنت کے خلاف کہلاتا ہے۔

کیونکہ جن دو نمازوں کو جمع کرنا شریعت سے ثابت ہے، اُن کو الگ الگ پڑھنا بھی جائز ہے، جیسا کہ سفر میں اور میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کا معاملہ ہے۔ [1]

اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مغرب کی نماز کو مزدلفہ میں ادا کرنے کے لئے

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع کرنے یعنی اس جمع بین الصلاتین کا سبب سفر کا ہونا ہے، نہ کہ نُسک کا ہونا، لہٰذا ان کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین ایسے حجاجِ کرام ہی کریں گے کہ جو اس وقت شرعاً مسافر ہوں، اور جو مسافر نہ ہوں، ان کو مغرب اپنے وقت پر اور عشاء اپنے وقت پر جہاں بھی وقت ہو جائے، پڑھنی ہوں گی۔

مؤخر کرنا واجب ہے، لہٰذا جس شخص نے سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لی، تو ان دونوں مذکورہ حضرات کے نزدیک اسے مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے، بشرطیکہ مزدلفہ پہنچنے میں اتنی تاخیر نہ ہو کہ طلوعِ فجر ہو جائے۔

اور یہی حکم عشاء کی نماز کا بھی ہے، کہ اگر کسی نے عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں عشاء کی نماز پڑھ لی، تو اس کو بھی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مزدلفہ میں پہنچ کر عشاء کی نماز کو لوٹانا واجب ہوگا، بشرطیکہ مزدلفہ پہنچنے میں اتنی تاخیر نہ ہو کہ طلوعِ فجر ہو جائے۔

البتہ اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے عرفات سے نکل کر مزدلفہ کے میدان میں جانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو، بلکہ کسی اور جگہ (مثلاً منیٰ یا مسجدِ حرام) جانے کا ارادہ رکھتا ہو، تو اسے ان دونوں حضرات کے نزدیک مغرب کا وقت داخل ہونے کے بعد راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۹...... مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھنے کے لئے باجماعت یا تنہاء کسی ایک شکل میں نماز پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں بھی

---

[1] امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کسی نے سورج غروب ہونے کے بعد عرفات میں یا مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لی، تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی، جبکہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہو جائے گی، اگرچہ اسے ایسا کرنا مکروہ اور برا ہوگا۔

البتہ اگر کوئی مزدلفہ جانا ہی نہ چاہتا ہو، یا مزدلفہ پہنچنے میں اتنی تاخیر ہونے کا ڈر ہو، کہ وہاں پہنچتے پہنچتے طلوعِ فجر ہو جائے گی، تو پھر امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھی مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مغرب اور عشاء کی نماز کو پڑھنا جائز ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک کیونکہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کرنا سنت درجہ کا عمل ہے، بشرطیکہ حج کرنے والا شرعی مسافر ہو، اس لئے اس کی خلاف ورزی بھی جائز ہے، چنانچہ ان کے نزدیک اگر کوئی حاجی، مسافر مزدلفہ میں عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے پہنچ جائے، اور مغرب کو اپنے وقت میں اور عشاء کو اپنے وقت میں پڑھے، یا ان دونوں کو مغرب کے وقت میں جمع کرے، یا دونوں نمازوں کو تنہا بغیر جماعت کے جمع کر کے پڑھے، یا ان دونوں میں سے ایک نماز کو امام کے ساتھ اور دوسری کو تنہا ایک وقت میں جمع کر کے پڑھے، اور یا دونوں نمازیں عرفات میں پڑھے، یا مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستے میں پڑھے، ان کے نزدیک بہر صورت جائز ہے، البتہ سنت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے۔

دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے گا، اور اگر کوئی بغیر جماعت کے پڑھے تب بھی جمع کر کے پڑھا جائے گا، اور کوئی عذر نہ ہو تو جماعت سے پڑھنا سنت ہے۔

مگر اسے باجماعت نماز پڑھنے کے لئے مزدلفہ میں واقع مسجد میں جانا ضروری نہیں، بلکہ مزدلفہ میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے چند لوگوں کے ساتھ مل کر جماعت کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں شروع میں ایک اذان اور ایک اقامت کہی جائے گی۔

اور اگر مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان کچھ فاصلہ ہو گیا، تو پھر عشاء کی نماز کے لئے الگ اقامت کہنا سنت ہوگا۔

جبکہ امام زفر اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں اکٹھی اور باجماعت پڑھنے کی صورت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھنی چاہئیں، کیونکہ بعض احادیث میں ایسا ہی ہے، اور بعض حنفیہ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھنے کی صورت میں مغرب اور عشاء کے درمیان سنت ونفل نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور عشاء کی نماز کے بعد مغرب کی دو سنتیں، پھر عشاء کی دو سنتیں، اور پھر وتر کی نماز پڑھی جائے گی۔ [۱]

---

[۱] ذهب الفقهاء إلى كراهة التنفل بين الصلاتين المجموعتين جمع تقديم فى عرفة، والمجموعتين جمع تأخير فى مزدلفة، فإذا جمع الإمام بين الظهر والعصر بعرفة، يصلى الظهر والعصر فى وقت الظهر، ويترك سنة الظهر البعدية، ومثل ذلک المغرب والعشاء .فيصلى المغرب والعشاء فى وقت العشاء ، ويترک سنة المغرب البعدية؛ لأنه صلى الله عليه وسلم لم يتطوع بينهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧ص ١٨٥، ١٨٦، مادة " اوقات الصلاة")

م :(ولا يتطوع بينهما) ش :أى بين المغرب والعشاء بالمزدلفة م :(لأنه يخل بالجمع) ش :ولأن النبى -صلى الله عليه وسلم -لم يتطوع بينهما م :(ولو تطوع) ش :أى بينهما م :(أو تشاغل بشىء) ش :مثل التعشى وافتقار النية ونحو ذلک م :(أعاد الإقامة لوقوع الفصل) ش :فيحتاج إلى إعلام آخر(البناية شرح الهداية، ج٤ص ٢٣٠، كتاب الحج، المبيت بالمزدلفة)

(قوله وأشار إلى أنه لا تطوع بين الصلاتين) أى بل يصلى سنة المغرب والعشاء والوتر بعدها كما صرح به مولانا عبد الرحمن الجامى قدس الله سره السامى فى منسكه كذا فى شرح اللباب للقارى(منحة الخالق على البحر الرائق، ج٢ص ٣٦٦، كتاب الحج، باب الاحرام)

مسئلہ نمبر ۱۲...... مزدلفہ کی رات میں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مزدلفہ میں عشاء کے بعد اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مغرب اور عشاء کے درمیان کھانا کھانا ثابت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... مزدلفہ میں فجر کی نماز طلوعِ فجر کے بعد جلدی پڑھنا سنت و مستحب ہے۔
اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ذکر و دعاء وغیرہ کی کثرت کرنی چاہئے، اور اس ذکر میں تلبیہ بھی پڑھنا چاہئے۔ [1]
بعض لوگ جلدی کی خاطر طلوعِ فجر ہونے سے پہلے ہی فجر کی نماز پڑھ کر ذکر و دعاء میں مصروف ہوجاتے ہیں، ظاہر ہے کہ طلوعِ فجر سے پہلے فجر کی نماز کا وقت شروع نہیں ہوتا، لہٰذا اس سے پہلے اگر فجر کی نماز پڑھی جائے، تو وہ ضائع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... اگر آسانی ممکن ہو تو فجر کے بعد مزدلفہ میں واقع مشعرِ حرام نامی مسجد کے قریب ذکر و دعاء میں مشغول رہنا سنت و مستحب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی یعنی کسی اور جگہ یہ عمل کرنے پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... جب مزدلفہ میں خوب روشنی پھیل جائے اور سورج طلوع ہونے والا ہوجائے، تو اس وقت یہاں سے منیٰ کی طرف جانا سنت و مستحب ہے، اور بلا عذر اس میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔
آج کل ہجوم اور رَش کے پیشِ نظر بعض حجاجِ کرام کے خیمے منیٰ کے بجائے مزدلفہ کی حدود میں لگادیئے جاتے ہیں، اور حجاجِ کرام کو اپنی مرضی سے منیٰ میں قیام اور بود و باش کی اجازت نہیں ہوتی۔

---

[1] اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ کا واجب وقت طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب کے درمیان دائر ہے، اس کے کسی بھی جزء وحصہ میں وقوف کر لینے سے واجب ادا ہوجاتا ہے۔
جبکہ رات مزدلفہ میں گزارنا سنت ہے، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد وقوف سنت ہے، اور اس سے پہلے وجوب کا درجہ ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ایسی صورت میں کوئی ایسا شخص کہ جس کا خیمہ منیٰ کے بجائے مزدلفہ میں لگا ہوا ہو، وہ اگر ابھی دس ذی الحجہ کی رَمی یا طوافِ زیارت نہیں کرنا چاہتا، تو اسے مزدلفہ میں اپنے خیمہ میں ٹھہرے رہنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... مزدلفہ سے جمرات پر رمی کرنے کے لئے کھجور کی گٹھلی یا لوبیہ کے دانے کے برابر کنکریوں کا چُن لینا مستحب ہے۔

اور اگر کسی اور جگہ سے کنکریاں چُنی جائیں، مثلاً منیٰ سے یا راستہ میں سے، تو بھی جائز ہے، البتہ جمرہ کے قریب سے کنکریاں چُننا مناسب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوتے وقت مستحب یہ ہے کہ سکون، وقار اور اطمینان کے ساتھ روانہ ہوں، اور اللہ کے ذکر اور تلبیہ میں مشغول ہوں۔

اور جب وادئ محسر کے نزدیک پہنچیں، تو کچھ تیز چلیں، کیونکہ اس مقام پر اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا، جو بیت اللہ پر چڑھائی کی کوشش کر رہے تھے، اس لئے یہاں سے تیز گزرنا مناسب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر کوئی مزدلفہ میں مسافر ہو، تو وہ عشاء کی نماز قصر ادا کرے گا، اور اگر مقیم ہو، تو وہ پوری نماز پڑھے گا، اور مقیم ومسافر ہونے کی تفصیل پہلے آٹھ ذی الحجہ اور منیٰ میں قیام کے بیان میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... مزدلفہ میں وقوف کرنے والے حاجی کو بسہولت ممکن ہو، تو بعض فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق آدھی رات کے بعد غسل کر لینا مستحب ہے، ضروری نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(باب نمبر ۶)

دس ذی الحجہ کی رَمی کے احکام

دس ذی الحجہ کو منیٰ میں جمرۂ عقبہ یعنی آخری یا بڑے جمرہ کی رَمی کرنا یا کنکریاں مارنا بھی حج کے واجبات میں سے ہے، اور یہ رمی بھی حج کے واجباتِ اصلیہ میں سے ہے۔

اور اگرچہ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی بھی واجب ہے، لیکن دس ذی الحجہ کی رَمی صرف جمرۂ عقبہ (یعنی بڑے شیطان) کی ہوتی ہے، اور باقی دنوں کی رَمی تینوں جمرات کی ہوتی ہے، نیز دس ذی الحجہ کی رَمی کے کچھ مخصوص احکام ہیں، جن کی وجہ سے دس ذی الحجہ کی رَمی کے احکام الگ سے ذکر کئے جاتے ہیں، اور باقی دِنوں کی رَمی کے احکام بعد میں ان شاءاللہ تعالیٰ الگ ذکر کئے جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ا...... شریعت کی طرف سے حج کا ایک واجب عمل مخصوص مقامات پر رَمی کرنا ہے، جس کو عربی میں ''رمیِ جمار'' یا ''رمیِ جمرات'' کہا جاتا ہے۔

رمی کے لغت میں معنیٰ ''پھینکنے اور مارنے'' کے آتے ہیں، اور جمار کے معنیٰ چھوٹے پتھروں یا کنکریوں کے آتے ہیں، تو عربی میں رمیِ جمرات کے معنیٰ پتھروں یا کنکریوں کے پھینکنے اور مارنے کے ہوئے، اور اس عمل کو مختصر لفظوں میں رَمی کرنا بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲...... جن مقامات پر حج کے دوران کنکریاں ماری جاتی ہیں، وہ مجموعی طور پر تین ہیں، جن میں سے ایک پہلا یا چھوٹا جمرہ ہے، جس کو عربی زبان میں ''جمرۂ اولیٰ'' یا ''جمرۂ صغریٰ'' یا ''جمرۂ دنیا'' کہا جاتا ہے، یہ جمرہ منیٰ میں واقع مسجدِ خیف کے زیادہ قریب اور بیت اللہ سے دُور ہے، اس لئے اس کو قریبی جمرہ کہا جاتا ہے، اور مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے سب

---

[1] اور کنکری ماری جانے والی جگہ کو ''جمرہ'' کہا جاتا ہے، اور جب مخصوص زمانہ میں، اور مخصوص تعداد میں اس جگہ پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، تو یہ عمل حج کا ایک نُسک کہلاتا ہے۔

سے پہلے واقع ہے، اس لئے اسے پہلا جمرہ بھی کہا جاتا ہے۔

اور دوسرا درمیانی جمرہ ہے، جس کو عربی زبان میں ''جمرۂ ثانیہ'' یا ''جمرۂ وسطیٰ'' کہا جاتا ہے، یہ جمرہ پہلے جمرہ کے بعد ہے، اور تیسرے جمرہ سے پہلے ہے، اور اس طرح سے یہ دونوں جمروں کے درمیان میں واقع ہے، اس وجہ سے اس کو درمیانی یا دوسرا جمرہ بھی کہا جاتا ہے۔

اور تیسرا جمرہ آخری یا بڑا جمرہ ہے، جس کو عربی زبان میں ''جمرۂ ثالثہ'' یا ''جمرۂ عقبہ'' یا ''جمرۂ کبریٰ'' کہا جاتا ہے، یہ منیٰ میں سب سے آخر میں بیت اللہ کی طرف واقع ہے، اس لئے اسے آخری جمرہ کہا جاتا ہے، اور ہماری زبان میں جمرہ کو شیطان بھی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... رمی کرنے کے مجموعی طور پر چار دن ہیں، جو دس ذی الحجہ سے شروع ہو کر تیرہ ذی الحجہ تک جاری رہتے ہیں۔

البتہ دس ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ تک تین دن رمی کرنا تو واجب ہے، جن میں سے پہلے دن صرف ایک جمرہ کی رَمی کی جاتی ہے، اور باقی دنوں میں تینوں جمروں کی رَمی کی جاتی ہے، اور چوتھے دن کی رمی کرنا فی نفسہٖ واجب نہیں، تاہم بعض صورتوں میں اس دن کی رمی بھی واجب ہو جایا کرتی ہے۔

اس لئے تین دن کی رمی حج کے تین واجبات کے قائم مقام ہوئی۔

اور ہر جمرہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں، اس طرح سے تین دنوں کی کنکریوں کی تعداد انچاس (49) ہوئی، اور چوتھے دن کی رَمی بھی کی جائے، تو چار دنوں کی کنکریوں کی مجموعی تعداد ستر (70) ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... دس ذی الحجہ کے دن صرف ایک آخری جمرہ (یعنی جمرۂ عقبہ) کی رَمی کرنا واجب ہے۔

بعض ناواقف دسویں تاریخ میں آخری جمرہ کی رمی کے علاوہ پہلے اور درمیانی جمرہ کی بھی رَمی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی کمی تو نہیں کی، بلکہ عمل میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کیا ہے

حالانکہ دسویں تاریخ میں صرف بڑے جمرہ کی رَمی کرنا ثابت ہے اور اس پر زیادتی کرنا مکروہ وبدعت ہے۔

لہٰذا دسویں تاریخ میں پہلے اور درمیانی جمرہ یعنی جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی نہ کی جائے بلکہ صرف آخری جمرہ عقبہ یعنی بڑے شیطان کی رمی پر اکتفاء کیا جائے۔

مسئلہ نمبر۵...... دس ذی الحجہ کی رمی کا وقت حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس دن کی طلوعِ فجر پر شروع ہوجاتا ہے، اس لئے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے پہلے اس دن کی رمی کرنا جائز نہیں ہوتا، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس دن کی رمی کا وقت دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے بھی پہلے آدھی رات کے بعد شروع ہوجاتا ہے، بشرطیکہ رمی کرنے والا وقوفِ عرفہ کر چکا ہو، اس لئے شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کر چکنے والے کو دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے پہلے مگر آدھی رات کے بعد اس دن کی رمی کرنا جائز ہوجاتا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۶ ...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دس ذی الحجہ بلکہ ہر دن کی رمی کا وقت پوری رات گزرنے کے بعد اگلے دن کی طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگلے دن کی طلوعِ فجر سے پہلے پہلے رَمی کرلینا واجب ہے، اور اگر کسی نے طلوعِ فجر تک رمی نہیں کی، تو اس پر اس دن کی رَمی کی قضاء اور دَم دونوں واجب ہوتے ہیں، اور کسی بھی دن کی رَمی کے قضاء ہونے کا وقت تیرہ ذی الحجہ کے غروب تک جاری رہتا ہے۔

جبکہ دیگر جمہور فقہاء یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام محمد اور امام ابو یوسف، نیز امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ سب کے نزدیک دس ذی الحجہ اور اس کے بعد دوسرے دِنوں کی رَمی کا وقت تیرہ ذی الحجہ کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے دس ذی الحجہ یا اس کے بعد کسی دن کی رَمی نہیں کی، اور طلوعِ فجر ہوگیا، تو اس پر

---

[۱] اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں رات کے وقت طلوعِ فجر سے پہلے کمزور لوگوں کو منیٰ پہنچ کر رمی کرنے کی اجازت مذکور ہے، جس سے شوافع وحنابلہ نے یہ استدلال کیا کہ آدھی رات کے بعد رمی جائز ہوئی، مگر حنفیہ ومالکیہ نے مزدلفہ سے جلدی کوچ کرنے کی گنجائش تک اس قضیہ کو محدود رکھا۔

دَم واجب نہیں ہوتا، بشرطیکہ وہ تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے رات دن میں کسی بھی وقت اس کی قضاء کرلے، اگرچہ کسی دن زوال سے پہلے ہی کیوں نہ قضاء کرے۔ [1]

حنفیہ میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

اور ہمارے نزدیک بھی یہی موقف راجح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرواہوں کو دو دن کی رَمی اکٹھی کرنے کی اجازت دی ہے، اور ان پر دَم واجب ہونے کا حکم نہیں لگایا، اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔

لہٰذا اگر کوئی مرد یا عورت دس ذی الحجہ یا اس کے بعد کسی دن کی رمی کسی وجہ سے اس دن بروقت نہ کرسکے، لیکن وہ اگلے دن یا تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اس کی قضاء کرلے، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر دَم واجب نہ ہوگا، البتہ اگر اس نے بلا عذر ایسا کیا، تو مکروہ اور گناہ ہوگا، ورنہ مکروہ اور گناہ بھی نہ ہوگا۔

اور جو کوئی بیماری وغیرہ جیسے عذر کی وجہ سے رمی کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو دوسرے سے رمی کرانا جائز ہوتا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کی رَمی دسویں تاریخ کو فجر طلوع ہونے کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے کوئی کرے، تب بھی رمی ادا ہوجاتی ہے اور کوئی دَم وغیرہ لازم نہیں ہوتا، مگر بلا عذر اس وقت میں کرنا اچھا نہیں ہے۔

اور اس دن کی رَمی سورج طلوع ہونے کے بعد سے لے کر زوال تک کرنا زیادہ فضیلت کا باعث اور مسنون ہے اور زوال کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک اس دن کی رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے اور سورج غروب ہونے کے بعد سے لے کر فجر کے طلوع ہونے تک بلا عذر رَمی کرنا مکروہ ہے، اور عذر کی صورت میں مکروہ نہیں۔

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ بلکہ کسی بھی دن کی رَمی کا وقت اس دن کا سورج غروب ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی کرے تو ادا ہو جاتی ہے اور کوئی دَم لازم نہیں آتا۔
اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کی رَمی طلوعِ فجر سے پہلے اور آدھی رات کے بعد سے کرنا جائز ہے، لیکن مسنون اور افضل وقت سورج طلوع ہونے سے لے کر زوال تک ہے، اور زوال کے بعد سے لے کر غروب تک بھی پسندیدہ وقت ہے، اور اس کو کرنے کا جائز وقت تیرہ ذی الحجہ کی غروب تک ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... رَمی صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام شروع کیا جا چکا ہو، اگر کوئی حج کے احرام میں داخل ہوئے بغیر رَمی کرے، تو اس رَمی کا اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ رَمی سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا جا چکا ہو، کیونکہ وقوفِ عرفہ حج کا رکن ہے، اور وقوفِ عرفہ فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا رَمی صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہوا کہ اس سے پہلے احرام شروع کیا جا چکا ہو، اور وقوفِ عرفہ کا فریضہ بھی ادا کیا جا چکا ہو۔

مسئلہ نمبر ۹...... رَمی صحیح ہونے کے لئے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ رَمی جس چیز سے کی جائے، وہ پتھر کی جنس سے ہو، مثلاً وہ کنکری پتھر کی ہو، اور ان کے نزدیک مٹی کے ڈھیلے سے رَمی کرنا جائز نہیں۔
اور حنفیہ کے نزدیک جس چیز سے رمی کی جائے، اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ زمین کی جنس سے ہو، لہٰذا حنفیہ کے نزدیک پتھر کی کنکری کے علاوہ مٹی یا چونے کے ڈھیلے، وغیرہ سے بھی رَمی کرنا جائز ہے، مگر ان چیزوں کے باریک ذرات یعنی چورے یعنی پاؤڈر سے کرنا جائز نہیں، البتہ پتھر کی کنکری سے رَمی کرنا افضل ہے، اور سونے، چاندی وغیرہ کی دھاتوں سے رَمی کرنا جائز نہیں، لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ رَمی کسی پتھر کی جنس سے کی جائے۔ [2]

---

[1] اور مالکیہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ اُن کے نزدیک کسی بھی دن کی رَمی اس دن کا سورج غروب ہونے پر قضاء ہو جاتی ہے۔

[2] بعض حنفیہ کے نزدیک زمین کی جنس میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس چیز سے رَمی کرنے میں اہانت وذلالت کرنے کا عنصر بھی پایا جاتا ہو، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک یاقوت اور اس کے علاوہ دوسرے قیمتی پتھروں اور ہیروں سے رَمی کرنا جائز نہیں، اگرچہ یہ زمین کی جنس سے ہیں، کیونکہ قیمتی پتھروں سے اہانت وتذلیل کرنا نہیں پایا جاتا۔

مسئلہ نمبر۱۰...... بعض لوگ جمرات پر جوتے، چپل، لکڑی وغیرہ جو کچھ ہاتھ لگتا ہے، غصہ کے عالَم میں مارے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب موقع ہے، خوب جی بھر کر شیطان کی پٹائی کر لینی چاہئے، روز روز یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا، اولاً تو ان چیزوں سے رمی ہوتی ہی نہیں اور اگر رمی کر کے اضافی طور پر یہ چیزیں ماری جائیں تب بھی مہمل کام ہے، اس سے شیطان کو کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس قسم کی نامعقول حرکتوں سے ہنستا ہوگا، اور بعض کم علم حضرات حج کے علاوہ دوسرے اوقات میں منیٰ جا کر جمرات کو کنکریاں مارتے اور اس کو ثواب خیال کرتے ہیں، یہ طریقہ بھی کم علمی پر مبنی ہے، حج کے علاوہ خالی اوقات میں رمی کرنا ثابت نہیں، لہٰذا اس طرح کی حرکت سے بھی بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۱۱...... جمرہ کی رمی میں سات کنکریوں کی تعداد معتبر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ساتوں کنکریاں الگ الگ ماری جائیں۔

اگر کسی نے سات یا ایک سے زیادہ کنکریاں ایک ساتھ ہی جمرہ پر ماردیں، تو وہ ایک ہی کنکری مارنے میں شمار کی جائے گی۔

بعض لوگ مٹھی بھر کر ایک ساتھ کافی ساری کنکریاں مار کر چل دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کم از کم سات کنکریاں تو بہر صورت جمرے کو لگ ہی گئی ہوں گی۔

حالانکہ مٹھی بھر کر جتنی کنکریاں ماری جائیں وہ ایک ہی کنکری شمار ہوگی اور باقی کنکریاں مارنے کا حکم برقرار رہے گا، کیونکہ ساتوں کنکریوں کو علیٰحدہ علیٰحدہ مارنے کا حکم ہے، لہٰذا ہر جمرہ پر سات کنکریاں علیٰحدہ علیٰحدہ مارنی چاہئیں۔

مسئلہ نمبر۱۲...... رَمی صحیح ہونے کے لئے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ جمرہ کو ماری ہوئی کنکری براہِ راست جا کر جمرہ پر لگے۔

لہٰذا اگر کنکری تھوڑی دور گر کر جمرہ کی جڑ میں لڑھکتی ہوئی چلی گئی، تو ان حضرات کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر کنکری جمرہ پر جا کر لگ جائے، یا جمرہ کے قریب گر جائے، تو دونوں صورتوں میں معتبر ہو جاتی ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر کنکری کسی اور چیز کو جا کر لگی، اور خود لڑھکتی ہوئی خاص جمرہ کی جگہ میں یا اس کے قریب پہنچ گئی، تب بھی معتبر ہو جاتی ہے۔ [1]

آج کل حجاج کی کثرت اور ہجوم کے باعث حکومتِ سعودیہ کی طرف سے جمرات کو اوپر کی طرف مینار کے انداز میں اونچا کر کے رمی کرنے کے لئے کئی منزلیں قائم کر دی گئی ہیں، اور اس کے تمام اطراف میں کشتی نما حلقہ بنا دیا گیا ہے، جس کی حدود میں گرنے والی تمام کنکریاں لڑھک کر جمرہ کے اصل مقام کے قریب میں پہنچ جاتی ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک اس طرح کی کنکریوں سے بھی رَمی معتبر ہو جاتی ہے، اور پہلی منزل کے علاوہ دوسری اور تیسری منزل سے بھی رمی کرنا جائز ہے۔ [2]

---

[1] پھر بعض حنفیہ کے نزدیک جمرہ کے ہر طرف سے تین تین ذراع یعنی تین تین ہاتھ (اور آج کل کی زبان میں ساڑھے چار فٹ) تک کا فاصلہ قریب اور اس سے زیادہ کا فاصلہ دُور سمجھا جاتا ہے، جبکہ بعض حنفیہ کے نزدیک ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ (یا ڈیڑھ فٹ) کا فاصلہ قریب، اور اس سے زیادہ کا دور سمجھا جاتا ہے، اور بعض حنفیہ کے نزدیک قریب اور دور کا دارومدار عرف پر ہے۔

اگر کسی نے رَمی کی، اور وہ کسی انسان کے اوپر جا کر گر گئی، اور پھر اس نے اس کنکری کو لے کر جمرہ پر مار دیا، یا اس کے قریب پھینک دیا، تو حنفیہ کے نزدیک وہ معتبر نہیں ہوگی، کیونکہ وہ خود بخود جانے کے بجائے دوسرے کے فعل سے وہاں پہنچی ہے۔

[2] جمرہ کا اصل مقام ''کھڑے ہوئے ستون'' نہیں ہیں، بلکہ ان کی جڑ ہے، اور اس مخصوص جگہ میں کئی منزلہ جمرہ نصب کر دینے سے ظاہر ہے کہ جمرہ کی وہ مخصوص جگہ اس ستون کے نیچے چھپ گئی ہے، البتہ اس ستون کے قرب وجوار میں خلا چھوڑا گیا ہے، اور اس خلا کے اطراف میں ہر منزل میں کشتی نما غیر معمولی وسیع حلقہ بنا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اوپر کسی بھی منزل سے اس ستون پر لگنے والی اور اس حلقہ کے اندر گرنے والی کنکری عام طور پر اس حلقہ کے اندر ہی رہتی ہے، اور وہ خود بخود پھسل کر جمرہ کے قریب لڑھکتی ہوئی نیچے پہنچ جاتی ہے۔

اور اگر بالفرض کوئی کنکری ستون کو لگ کر دور جا گری، تو اگرچہ بعض معاصرین نے اس کو نا قابل اعتبار قرار دیا ہے، مگر ہمارا رجحان اس کے معتبر ہونے پر ہے، کیونکہ عربی کتب فقہ وفتاویٰ میں جب قریب میں گرنے والی کنکری کو بھی معتبر قرار دیا گیا ہے، اگرچہ وہ خود بخود پھسل کر وہاں پہنچے، تو ستون پر لگنے والی کنکری بدرجہ اولیٰ معتبر ہونی چاہئے، کیونکہ اس کے اپنے اصل مقام پر پہنچ جانے کی وجہ سے رمی کا حکم پورا ہو چکا ہے، اس کے بعد اس کنکری کے دائیں بائیں چلے جانے سے وہ حکم مرتفع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۳...... رَمی صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رَمی کرنے والا جمرہ پر مارنے کی نیت سے رَمی کرے۔

پس اگر کسی اور چیز کو مارنے کی نیت سے کنکری پھینکے، اور پھر وہ اتفاق سے جمرہ پر پہنچ جائے، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... رَمی معتبر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کنکری پھینک کر ماری جائے۔

اور اگر کوئی ہاتھ اوپر کئے بغیر اپنا ہاتھ آگے کر کے جمرہ پر کنکری پھینک کر ڈال دے، تو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس طرح سے بھی رَمی کرنا معتبر ہو جاتا ہے، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہوتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ نہیں ہوگا، اور نہ بعد تک برقرار رکھنے کے مکلّف کرنے کے کوئی معنیٰ ہیں، کیونکہ وہ چیز انسان کے اختیار میں ہی نہیں ہے، اور بعض معاصرین کے اشتباہ کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کتبِ فقہ میں شافعیہ وغیرہ کے نزدیک جمرہ کو لگے بغیر جمرہ والی جگہ کسی طرح لڑھک کر گرنا اور پہنچنا کافی نہیں، بلکہ براہِ راست وہاں لگنا ضروری ہے، اور حنفیہ کے نزدیک وہاں پہنچنا کافی ہے، خواہ خود بخود لڑھک کر ہی ہو، اس سے یہ سمجھا گیا کہ شاید حنفیہ کے نزدیک اس جگہ باقی رہنا بھی ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

رہا یہ شبہ کہ ستون تو جمرہ کا اصل مقام نہیں ہے، لہٰذا اس ستون پر لگ کر باہر گرنے والی کنکری کا جمرہ یا اس کے قریب مقام پر نہ پہنچنا لازم آتا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ شریعت اتنی باریکیوں اور دِقّتوں کا مکلّف نہیں کرتی کہ بیک وقت رَمی کرنے والے لاکھوں افراد اپنی اپنی کنکریوں کی بعد تک نگرانی کرتے رہیں کہ وہ کون کون سے مقام پر جا کر گری ہیں، اور ان کی کنکریاں کون کون سی ہیں؟

اور طواف اور سعی پر قیاس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جمرہ کی جگہ پر نصب شدہ ستون کے بلند ہونے کے بعد ستون کے اوپر والے حصہ کو نیچے والے حصہ کا حکم حاصل ہونا چاہئے، کیونکہ یہ بغیر کسی تسلسل اور خلاء کے نیچے والی جڑ کے ساتھ ملحق و متصل ہے، جیسا کہ مطاف کے وسیع ہونے اور مطاف پر دوسری، تیسری منزل تعمیر ہونے کے بعد ان منزلوں میں طواف کرنے کا حکم اصل مطاف میں طواف کرنے کی طرح ہے، اور اسی طرح اصل مسعیٰ کے اوپر دوسری، تیسری منزل بننے کے بعد اس کے اوپر سعی کرنے کا حکم ایسا ہی ہے، جیسا کہ اصل مسعیٰ میں سعی کرنے کا ہے، جبکہ مطاف اور مسعیٰ کی اوپر والی منزلیں اصل مطاف اور اصل مسعیٰ سے جمرہ کے ستون کی مثل پوری طرح متصل نہیں ہیں، بلکہ ان کے درمیان خلا ہے۔

حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ مطاف اور مسعیٰ کی اوپر والی منزلیں حقیقی مطاف اور حقیقی مسعیٰ نہیں ہیں، اور اوپر والی منزلوں میں چلنے والا شخص درحقیقت حقیقی مطاف اور مسعیٰ میں چلنے والا نہیں ہوتا، مگر اس کے باوجود اس کو حقیقی مطاف اور حقیقی مسعیٰ میں چلنے والوں کا حکم دے دیا جاتا ہے۔

اور عرفِ عام میں بھی اس ستون پر کنکری مارنے والا جمرہ پر ہی رَمی کرنے والا سمجھا جاتا ہے، بلکہ اکثر عوام اور بہت سے اہلِ علم حضرات اس ستون کو ہی جمرہ قرار دیتے ہیں، اور جمرہ کی جڑ ان کی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔ محمد رضوان۔

اور اگر کوئی جمرہ کی طرف کنکری پھینکے نہیں، بلکہ اس پر لے جا کر رکھ دے، یا ہاتھ وہاں تک پہنچا کر جمرہ پر کنکری کو لگا دے، تو اس طرح سے رَمی کرنا معتبر نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... کنکری مارنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ کنکری اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے پکڑی جائے، اور پھینک کر ماری جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... رَمی کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ (یعنی ساڑھے سات فٹ) یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر کنکریاں مارے، اور اگر اس سے کم فاصلہ پر کھڑے ہو کر کنکریاں مارے، تو تب بھی رَمی کرنا معتبر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک جمرہ پر سات کنکریوں کا لگاتار مارنا اور ایک کنکری سے دوسری کنکری کے درمیان غیر معمولی فاصلہ نہ کرنا بھی افضل ہے۔

اور اسی طرح افضل یہ ہے کہ کسی پتھر وغیرہ کو توڑ کر کنکریاں نہ بنائی جائیں، بلکہ قدرتی کنکریوں سے رَمی کی جائے۔

اور جن کنکریوں سے رَمی کی جائے، ان کا پاک ہونا سنت ہے، ناپاک کنکریوں سے رَمی کرنا مکروہ ہے، اور اگر کوئی ناپاک کنکریوں سے رَمی کر لے، تو دوبارہ پاک کنکریوں سے رَمی کرنا افضل ہے۔

اور سنت یہ ہے کہ رَمی ان کنکریوں سے نہ کی جائے، جن سے پہلے رَمی کی جا چکی ہے، اور اسی وجہ سے رَمی والی جگہ سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے، تاہم اگر کوئی رَمی کی ہوئی کنکریوں سے دوبارہ رَمی کرے، تو اس کی رَمی معتبر ہو جاتی ہے۔

اور دس ذی الحجہ کی رَمی شروع کرتے وقت تلبیہ پڑھنے کے سلسلہ کو ختم کر دینا سنت ہے۔

اور ہر کنکری مارتے وقت تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھنا سنت ہے، اور اگر کوئی تکبیر کے بجائے سبحان اللہ یا کوئی اور ذکر کرے، تب بھی حرج نہیں۔

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک رَمی کی افضل کیفیت بھی یہی ہے، جس پر عمل کرنا آسان بھی ہے، اور معتاد طریقہ بھی یہی ہے، اگرچہ مشائخِ حنفیہ کے اس میں اور بھی اقوال ہیں، جو تکلف سے خالی نہیں۔

اوردس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رَمی سے فارغ ہوکر دعاء وغیرہ کے لئے ٹھہرنا سنت نہیں ہے۔

اور جو کنکریاں رَمی کرنے کے لئے اٹھائی جائیں، ان کو رَمی کرنے سے پہلے دھولینا ضروری تو نہیں، البتہ مستحب ہے، اور رَمی کرتے وقت باوضو یا پاک ہونا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... بعض لوگ رمی سے فارغ ہوکر جمرات پر ویسے ہی خوامخواہ کھڑے ہوکر نظارہ، اور آپس میں تبصرہ کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے رمی کرنے والوں کو تنگی پیش آتی ہے، یہ طریقہ صحیح نہیں، رمی کرنے کے بعد اس طرح خوامخواہ کھڑے رہنے سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... جمرات پر رَمی کرنے کے لئے کنکریوں کا کسی خاص مقام سے اٹھانا ضروری نہیں۔

البتہ دس ذی الحجہ کی رَمی کرنے کے لئے کنکریوں کا مزدلفہ یا راستہ سے اٹھالینا مستحب ہے، اور باقی دنوں کی کنکریوں کو مزدلفہ یا راستہ سے اٹھانے کے مستحب ہونے کی تخصیص نہیں، بلکہ کسی بھی جگہ سے اٹھالینا چاہئے، اور اگر کوئی تمام دنوں کی کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے اٹھالے، تب بھی جائز ہے، مگر مسجدِ خیف کے اندر سے، یا جمرات کے قریب سے یا ناپاک جگہ سے، یا ناپاک کنکریوں کو اٹھانا مکروہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... رمی کرنے کے لئے مستحب یہ ہے کہ بیر کی مقدار سے چھوٹی اور لوبیہ کے دانے یا کھجور کی گٹھلی کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹی مثلاً چنے کے دانہ کے برابر کنکریاں ماری جائیں، اور اگر کوئی لوبیہ کے دانہ یا کھجور کی گٹھلی سے کچھ بڑی کنکریاں مارے، تو بھی جائز ہے، لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

اور بیر یا اس سے بڑی مقدار کے پتھر سے رَمی کرنا نامعقول حرکت ہونے کے علاوہ مکروہ ہے۔[1]

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ چھوٹی کنکریوں سے شیطان کا کچھ نہیں بگڑتا، اس لئے بڑے پتھر اور

---

[1] اور حنابلہ کے نزدیک رَمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کنکری چنے کی مقدار سے بڑی اور بیر کی مقدار سے چھوٹی ہو، نہ تو چنے کی مقدار سے چھوٹی ہو، اور نہ بیر کی مقدار سے بڑی ہو۔

بڑے مارنے چاہئیں اور اس خیال سے وہ لوگ بڑے پتھر جمرات پر مارتے ہیں، یہ طریقہ بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر رمی کی جائے گی تو شیطان کو تکلیف پہنچے گی اور شریعت کے خلاف من گھڑت طریقہ سے تو شیطان کو خوشی ہوگی نہ کہ تکلیف۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... جمرات کی رَمی پیدل چل کر کرنا بھی جائز ہے، اور کسی سواری یا گاڑی وغیرہ پر سوار ہوکر کرنا بھی جائز ہے، خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... رَمی کرتے وقت کوئی خاص ذکر کرنا یا دعاء پڑھنا ضروری نہیں، البتہ ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے، جس کا معتبر احادیث میں ثبوت ملتا ہے۔

اور جمرہ کی رَمی سے فارغ ہوکر کوئی مخصوص دعاء پڑھنا ضروری نہیں، البتہ بعض علماء نے کچھ دعاؤں کے پڑھ لینے کو مستحب لکھا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۲...... بعض لوگ رمی کے لئے جمرات پر جانے کے بعد ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے ہیں اور گالی گلوچ تک سے گریز نہیں کرتے، بجائے شیطان کو سزا دینے کے خود شیطانی حرکات میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور عین شیطان کو رجم کرتے وقت شیطان ان پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے، یہ نامعقول حرکت ہے۔

اور بعض لوگ کنکریاں مارتے وقت زبان سے بھی شیطان کے متعلق جو منہ میں آتا ہے، بکنا شروع کردیتے ہیں، کوئی گالیاں دیتا ہے، کوئی لعن طعن کرتا ہے۔

یہ طریقہ غلط اور خلافِ سنت ہے۔

زبان کو اس قسم کی لغوگوئی سے پاک رکھنا چاہئے، اور ہوسکے تو اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۳...... ہر جمرہ پر سات کنکریوں کے مارنے کا حکم ہے، اگر کسی نے ایک جمرہ پر سات کنکریوں سے کم تعداد کے ساتھ رَمی کی، لیکن اکثر (یعنی کم از کم چار کی) تعداد پوری کرلی، تو اس کی اس جمرہ پر رَمی کا واجب ادا ہوجائے گا۔

---

[1] اور ان میں سے کون سا طریقہ افضل ہے؟ اس میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

اور ایک جمرہ پر سات کنکریوں سے زیادہ مارنا مکروہ ہے۔

پھر اگر کسی نے سات کنکریوں کی تعداد پوری نہیں کی، لیکن اکثر تعداد ادا کر لی، یعنی کم از کم چار یا اس سے زیادہ کنکریاں مار لیں، اور تین یا اس سے کم کنکریاں رہ گئیں، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا واجب تو ادا ہو جائے گا، اور اس پر دَم واجب نہیں ہوگا، لیکن ہر کنکری کے بدلہ میں ایک فطرانہ کے برابر صدقہ واجب ہوگا، جو کہ حرم کی حدود میں یا اس سے باہر کہیں بھی اور کسی بھی وقت غریبوں کو دے کر ادا کیا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۴...... اگر کسی نے دس ذی الحجہ کی رَمی بالکل نہیں کی، تو اس پر دَم واجب ہوگا، اور اگر پوری رات گزر گئی، اور طلوعِ فجر بھی ہوگئی، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قضاء کے ساتھ دَم بھی واجب ہوگا، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ، حنابلہ، شافعیہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک اگر اس نے تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے رات دن میں کسی بھی وقت اس کی قضاء کر لی، تو دَم واجب نہیں ہوگا، اور ہمارا رجحان اسی موقف کی طرف ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵...... اگر کسی شخص نے دس ذی الحجہ کی رَمی نہیں کی، تو وہ اگلے دن یا اس کے بعد تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے جب بھی قضاء کرے گا، تو اس میں قضاء کی نیت کرے گا، اور اگر وہ اگلے دن کی ادا رَمی کے ساتھ گزشتہ دن کی چھوٹی ہوئی رَمی کی قضاء کرے، تو وہ پہلے چھوٹی ہوئی قضاء کو ادا کرے گا، اور اس کے بعد ادا رَمی کرے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... بعض لوگ افضلیت حاصل کرنے یا کراہت سے بچنے کے لئے، یا دسویں تاریخ کو احرام سے جلدی نکلنے کے خیال سے سخت ہجوم میں گھس کر کسی نہ کسی طرح دھکم پیل کر کے اول وقت میں یا دن کے وقت میں کنکریاں مارنے کا اہتمام کرتے ہیں، جس میں ہر

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک ایک کنکری کے ترک کرنے پر بھی دَم واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ تمام کنکریوں کے ترک کرنے پر دَم واجب ہوتا ہے۔
اور شافعیہ وحنابلہ کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

سال رمی کے دوران متعدد موتیں واقع ہو جاتی ہیں، اس طرح ہجوم کے اندر گھس کر رمی کرنے میں کئی خرابیاں اور گناہ لازم آتے ہیں، مثلاً:

(۱)......سخت ہجوم میں جان جانے یا سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، جبکہ جان بچانا فرض ہے، اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں۔

(۲)......سخت ہجوم میں اپنے آپ سے دوسروں کو تکلیف پہنچنے یا جان جانے کا خطرہ ہے، جبکہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا اس کی موت کا سبب بننا گناہ ہے۔

(۳)......سخت ہجوم میں اطمینان وسکون کے ساتھ کنکریاں مارنے کا موقع میسر نہیں آتا، جس سے کنکریاں صحیح جگہ نہیں لگتیں۔

(۴)......سخت ہجوم میں رمی کرنے کی تمام سنتوں کا لحاظ نہیں ہو پاتا اور اُلٹ سُلٹ کسی نہ کسی طرح مار کر بلکہ جان بچا کر نکلنے کی فکر سوار رہتی ہے۔

لہٰذا سخت ہجوم میں کنکریاں مارنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اگر طاقت ور خاص کر نوجوانوں کو اپنی طاقت وقوت پر ناز واعتماد ہے تو کم از کم دوسروں کا ہی خیال کر لینا چاہئے۔

پس جب ہجوم کم یا ختم ہو جائے تو اس وقت کنکریاں مارنے جائیں، عام طور پر شام کے وقت سورج غروب ہونے سے پہلے ہجوم نہیں ہوتا، اس وقت بھی زیادہ ہجوم ہو تو انتظار کریں، جب ہجوم نہ رہے اس وقت ماریں خواہ مغرب کے بعد یا عشاء کے بعد۔

اور رات میں کنکریاں مارنا اس صورت میں مکروہ ہے، جب بغیر عذر کے ایسا کیا جائے اور عذر کی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔

اور مندرجہ بالا خرابیوں سے بچنے کی وجہ سے رات میں رمی کرنا عذر میں داخل ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ مندرجہ بالا خرابیوں کا ارتکاب کر کے مطلوبہ فضیلت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، جہاں تک پہلے دن دسویں تاریخ کی رمی کر کے احرام سے جلد فراغت حاصل کرنے کا تعلق ہے، تو اس بارے میں سمجھ لیجئے کہ اولاً تو حج جیسی مقدس ومعظم عبادت کی زندگی میں بار بار

توفیق نہیں ہوتی اور یہ پابندیاں زندگی میں باربار نہیں آتیں، دوسرے جب حج کی خاطر دوردراز کے سفر کی مشقتیں برداشت کی ہیں اوراس سے پہلے بھی احرام وغیرہ کی پابندیاں نبھائی ہیں تو اب صرف چند گھنٹوں کے لئے احرام کی پابندیاں نباہنا کونسا مشکل ہے؟ اور جب احرام بھی نہ ہو (جیسا کہ عام طور پر گیارہویں اور بارہویں تاریخ کی رمی کرتے وقت احرام نہیں ہوتا) پھر تو احرام والا عذر بھی موجود نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۷...... عام حالات میں حج کرنے والے کو اپنی رمی خود کرنا ضروری ہے، کسی دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں۔

البتہ اگر کوئی معذور ومریض ہو، جوخود سے اپنی رمی کرنے کی استطاعت وقدرت نہیں رکھتا، تو اُسے اپنی رمی کرنے کے لئے کسی دوسرے کو وکیل ونائب مقرر کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ واجب ہے۔

پھر جو شخص کسی کا نائب بن کر اس کی طرف سے رمی کرے، تو اس کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے اپنی طرف سے نیت کرکے تمام کنکریاں مارے، اوراس کے بعد اس دوسرے کی طرف سے نیت کرکے رَمی کرے، جس نے اس کو نائب بنایا ہے۔

اور اگر ایک کنکری اپنی طرف سے نیت کرکے مارے، اور دوسری کنکری دوسرے کی طرف سے نیت کرکے مارے، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر ایسا کیا جائے، تو بھی رمی ادا ہوجاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۸...... جب کوئی خود اپنی رَمی کرنے سے معذور ہو، اور وہ کسی دوسرے کو اپنی رَمی کا

---

[1] اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رمی صرف اس معذور ومریض یا محبوس ومقید شخص کی طرف سے دوسرے کو نائب بن کر کرنا جائز ہے، جس معذور ومریض کا ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ تاریخ) تک عذر ومرض یا حبس وقید کا عذر دُور ہونے کی امید نہ ہو، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک آئندہ عذر زائل ہونے کی امید ضروری نہیں۔

اور مالکیہ کے نزدیک موکل کے دوسرے سے اپنی رَمی کرانے کے بعد اس موکل پر دَم بھی واجب ہوتا ہے، البتہ وکیل بنانے کا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس پر ترکِ رَمی کا گناہ نہیں ہوتا۔

نائب بنائے، تو ہر عاقل، بالغ مسلمان کو نائب بنانا درست ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ [1]

البتہ معذور شخص کی طرف سے رَمی کرنے کے لئے کیا ایسے شخص کو نائب بنانا درست ہے، جو اس سال حج نہ کر رہا ہو؟

فقہائے کرام سے اس کی تصریح نہیں مل سکی، احتیاط تو اسی میں ہے کہ رَمی ایسے شخص سے کرائی جائے، جو اس سال حج کر رہا ہو۔

لیکن اگر کسی نے دوسرے مسلمان، عاقل، بالغ شخص سے جو حج نہیں کر رہا رَمی کرائی، تو قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رَمی ادا ہو جائے گی، اگرچہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۹...... نابالغ وناسمجھ بچے کی طرف سے اس کے ولی وسرپرست کو رمی کرنا جائز ہے، اور جو شخص رمی کے اوقات میں بیہوش ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی طرف سے اس کے ساتھیوں اور رفیقوں کو رمی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۰...... اگر کوئی شخص خود سے رَمی کرنے پر قادر نہ ہو، لیکن جمرات تک پہنچنے پر قادر ہو، تو اسے جمرات تک پہنچنا افضل ہے، اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ اُس مریض ومعذور کے

---

[1] اس لئے کہ رمی کرنا حج کے ارکان یا واجبات میں سے ہے، اور حج بدل میں مرد اور عورت کا ایک دوسرے کا نائب بننا درست ہے، تو حج کے ایک رکن یا واجب میں نائب بننا بطریقِ اولیٰ درست ہوگا۔

[2] کیونکہ مسلمان، عاقل، بالغ شخص میں نیابت کی اہلیت پائی جاتی ہے، اور فقہائے کرام نے معذور کی طرف سے مطلق رَمی میں نیابت کا جواز بیان فرمایا ہے، جس میں تینوں دنوں کی رَمی داخل ہے، اور اس بات کا امکان موجود ہے کہ دوسرے کی طرف سے نیابۃً رَمی کرنے والا شخص اپنی رَمی اور حج کے دوسرے اعمال سے فارغ ہو چکا ہو، اور احرام سے نکل چکا ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ احرام سے نکلنے کے وقت اس کا حکم عام شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔

اور رہا یہ شبہ کہ فقہائے کرام نے نائب کو پہلے اپنی طرف سے رَمی کا حکم لگایا ہے، اور اس کے بعد دوسرے کی رَمی کرنے کا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو نائب بنایا جائے، وہ ایسا شخص ہونا چاہئے کہ جو اپنی رَمی بھی کرے، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ فقہائے کرام نے مذکورہ حکم اس لئے بیان کیا ہے کہ اپنا واجب چھوڑ کر دوسرے کے واجب میں مشغول ہونا مناسب نہیں، اس لئے پہلے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا مناسب ہے، اور جب کوئی حج نہ کر رہا ہو، تو اس پر سرے سے رمی کرنا واجب ہی نہیں، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی اپنی رمی کا واجب ادا کر چکا ہے، البتہ حجِ بدل پر قیاس کرتے ہوئے حنفیہ کے نزدیک ایسے شخص سے رَمی کرانا خلافِ اولیٰ معلوم ہوتا ہے، جس کے ذمہ حج فرض نہ ہو، اور اگر حج فرض ہو، تو پھر کراہتِ تحریمی کا حکم لگایا جا سکتا ہے، مگر ادائیگی بہر حال معتبر ہو جاتی ہے، اور اس وقت زیرِ بحث یہی ادائیگی معتبر ہونے کا پہلو ہے۔ محمد رضوان۔

ہاتھ پر کنکری رکھے، اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر رمی کرائے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ مریض ومعذور شخص خود سے اپنے نائب کو رمی کرنے کے لئے کنکریاں فراہم کرے، اور اگر وہ خود سے تکبیر کہہ سکتا ہو، تو تکبیر بھی کہے، اور نائب اس کی طرف سے کنکریاں مارے۔

لیکن اگر وہ یہ عمل نہ کرے، بلکہ کسی دوسرے کو اپنی رمی کرنے کا صرف نائب بنادے، اور وہ خود جمرات پر حاضر نہ ہو، تو اس کی طرف سے نائب کو جمرات پر جا کر رمی کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۱...... بعض حضرات نے فرمایا کہ بے ہوش اور ناسمجھ بچے کے علاوہ جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو، اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو، تو وہ معذور ہے، اگر اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ یا تکلیف ہوتی ہو، تو وہ معذور ہے، لیکن اگر اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ یا تکلیف نہ ہو، تو پھر اس کو خود آ کر رَمی کرنی ضروری ہے، اور دوسرے سے رَمی کرانا جائز نہیں، نیز سواری کے ذریعہ قادر کو اگر سواری یا اٹھانے والا دستیاب نہ ہو، تو معذور ہے، اور معذور دوسرے سے رَمی کرا سکتا ہے (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک، ص ۱۸۶)

بعض حضرات عرفات ومزدلفہ وغیرہ کے معمولات کی وجہ سے تھکے ماندے ہوتے ہیں، وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اب اتنی طاقت نہیں کہ خود جا کر رمی کریں، اس لئے اپنی رمی دوسرے سے کراتے ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ صرف تھکے ہوئے ہونا شرعی عذر میں داخل نہیں، جب تک کہ واقعی درجہ کی معذوری نہ ہو، لہٰذا تھکے ہوئے ہونے کو عام حالات میں عذر خیال کر کے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، جب ایک شخص اپنے وطن سے دور دراز کا سفر کر کے مکہ/مدینہ، منیٰ اور وہاں سے عرفات پھر مزدلفہ اور وہاں سے منیٰ میں پہنچ سکتا ہے، اور اپنے ملک بھی واپس آنا ہے، تو اب منیٰ میں رہتے ہوئے جمرات تک پہنچنا ان تمام مراحل کے مقابلہ میں کوئی مشکل کام نہیں،

خصوصاً آج کے دور میں جبکہ ہر قسم کی سہولیات اور سواریاں (ویل چیئر وغیرہ) بآسانی مہیا ہوجاتی ہیں، کوئی بھی مشکل کام نہیں، لیکن اگر کوئی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں۔

پس اس قسم کے نفسانی حیلوں کو بنیاد بنا کر حج یا اس کے اہم اعمال کی عظیم سعادت سے محرومی بہت بڑی نادانی و ناعاقبت اندیشی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳۴......بعض اہلِ علم حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ مرد یا کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ صرف ہجوم اور ازدحام کی وجہ سے، اپنی طرف سے نیابۃً رَمی کرائے (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک، ص۱۸۴) [۱]

یہ بات دوبارہ سمجھ لینی چاہئے کہ حج کرنے والے کو جمرات کی رمی کرنا واجب ہے، اس کے چھوڑ دینے پر دم لازم ہے، مرد، عورت، بیمار و ضعیف سب کو خود جا کر اپنے ہاتھ سے رمی کرنی چاہئے، کسی دوسرے کو اپنا نائب بنا کر رمی کرانا بلا شرعی عذر کے جائز نہیں۔

آج کل اس مسئلہ میں بہت غفلت ہورہی ہے، معمولی، معمولی باتوں کی وجہ سے دوسروں کے ذریعہ سے رمی کرالی جاتی ہے، خاص طور پر خواتین تو اس معاملہ میں بہت ہی غفلت ولاپرواہی کا شکار ہیں اور عام طور پر دوسروں کے واسطہ سے اپنی رمی کروا کر، مطمئن اور بے فکر ہوجاتی ہیں، ایسا کرنا بالکل جائز نہیں، اس سے دَم واجب ہوجاتا ہے، اس لئے خواتین وحضرات یہ سنگین غلطی ہرگز نہ کریں، وہاں کسی کی باتوں میں بھی نہ آئیں اور نہ ہی دیکھا دیکھی دوسروں کے اس غلط طرزِ عمل سے متأثر ہوں، بلا شرعی عذر کے اپنا واجب چھوڑ کر گناہ گار نہ ہوں اور اپنے حج کو ناقص نہ کریں، البتہ شرعی عذر ہو تو دوسرے کو کہہ کر اور اس کو اپنا نائب بنا کر رمی کرانا جائز ہے۔

---

[۱] آج کل بعض حضرات اور خاص کر خواتین ہجوم کو عذر بنا کر کسی دوسرے کے ذریعہ سے اپنی رمی کرالیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہجوم میں ہم جیسے کمزور کس طرح رمی کرسکتے ہیں؟ حالانکہ شرعی عذر کے بغیر دوسرے سے رمی کرانے کی اجازت نہیں، اور مندرجہ بالا عبارت کے مطابق ہجوم کا ہونا شرعی عذر میں داخل نہیں، اس طرح ہجوم اور رش کو اگر عذر سمجھا جائے تو پھر تو طاقتور لوگ بھی قادر نہیں سمجھے جائیں گے، کیونکہ زیادہ ہجوم اور رش کے وقت طاقتور لوگوں کو بھی دقت پیش آتی ہے۔
رہا ہجوم کے ڈر کا مسئلہ تو اولاً تو خوامخواہ کا وہم کافی نہیں اگر ہمت اور حوصلہ کو استعمال نہ کیا جائے تو سہل سے سہل کام بھی دشوار معلوم ہوتا ہے اور اگر واقعی سخت ہجوم ہو تو ایسی صورت میں ہجوم ختم ہونے پر شام یا رات وغیرہ کو رمی کی جائے۔ محمد رضوان۔

مسئلہ نمبر ۳۴۳...... یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو بے ہوش یا ناسمجھ بچہ نہ ہو، اور وہ خود رَمی کرنے پر قادر ہو، اس کو خود ہی رَمی کرنا ضروری ہے، اس کا کسی دوسرے کو رَمی کرنے کے لئے نائب بنانا معتبر نہیں۔

اسی طرح جو شخص رَمی کرنے پر قادر نہ ہو، مگر وہ ہوش وحواس میں ہو، تو اس کی طرف سے رَمی معتبر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسرے شخص کو اپنی رَمی کرنے کا نائب ونمائندہ بنائے، اس کے کہے بغیر کسی دوسرے کا خود سے اس کی طرف سے رَمی کر دینا معتبر نہیں، خواہ وہ رَمی کرنے کے بعد دوسرے کو آ کر اطلاع بھی کیوں نہ دے دے، اور دوسرا اس کو قبول ہی کیوں نہ کر لے۔

بعض لوگ ہوش وحواس میں تو ہوتے ہیں، لیکن شرعی معذور ہونے کی وجہ سے خود رمی کرنے سے عاجز ہوتے ہیں، ان کی طرف سے آج کل دوسرے لوگ خود سے رمی کر دیتے ہیں، اور اس رمی کرنے کا معذور کی طرف سے حکم نہیں ہوتا، اس طرح کی رمی معتبر نہیں، لہٰذا جو مرد یا عورت خود رمی کرنے سے شرعاً معذور ہو، اس کا کسی دوسرے سے اپنی رمی کرانا اس وقت معتبر ہے جب کہ وہ خود کسی دوسرے کو اپنی کنکری مارنے کا حکم دے (یعنی اپنی رمی کرنے کا نمائندہ اور وکیل بنائے مثلاً یہ کہے کہ آپ میری طرف سے بھی جمرات پر کنکریاں ماردیں) اگر اس معذور نے کسی کو اپنا نمائندہ نہیں بنایا اور کسی ہمراہی یا شوہر، یا محرم ورشتہ دار وغیرہ نے اس معذور کے حکم کے بغیر خود اس کی طرف سے کنکریاں ماردیں تو وہ معتبر نہ ہوں گی، خواہ کنکریاں مارنے کے بعد معذور کو بتلا بھی دیا ہو اور وہ اس پر راضی بھی ہو گیا ہو، پس اگر وقت باقی ہو تو کہہ کر اپنی رمی دوبارہ کرائیں ورنہ دم لازم ہوگا۔ [1]

---

[1] پھر اگر کسی نے یہ غلطی کر دی ہو، اور ابھی وقت باقی ہو، یعنی تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب نہ ہوا ہو، تو دوسرے کو کہہ کر رَمی کرائی جا سکتی ہے، اور امام ابوحنیفہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے نزدیک اس صورت میں دَم بھی واجب نہ ہوگا، اور اگر اس دن کی رَمی کا وقت ختم ہو گیا ہو، پھر دوسرے کو کہہ کر رَمی کرائی ہو، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک دَم واجب ہوگا، اور اگر ابھی اس دن کی رَمی کا وقت باقی ہو، تو رَمی کر لینے کی صورت میں کسی کے نزدیک بھی دَم واجب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

البتہ اگر کوئی بے ہوش یا مجنون ہو تو بغیر اس کے کہے بھی اس کے ساتھیوں کا اس کی طرف سے رَمی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۳۴۳...... احرام کی پابندیاں ختم ہونے کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کہ جس میں مرد وعورت کے خصوصی تعلقات کے علاوہ احرام کی باقی تمام یا اکثر پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، اس کو فقہائے کرام نے تحللِ اول یا تحللِ اصغر کا نام دیا ہے، اور دوسری وہ کہ جس میں احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، جس میں مرد وعورت کے خصوصی تعلقات بھی داخل ہیں، اس کو فقہائے کرام نے تحللِ ثانی یا تحللِ اکبر کا نام دیا ہے۔

تحللِ اول یا تحللِ اصغر یعنی احرام کی پہلی یا چھوٹی پابندیاں ختم ہونے کے بارے میں احادیث وروایات کے الفاظ میں کچھ اختلاف پائے جانے کی وجہ سے فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی دس ذی الحجہ کی رمی کرچکا ہے، اور سر کے بال بھی کٹا یا منڈا چکا ہے، تو تمام فقہائے کرام کے نزدیک احرام کی یہ چھوٹی یا پہلی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، یعنی تحللِ اول یا تحللِ اصغر حاصل ہوجاتا ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جس طرح مرد وعورت کے خصوصی تعلقات حلال نہیں ہوتے، اسی طرح خوشبو کا استعمال یا شکار کرنا بھی حلال نہیں ہوتا۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک احرام کی یہ چھوٹی یا پہلی پابندیاں سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے ختم نہیں ہوتیں، اس کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے دس ذی الحجہ کی رمی اور اس کے بعد حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے پر حج کی قربانی کرنا، اور اس کے بعد سر کے بال کٹانا یا منڈانا بھی بالترتیب واجب ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک احرام کی چھوٹی یا پہلی پابندیاں ختم ہونے کے لئے جب سر کے بال کٹانا یا منڈانا ضروری ہے، تو ترتیب واجب ہونے کی

وجہ سے اس سے پہلے دس ذی الحجہ کی رَمی اور حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی بھی ضروری ہے۔

اس لئے اگر کسی نے دس ذی الحجہ کی رَمی تو کرلی ہے، لیکن بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے سِلے ہوئے کپڑے پہن لئے، یا خوشبو وغیرہ استعمال کرلی، یا اسی طرح کی کوئی احرام کی خلاف ورزی کرلی، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک احرام کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے اس پر دَم یا کفارہ وغیرہ واجب ہوگا۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی راجح روایت اور حنفیہ کے غیر مشہور مذہب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق جب دس ذی الحجہ کو آخری جمرہ (یعنی جمرۂ عقبہ) کی رمی کرلی جائے، تو اس سے احرام کی یہ چھوٹی یا پہلی پابندی ختم ہوجاتی ہے، خواہ ابھی تک قربانی بھی نہ کی ہو، اور سر کے بال بھی نہ منڈائے یا کٹائے ہوں۔

لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اگر کسی نے دس ذی الحجہ کی رَمی تو کرلی ہے، مگر ابھی تک سر کے بال نہیں منڈائے یا کٹائے، اور اس نے سِلے ہوئے کپڑے پہن لئے، یا ناخن وغیرہ کاٹ لئے، یا جسم کے کسی حصہ کے بال کاٹ لئے، یا اسی طرح کی کوئی احرام کی خلاف ورزی کرلی، تو اس پر کوئی دَم یا کفارہ وغیرہ واجب نہیں ہوگا، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق خوشبو استعمال کرنے، اور ایک روایت کے مطابق شکار کرنے پر دَم یا کفارہ وغیرہ واجب ہوگا۔

اور شافعیہ کے نزیک اگر تین اعمال میں سے کوئی سے بھی دو اعمال ادا کرلئے جائیں، تو اس سے احرام کی یہ چھوٹی یا پہلی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، اور وہ تین اعمال یہ ہیں، ایک دس ذی الحجہ کی رمی، دوسرے حلق یا قصر اور تیسرے طوافِ زیارت۔ [1]

---

[1] اور حنابلہ وشافعیہ کی مرجوح روایت کے مطابق رَمی اور حلق دونوں سے تحللِ اول حاصل ہوتا ہے۔
اور مفرِد، قارِن اور متمتع اس سلسلہ میں سب کے نزدیک برابر ہیں، اور متمتع وقارِن کی قربانی کو حلال ہونے میں دخل نہیں۔
جہاں تک تحلل ثانی کا تعلق ہے، جس میں احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، یہاں تک کہ زوجین کے خصوصی تعلقات بھی جائز ہوجاتے ہیں، تو اس کی تفصیل آگے طوافِ زیارت کے بیان میں آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵...... حجاج کرام پر حج کے مناسک واعمال میں مشغولی کی وجہ سے عیدُ الاضحیٰ کی نماز معاف کردی گئی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۶...... آٹھ اور نو ذی الحجہ کی درمیانی شب کا منیٰ میں گزارنا تو سنت ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے، جبکہ وقوفِ عرفہ اور مزدلفہ سے فارغ ہوکر منیٰ میں آکر دس ذی الحجہ کے دن کے بعد آنے والی گیارہ اور اس کے بعد بارہ ذی الحجہ کی راتوں کا منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں تاریخ میں رَمی کا ارادہ ہو، تو بارہ ذی الحجہ کے بعد آنے والی تیرہ ذی الحجہ کی رات کا بھی منیٰ میں گزارنا حنفیہ اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں ہوتا، اور اگر کسی عذر سے اس سنت کو ترک کیا جائے، تو کوئی خرابی بھی لازم نہیں آتی۔

جبکہ دوسرے بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک ان راتوں کا منیٰ میں گزارنا واجب ہے، اور اس واجب کی کم از کم مقدار رات کا اکثر حصہ ہے، اور بغیر عذر کے اس کی خلاف ورزی پر فدیہ یا دَم واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۷...... اگر دس ذی الحجہ کو جمعہ کا دن واقع ہو، تو منیٰ میں جمعہ کا حکم وہی ہوگا، جو آٹھ ذی الحجہ کے بیان میں گزرا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] اور منیٰ میں مبیت کے ترک کرنے پر دیگر فقہائے کرام کے نزدیک جزاء وفدیہ کے وجوب کی تفصیل میں اختلاف ہے۔

(باب نمبر ۷)

حج کی قربانی کے احکام

حج کرنے والے کو حج کے شکرانہ میں قربانی کا بھی حکم ہے، البتہ بعض صورتوں میں حج کی قربانی واجب ہے، اور بعض صورتوں میں واجب نہیں، اور بعض صورتوں میں حج کی قربانی کے بدلہ میں روزے رکھنے کا حکم ہے، جس کی تفصیل اور مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... حجِ تمتع یا حجِ قران کرنے والے کو حج کے نتیجہ میں مخصوص قربانی (یعنی ھدی کا ذبح) کرنا واجب ہے، اور جس نے حجِ افراد کیا ہو، اس پر واجب نہیں، البتہ مستحب ہے۔

البتہ اگر کوئی حجِ قران یا حجِ تمتع کرنے والا غربت اور مال کی کمی کی وجہ سے حج کی اس قربانی کو کرنے پر قادر نہ ہو، تو اس کے حق میں قربانی کے بدلہ میں دس روزوں کا رکھنا مقرر کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... حجِ افراد کرنے والے پر حجِ تمتع اور حجِ قران کی طرح قربانی کرنا واجب نہیں۔

البتہ اگر حیثیت اور وسعت ہو، تو نفلی درجہ میں قربانی کرنا مستحب اور باعثِ ثواب ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۳...... حجِ تمتع یا حجِ قران صحیح ہونے کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ حج کرنے والا حرم یا حِل یعنی میقات سے اندر کا رہنے والا نہ ہو، بلکہ میقات سے باہر کا رہنے والا ہو، اور جو شخص حرم کا رہنے والا ہو، یا حِل یعنی حرم سے باہر مگر میقات سے اندر کا رہنے والا ہو، تو اس کو حجِ تمتع اور حجِ قران کرنا درست نہیں، اور اگر کرے، تو اس پر جرمانہ کا دَم واجب ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک میقات سے باہر کے رہنے والوں کی طرح میقات سے اندر یعنی حل اور حرم کے رہنے والوں کو بھی حجِ تمتع اور حجِ قران کرنا جائز ہے، اور ان حضرات کے نزدیک ایسے لوگوں کو حجِ تمتع اور حجِ

---

[1] یہاں تک کہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ کرنے والے کو بھی فراغت کے بعد قربانی کرنا مستحب ہے۔

قران کرنے کے نتیجے میں قربانی کرنا بھی واجب نہیں ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۴...... حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کا حکم عیدالاضحیٰ کی قربانی کی طرح ایک بکری، دنبہ یا گائے یا اونٹ ہے، یا بڑے جانور (یعنی گائے یا اونٹ) کا ساتواں حصہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۵...... حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کے جانور کے لئے بھی وہی شرائط ہیں، جو عام قربانی (واضحیہ) کے لئے شرائط ہیں، جس میں بکری، دنبہ، گائے اور اونٹ وغیرہ میں سے کسی جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

---

[1] اور اس اختلاف کی وجہ قرآن مجید کی آیت میں حجِ تمتع کا بیان کرتے ہوئے ایک اسمِ اشارہ کے مشارٌ الیہ کا اختلاف ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۹۶)

ترجمہ: پس جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے، تو اسے جو قربانی میسر ہو، اُسے کر ڈالے، پھر جو شخص قربانی نہ پائے، تو اسے تین دن حج میں روزے رکھنا ہے، اور سات اس وقت جب تم (حج کر کے) لوٹ جاؤ، یہ پورے دس ہیں، یہ حکم اس کے لئے ہے کہ جس کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس نہ رہتے ہوں (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت کے آخر میں جو یہ فرمایا گیا کہ "یہ حکم اس کے لئے ہے الخ" حنفیہ کے نزدیک اس حکم سے مراد حجِ تمتع کرنا ہے، اور حجِ قران کا حکم حجِ تمتع کی طرح ہے۔

جبکہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس حکم سے مراد حجِ تمتع کرنے والے پر قربانی یا روزوں کا لازم ہونا ہے۔

جمہور فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں حجِ تمتع کے جواز وعدمِ جواز کا حکم بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ حجِ تمتع کرنے کے نتیجہ میں قربانی کے حکم کو بیان کرنا مقصود ہے، لہٰذا "ذٰلک" کا مرجع بھی یہی حکم ہوگا، اور قریبی مرجع بھی یہی ہے، وھو الراجح عندی۔ اور حنفیہ کا استدلال حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے۔

اور مذکورہ آیت میں مسجدِ حرام کے حاضرین شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں، جو حرم کے رہنے والے ہوں، یا مکہ کے اتنے قریب رہنے والے ہوں کہ ان کے اور مکہ کے درمیان مسافتِ قصر سے کم کا فاصلہ ہو، ان حضرات کے نزدیک ایسے لوگوں کو بھی حجِ تمتع اور حجِ قِران کرنا تو جائز ہے، مگر ان لوگوں پر حجِ تمتع و حجِ قِران کرنے کے نتیجہ میں قربانی واجب نہیں ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک مکہ یا اس کے قرب وجوار میں مقیم ہونے والے لوگ مسجدِ حرام کے حاضرین میں داخل ہیں، ان پر دمِ تمتع لازم نہیں ہے، اگرچہ حجِ تمتع ان لوگوں کا بھی ادا کرنا درست ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک میقات سے اندر کے رہنے والے مسجدِ حرام کے حاضرین میں داخل ہیں، اور ان کو سرے سے حجِ تمتع وقِران کرنا ہی جائز نہیں، اور اگر کوئی کرے تو اس پر دمِ تمتع و دمِ قِران یعنی دمِ شکر کے بجائے دمِ جبر یا دمِ جنایت لازم ہے۔

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس حجِ قران کی قربانی کے گوشت کا حکم عام قربانی کی طرح ہے، جس سے خود کھانا اور امیر وغریب کو کھلانا اور صدقہ وعطیہ وغیرہ کرنا سب جائز ہے۔ [۱]

آج کل حکومتِ سعودیہ کی طرف سے بڑے پیمانہ پر حجاجِ کرام کی قربانیوں کا وکیل ونمائندہ بن کر منیٰ میں قربانیاں کرنے کا انتظام ہوتا ہے، اور پھر ان قربانیوں کا گوشت مختلف علاقوں اور ملکوں کے ضرورت مندوں کو ارسال کر دیا جاتا ہے، فقہی اعتبار سے اس گوشت کو ضرورت مندوں تک پہنچانے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ قربانی کرانے والوں کی طرف سے اجازت ہو۔

مسئلہ نمبر۶...... حجِ تمتع اور حجِ قران کی قربانی ذبح کرنے میں وہی چیزیں سنت ومستحب ہیں، جو عام قربانی میں سنت ومستحب ہیں۔

مسئلہ نمبر۷...... حجِ تمتع یا حجِ قران کی قربانی کے وجوب کا وقت حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک حج کے احرام کا وقت ہے، اور اس قربانی کے ذبح اور اس کی ادائیگی کا وقت کئی فقہائے کرام کے نزدیک عیدُ الاضحیٰ کا دن ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۸...... حجِ تمتع اور حجِ قران کی قربانی کو حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری ہے، خواہ منیٰ میں کرے، اور یہ افضل ہے، کیونکہ منیٰ حرم کی حدود میں واقع ہے، یا منیٰ کے علاوہ حرم کی حدود میں کسی اور جگہ ذبح کرے، اور حرم کی حدودِ اربعہ کا ذکر پیچھے احرام کی میقات کے بیان کے آخر میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر۹...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حجِ تمتع اور حجِ قران کی قربانی کے عام ذی الحجہ کی قربانی کی طرح تین دن ہیں، اور حجِ تمتع اور حجِ قران کی قربانی کو بارہ ذی الحجہ کے دن

---

[۱] البتہ شافعیہ کے نزدیک دَمِ تمتع یا دَمِ قران کا حکم دمِ جبر کی طرح ہے، لہٰذا اُن کے نزدیک دَمِ تمتع ودَمِ قران کا گوشت خود کھانا جائز نہیں، بلکہ پورے کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

اور اگر اس میں سے کچھ خود کھالیا، تو اصح یہ ہے کہ گوشت کی اتنی مقدار کا تاوان واجب ہوگا، جیسا کہ دوسرے کا گوشت تلف کرنے پر تاوان واجب ہوا کرتا ہے، اور دوبارہ دَم دینا واجب نہیں ہوگا۔

[۲] اور شافعیہ کے اصح قول کے مطابق حجِ قران کا احرام باندھنے کے بعد اور تمتع میں حج کا احرام باندھنے کے بعد اور اسی طرح تمتع میں عمرہ سے حلال ہونے کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے پہلے بھی اس کو ذبح کرنا جائز ہے۔

کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ذبح کر لینے کا حکم ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کی طرح حجِ تمتع اور حجِ قران کی قربانی کے چار دن ہیں، جن میں تیرہ ذی الحجہ کا دن بھی شامل ہے۔

اگر کسی نے حج کی قربانی کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہو گیا، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر تاخیر کی وجہ سے دَم واجب ہوگا۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۰...... مذکورہ حکم تو حج کی قربانی سے متعلق تھا، جہاں تک عام عیدُ الاضحیٰ والی قربانی کا تعلق ہے، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عیدُ الاضحیٰ کی قربانی ہر صاحبِ نصاب عاقل، بالغ مسلمان پر جو قربانی کے دنوں میں صاحبِ نصاب ہو، واجب ہے، لیکن فقہائے احناف کی تصریح کے مطابق عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کا واجب ہونا دیگر عام فقہی واجبات مثلاً صدقۂ فطر اور سجدۂ تلاوت وغیرہ سے کمزور ہے، جبکہ جمہور فقہائے کرام (شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ) اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کی روایت اور بعض حضرات کے بقول امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک عیدُ الاضحیٰ کی قربانی تاکیدی سنت ہے۔

پھر جو شخص حج کر رہا ہو، اور وہ قربانی کے دنوں میں شرعاً مسافر ہو، تو اس پر حجِ قران یا حجِ تمتع کی قربانی تو لازم ہے، لیکن وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسافر ہونے کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا مکلّف نہیں۔

البتہ اگر وہ قربانی کے دنوں میں شرعاً مقیم ہو، اور قربانی کے نصاب کا مالک بھی ہو، یعنی اس کے پاس وہاں حج کے اخراجات کے بعد اتنا مال ہو کہ وہ قربانی کے نصاب کے برابر ہو جاتا ہے، تو کیا وہ عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کا بھی مکلّف ہے، یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں بعض حنفی مشائخ

---

[۱] رہا اس سلسلہ میں صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک دَم واجب ہونے نہ ہونے کا مسئلہ، تو مشائخِ حنفیہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کے نزدیک دمِ تمتع یا دمِ قران کو بارہ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے پر دَم واجب نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک ترتیب سنت ہے، لہٰذا اگر کسی نے بال منڈانے کے بعد ذبح کیا، تو ان کے نزدیک دَم واجب نہیں ہوتا، اور بال منڈانے کے بعد کا وقت عام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کا کہنا یہ ہے کہ حجاجِ کرام کے حج کے اعمال میں مشغول ہونے کی وجہ سے جس طرح ان سے عیدُ الاضحیٰ کی نماز معاف کی گئی ہے، اسی طرح ان سے عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی معاف ہے۔

اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اگر حج کرنے والا قربانی کے دنوں میں مقیم اور قربانی کے نصاب کا مالک ہو، تو اس پر عیدُ الاضحیٰ کی قربانی بھی واجب ہے (اور یہ قربانی حجِ تمتع یا قِران کی قربانی سے علیٰحدہ ہے، جیسا کہ گزرا)

اور شافعیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی قربانی حجاج کے حق میں بھی سنت ہے، اور حج کی قربانی، عیدالاضحیٰ کی قربانی سے الگ ہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک حاجی پر بہر حال عیدُ الاضحیٰ والی قربانی نہیں ہے۔

اگر کوئی حاجی عیدالاضحیٰ کی قربانی کرے، تو اسے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حرم کی حدود میں کرنا ضروری نہیں، بلکہ حرم کی حدود سے باہر اور اس سے بڑھ کر اپنے وطن میں کرانا بھی جائز ہے، اور اگر کوئی حرم کی حدود میں کرے، تو بھی جائز ہے، کوئی گناہ نہیں۔

اور عیدالاضحیٰ اور حج کی قربانی میں فرق نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

اور قربانی کی تعیین کی وجہ سے قربانی کی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ اس نیت کے ذریعہ سے یہ بات متعین ہوجائے کہ وہ کونسی قربانی کرنا چاہتا ہے، آیا کہ حج کی قربانی، یا عیدالاضحیٰ کی قربانی، یا اور کوئی دَم وغیرہ دینا چاہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان سب جانوروں کے ذبح کرنے میں فرق بنیادی طور پر نیت کا ہی ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کسی حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے نے حج کی قربانی کو عیدالاضحیٰ والی قربانی سمجھ کر ادا کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی حج کی قربانی ادا نہیں ہوگی، کیونکہ عیدالاضحیٰ کی قربانی اور حج کی قربانی الگ الگ حیثیتوں کی حامل ہیں۔

اور اگر مذکورہ صورت میں اس نے حج کی قربانی سے پہلے سر کے بال منڈا یا کٹا لئے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حج کی قربانی کے علاوہ ایک اور دم بھی ترتیب کی خلاف

ورزی کرنے کی وجہ سے لازم ہو جائے گا، اور حج کی قربانی ذمہ میں پھر بھی باقی رہے گی۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک مذکورہ ترتیب واجب نہیں، لہٰذا ان کے نزدیک اس ترتیب کی خلاف ورزی کی وجہ سے کوئی اور دَم واجب نہیں ہوگا، اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔ [1]

بہرحال حجاج کرام میں اس چیز کی تبلیغ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے کہ حج کی قربانی اور عیدُ الاضحیٰ کی قربانی الگ الگ ہوتی ہیں، اور ان کے احکام بھی کئی چیزوں میں جُدا جُدا ہیں، تاکہ وہ کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... اپنے حجِ تمتع و حجِ قِران اور اسی طرح عیدالاضحیٰ کی قربانی کے لئے کسی دوسرے کو نمائندہ و نائب مقرر کرنا جائز ہے۔

آج کل حکومتِ سعودیہ کی طرف سے حجاجِ کرام کی حج کی قربانیاں کرنے کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا جاتا ہے، جس کے لئے حجاجِ کرام سے مخصوص رقم وصول کرلی جاتی ہے، بلکہ آج کل بعض اوقات حکومتِ سعودیہ کی طرف سے حجاجِ کرام سے اس غرض کے لئے پہلے ہی

---

[1] پھر اگر اس شخص نے مذکورہ صورت میں قربانی کے دنوں میں (یعنی بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک) حج کی قربانی ادا نہیں کی، تو بعض حضرات کی تصریح کے مطابق مذکورہ صورت میں حج کی قربانی کے بارہ ذی الحجہ سے مؤخر ہوجانے کی وجہ سے ترتیب کی خلاف ورزی والے دَم کے علاوہ ایک اور دَم بھی واجب ہوگا، جو قربانی سمیت چوتھا دَم ہوگا (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ، ج۴ ص ۵۷۸، کتاب الحج)

لیکن پیچھے مشائخ حنفیہ کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ صاحبین کے نزدیک دمِ تمتع و قِران کے ایامِ نحر سے مؤخر کرنے پر دَم واجب نہیں، لہٰذا صاحبین کے نزدیک جس طرح ترتیب کی خلاف ورزی سے دَم واجب نہیں ہوگا، اسی طرح دمِ تمتع و دمِ قِران کو ایامِ نحر سے مؤخر کرنے پر بھی دَم واجب نہیں ہوگا، کیونکہ حج کی قربانی وقت گزرنے پر بھی واجب رہتی ہے، اور وہ عام ذی الحجہ کی قربانی کی طرح صدقہ نہیں بن جاتی، فافترقا، اور اس طرح صاحبین کے نزدیک اگر کسی نے دمِ تمتع یا دمِ قِران کو عام قربانی کی نیت سے ذبح کیا، تو اس سے اس کا دمِ قِران یا دمِ تمتع تو ادا نہیں ہوگا، اور وہ بدستور ذمہ میں واجب رہے گا، اور اس کے علاوہ مزید کوئی دَم واجب نہیں ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک چونکہ حج کرنے والے پر سرے سے اضحیہ نہیں ہے، اور حاجی جو جانور دمِ جبر کے علاوہ ذبح کرتا ہے، وہ ہدی ہوتا ہے، اس لئے اُن کے نزدیک اُمید ہے کہ مذکورہ صورت میں قربانی کی نیت سے ذبح کیے جانے والا یہ جانور حج کی قربانی کی طرف سے کفایت کرجائے، اور کوئی مزید دَم واجب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جبری طور پر حج کے اخراجات کے ساتھ رقم وصول کر لی جاتی ہے۔

اگر کسی حاجی کو خود سے یا ترتیب کی رعایت کراتے ہوئے کسی اور نمائندہ کے ذریعہ سے قربانی کرنا مشکل ہو، یا اس سے قربانی کے لئے جبری طور پر رقم وصول کر لی جائے، تو اس کو حکومتی انتظامات کے تحت حج کی قربانی کرانا جائز ہے، البتہ اس صورت میں دس ذی الحجہ کی رَمی، قربانی اور بال منڈانے یا کٹانے کی ترتیب پر عمل مشکل ہوتا ہے، لیکن اگر اس ترتیب کو سنت قرار دیا جائے، تو پھر دَم لازم آئے بغیر حج کی قربانی ادا ہو سکتی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بہت سے فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں ہے، بلکہ سنت ہے، جس کے سنت ہونے کے دلائل بھی معقول اور ہمارے نزدیک راجح ہیں، لہٰذا بوقتِ ضرورت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، جس کی تفصیل ہم نے آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کر دی ہے۔ [1]

حج کی قربانی کی قدرت نہ ہونے پر روزوں کا حکم

اگر حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے کو حج کی قربانی کرنے کی استطاعت وقدرت نہ ہو، تو قربانی کی جگہ دس روزے رکھنے کا حکم ہے۔

آگے اس بارے میں کچھ مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... اگر کسی حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے شخص کو تنگ دستی و ناداری کی وجہ سے حج کی قربانی کرنے کی قدرت نہ ہو، مثلاً قربانی کا جانور دستیاب نہ ہو، یا اس کی قیمت کا انتظام نہ

---

[1] ترتیب کے مسنون ہونے کے دلائل سے قطع نظر آج کل حجاجِ کرام کو منیٰ میں جا کر جانور کی خریداری اور ذبح وغیرہ کے عمل میں غیر معمولی مشکلات پیش آتی ہیں، اور منیٰ کے علاوہ حرم کے دیگر عام مقامات پر حکومت کی طرف سے جانور ذبح کرنے کی قانونی اجازت نہیں۔

نیز جب حکومتِ سعودیہ کی طرف سے ترتیب کے مسنون ہونے کا حکم آ گیا، اور قربانی کے لئے جبری رقم بھی حجاج سے حاصل کی جانے لگی، تو حکمِ حاکم کے رافع اختلاف ہونے کے پہلو سے بھی حنفیہ کے قواعد کے مطابق ترتیب کے عدمِ وجوب کی گنجائش نکل سکتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہو، یا قربانی کا جانور بازاری قیمت کے مقابلہ میں بہت مہنگی قیمت پر دستیاب ہو، تو اس پر حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی واجب نہیں ہوتی، اور اس کی قربانی کا حکم دس روزے رکھنے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... جو شخص حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی پر قادر نہ ہو، تو اسے قربانی کے بجائے دس روزے اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ رکھنا چاہئے کہ تین روزے تو دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے رکھ لے، خواہ لگاتار یا وقفہ ڈال کر۔

اور ان تین روزوں کے رکھنے میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ حج کا احرام سات ذی الحجہ سے پہلے باندھ کر احرام ہی کی حالت میں دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے یہ تین روزے رکھ لے۔

اور اگر حجِ تمتع کرنے والا اپنے وطن سے آتے وقت عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے کسی بھی وقت یہ تین روزے رکھ لے، خواہ ابھی حج کا احرام بھی نہ باندھا ہو، تو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک تب بھی جائز ہو جاتے ہیں۔ [1]

اور باقی ماندہ سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے جائیں گے، خواہ مکہ یا حرم میں رکھ لے یا مدینہ منورہ یا کسی اور جگہ جا کر یا پھر اپنے گھر واپس آنے کے بعد رکھ لے، سب طرح جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کے بدلہ میں رکھے جانے والے روزوں میں طلوعِ فجر سے پہلے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے، دن کے وقت میں نیت کرنا درست نہیں۔

مسئلہ نمبر۴...... اگر کوئی حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والا حج کی قربانی پر قادر نہیں تھا، جس کی وجہ سے اس کو تین روزے دس ذی الحجہ سے پہلے اور سات روزے حج کے بعد رکھنے کا حکم تھا۔

---

[1] اور شافعیہ کے نزدیک یومِ عرفہ سے پہلے پہلے تین روزوں کو رکھ لینا مستحب ہے۔
پھر مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اور امام زفر کے قول کے مطابق ان تین یا ان میں سے ایک روزہ کو بھی حج کے احرام سے مقدم کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تین روزے حج میں رکھنے کا حکم دیا ہے، اور حج کے احرام سے پہلے حج شروع نہیں ہوتا، نیز روزہ بدنی عبادت ہے، لہٰذا اس کو اپنے وقتِ وجوب سے پہلے رکھنا جائز نہیں، جیسا کہ دوسرے واجب روزہ کا حکم ہے۔

مگر وہ دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہیں رکھ سکا، تو پھر حنفیہ کے نزدیک اس کو روزے رکھنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ بہر حال حج کی قربانی کرنا ہی ضروری ہوجاتا ہے، خواہ وہ کسی بھی طرح جدو جہد کرکے حج کی قربانی کرے، جبکہ شافعیہ کے نزدیک حج کے دن گزرنے کے بعد بھی یہ تین روزے رکھے جاسکتے ہیں، بلکہ مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق ایامِ منیٰ (یعنی گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ) میں بھی ان تین روزوں کو رکھنا جائز ہے، کیونکہ بعض احادیث وروایات سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس نے حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کے بدلہ میں تین روزے دس ذی الحجہ سے پہلے نہیں رکھے، تو مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان کو بعد میں قضاء کرنا جائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک قضاء کرنا جائز نہیں، بلکہ حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں دَمِ تمتع یا دَمِ قِران جو بھی ہو، وہ متعین ہوجاتا ہے۔

اگر کوئی شخص حج کی قربانی پر قادر نہ ہو، اور وہ دس ذی الحجہ سے پہلے کسی عذر کی وجہ سے تین روزے نہ رکھ سکے، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ دوسرے فقہائے کرام کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس کو بعد میں یہ روزے رکھ لینے کی گنجائش ہے۔ [1]

---

[1] بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حج کرنے والا ایسے وقت قربانی کرنے سے معذور ہوجاتا ہے کہ جب دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے رکھنے کا موقع نہیں ہوتا، یا مثلاً دس ذی الحجہ یا اس کے بعد معذور ہوجاتا ہے، مثلاً قربانی کے لئے لیا ہوا جانور چوری یا گم ہوجاتا ہے، یا اچانک کسی چوری وغیرہ کے حادثہ کی وجہ سے رقم ضائع ہوجاتی ہے، اب اگر ایسی صورت میں دَم ہی لازم کیا جائے، تو اس حکم پر عمل کرنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے، اور بعض آثار سے بھی بعد میں یہ تین روزے رکھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔

لہٰذا ہمارا ذاتی رجحان اس مسئلہ میں جمہور فقہائے کرام کے قول کی طرف ہے، بالخصوص ضرورت مندوں کے حق میں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن مجید سے تین روزوں کے حج میں رکھنے کا حکم معلوم ہوتا ہے، تو بعض آثار میں اس کا جواب موجود ہے کہ ایامِ منیٰ حج سے تعلق رکھتے ہیں، نیز جب تک حج کا سفر ختم نہیں ہوجاتا، اس وقت تک ایک حیثیت سے حج کے آثار باقی ہوتے ہیں، علاوہ ازیں جب کوئی قرآن مجید کے حکم "فمن لم یجد" کے مطابق قربانی نہ پائے، تو اس کا حکم روزوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اور جب پہلے تین روزے نہ رکھے جاسکیں، اور وہ حج کی قربانی پر قادر نہ ہو، تو "فمن لم یجد" کا اطلاق اب بھی موجود ہے، اور اس صورت میں جبکہ وہ قربانی پر قادر ہی نہیں، اور روزوں کا سارا قضیہ ہی قربانی پر قادِر نہ ہونے پر مبنی ہے، پھر بھی اس کو قربانی کا مکلّف کرنا ایک حیثیت سے تکلیف مالایطاق معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کسی نے دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے رکھنے شروع کئے، اور تین روزوں کی تعداد مکمل ہونے سے پہلے وہ قربانی پر قادر ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر حج کی قربانی ہی واجب ہوجائے گی، اور قربانی کے بدلہ میں روزے رکھنا معتبر نہیں ہوگا۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تین روزے شروع کرنے کے بعد مکمل ہونے سے پہلے اگر قربانی پر قادر ہوجائے، تو اس پر روزے چھوڑ کر قربانی واجب نہیں ہوتی، کیونکہ جس وقت اس نے روزے رکھنا شروع کئے، اس وقت وہ قربانی پر قادر نہیں تھا، جس کی وجہ سے اس کے لئے روزے رکھنا جائز ہوگیا تھا، اور وہ اسی کا مکلّف تھا، اِلَّا یہ کہ وہ خود ہی روزے چھوڑ کر قربانی کرنا چاہے، تو اس کو ایسا کرنا بھی جائز ہے، مگر ضروری نہیں۔

ملحوظ رہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک حجِ تمتع اور حجِ قِران کی قربانی کے اکثر احکام عام عیدالاضحیٰ والی قربانی کی طرح ہیں۔

اور عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کے احکام ہم نے اپنی دوسری کتاب ''ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیئے ہیں، وہاں ملاحظہ کر لئے جائیں۔

البتہ بعض احکام میں دونوں قسم کی قربانیوں کے مابین فرق بھی پایا جاتا ہے، مثلاً حجِ تمتع اور حجِ قِران کی قربانی بالاتفاق واجب ہے، اور حجِ افراد کی نفل یا مستحب ہے، جبکہ عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کے واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہے، اور حج کی قربانی کو حرم کی حدود میں ذبح کرنے کا حکم ہے، جبکہ عام عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کو حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری نہیں، اور حج کی قربانی کا حکم بارہ ذی الحجہ کا دن گزرنے کے بعد بھی برقرار رہتا ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک بارہ ذی الحجہ کے بعد عام عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کا حکم صدقہ سے تبدیل ہوجاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(باب نمبر۸)

بال کٹانے یا منڈانے کے احکام

سر کے بالوں کو منڈوانا یا کٹوانا بھی حج کے اہم اعمال میں داخل ہے۔

عربی زبان میں بال منڈوانے کو حلق کرانا اور بال ترشوانے کو قصر کرانا اور ان دونوں کے مجموعہ کو حلق وقصر کرنا اور کرانا کہا جاتا ہے، جس سے متعلق احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... احرام سے نکلتے وقت سر کے بالوں کو منڈوانا یا کٹوانا بھی حنفیہ سمیت کئی فقہائے کرام کے نزدیک حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک یہ حج کا رکن اور فرض ہے۔

مسئلہ نمبر ۲...... جب کوئی حج کرنے والا شخص دس ذی الحجہ کی رمی کر چکے، اور سر کے بال بھی کٹا یا منڈا چکے، لیکن ابھی طوافِ زیارت نہ کیا ہو، تو حنفیہ سمیت دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک میاں بیوی کے خصوصی تعلقات کے علاوہ احرام کی دوسری تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، جس کو فقہائے کرام نے تحللِ اول سے تعبیر کیا ہے۔

اور اگر ابھی تک سر کے بال نہ منڈائے یا کٹائے ہوں، البتہ دس ذی الحجہ کی رَمی کر چکا ہو، تو حنفیہ کے مشہور مذہب کے مطابق تو احرام کی مذکورہ پابندیاں ختم نہیں ہوتیں، البتہ حنفیہ کے غیر مشہور مذہب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک احرام کی مذکورہ پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، جس کی تفصیل پیچھے دس ذی الحجہ کی رمی کے بیان میں اور آگے طوافِ زیارت کے بیان میں ذکر کر دی گئی ہے، وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔ [1]

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک تحللِ اول سے جس طرح زوجین کے خصوصی تعلقات حلال نہیں ہوتے، اسی طرح ایک روایت کے مطابق شکار اور ایک روایت کے مطابق خوشبو کا استعمال بھی حلال نہیں ہوتا، البتہ اس کے علاوہ باقی چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳...... حج کے احرام سے نکلنے کے لئے سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے دس ذی الحجہ کی رَمی اورحجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کرلینی چاہیئے۔

اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے دس ذی الحجہ کی رَمی کرنا، اوراس کے بعد حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والے کو حج کی قربانی کرنا، اور پھر اس کے بعد سر کے بال کٹانا یا منڈانا مذکورہ ترتیب کے مطابق واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم واجب ہوتا ہے۔

چنانچہ اگرکسی نے رَمی کرنے سے پہلے قربانی کردی یا سر کے بال منڈا یا کٹا لیے یا رمی کرنے کے بعد مگر قربانی کرنے سے پہلے سر کے بال منڈا یا کٹا لیے تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دَم واجب ہے، اور طوافِ زیارت کو ان اعمال کے بعد کرنا سنت ہے۔

جبکہ امام شافعی، اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، جس کی خلاف ورزی پر اور مذکورہ صورتوں میں ان کے نزدیک دَم واجب نہیں ہوتا۔

اور دیگر فقہائے کرام کے اس سلسلہ میں اقوال الگ مستقل عنوان کے تحت آتے ہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۴...... حنفیہ کے نزدیک پھیلاؤ میں کم از کم چوتھائی (یعنی ایک بٹہ چار حصہ) بالوں کا کٹانا تو واجب ہے، اور پورے سر کا منڈا دینا سنت ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے پورے سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے بجائے کم از کم چوتھائی سر کے بال منڈا، یا کٹا دیئے، تو اس کا واجب ادا ہو جائے گا، لیکن سنت کے خلاف کرنے کی وجہ سے مکروہ

---

[۱] ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کی رَمی کو بال کٹانے یا منڈانے سے پہلے، اور اسی طرح رَمی کو طوافِ زیارت سے پہلے کرنا تو واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر ان کے نزدیک دَم واجب ہے، اور باقی چیزوں میں ترتیب واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، اور ان کے نزدیک حج کی قربانی کے ساتھ ان اعمال کی ترتیب کے واجب ہونے کا تعلق نہیں۔

اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بھولے سے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ترتیب کی خلاف ورزی کی ہو، تو دَم واجب نہیں ہے۔

اور اگر جان بوجھ کر اور مسئلہ معلوم ہوتے ہوئے ترتیب کی خلاف ورزی کی ہو، تو اس میں امام احمد کی دو روایات ہیں، ایک روایت کے مطابق دَم واجب ہے، اور دوسری روایت کے مطابق دَم واجب نہیں۔

ہوگا، اور اس پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔

جبکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پورے سر کو منڈانا یا پورے سر کے بالوں کو کاٹنا واجب ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۵...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے احرام سے نکلنے کے لئے بالوں کو کٹانے یا منڈانے کا وقت دس ذی الحجہ کے دن کے طلوعِ فجر سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک متعین ہے، اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بالوں کا حرم کی حدود میں مونڈنا یا کاٹنا واجب ہے، اور ان میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی پر بھی دَم واجب ہے۔

غرضیکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سر کے بالوں کا بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے اور حرم کی حدود میں منڈانا یا کٹانا واجب ہے، اگرچہ یہ حج کے واجباتِ اصلیہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اس کا واجب ہونا سر کے بال کٹانے یا منڈانے کے تابع ہو کر ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بارہ ذی الحجہ تک سر کے بال منڈانا یا کٹانا واجب نہیں، اس لئے بارہ تاریخ کے بعد سر کے بال منڈانے یا کٹانے پر بھی دَم واجب نہیں۔

حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور دیگر جمہور فقہائے کرام (شافعیہ وحنابلہ وغیرہ) کے نزدیک سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے لئے نہ تو زمانہ یعنی بارہ ذی الحجہ کے غروب تک کی تخصیص واجب ہے، اور نہ حرم یا کسی اور جگہ کی تخصیص واجب ہے کہ اس کی خلاف ورزی سے دَم لازم آئے۔[2]

---

[1] اور شافعیہ کے نزدیک کم از کم تین بالوں کا مونڈنا یا کاٹنا واجب ہے، یعنی تین یا اس سے زیادہ بال منڈانے یا کٹانے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، اور کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، اگرچہ ایسا کرنا خلافِ سنت ہوتا ہے۔

[2] ملحوظ رہے کہ احرام سے نکلنے کے لئے بال منڈانے یا کٹانے کے لئے دو قسم کی توقیت ہے، ایک توقیتِ زمانی یعنی ایامِ نحر کی توقیت (یعنی دس تا بارہ ذی الحجہ کی تعیین) دوسرے توقیتِ مکانی یعنی حرم کی حدود کی توقیت۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے احرام سے نکلنے کی غرض سے بال منڈانے یا کٹانے کے لئے توقیتِ زمانی ومکانی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ ان جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اگر بسہولت ممکن ہو، تو حرم کی حدود میں اور بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے سر کے بال منڈایا کٹا لینا سنت ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۶...... مرد حضرات کو احرام سے نکلتے وقت سر کے بال منڈانا بھی جائز ہے، اور منڈانے کے بجائے کٹانا بھی جائز ہے، البتہ منڈوا دینا افضل ہے۔

لیکن خواتین کو سر کے بال منڈانے کی ممانعت ہے، اور احرام سے نکلتے وقت خواتین کو بہرحال سر کے بال کٹانا ہی متعین ہے۔

مسئلہ نمبر۷...... اگر احرام سے نکلتے وقت کوئی مرد سر کے بال منڈوانے کے بجائے، کٹوائے یا ترشوائے یا وہ عورت ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو لمبائی میں کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر پورے سر کے چوتھائی حصے کے بالوں کا کاٹنا یا ترشوانا واجب ہے، اس سے کم لمبائی کی مقدار میں ترشوانا کافی نہیں۔

اور تراشنے میں افضل یہ ہے کہ پورے سر کے بال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یعنی ایامِ نحر اور حدودِ حرم کی پابندی واجب ہے، اور صاحبین کے نزدیک توقیتِ زمانی واجب نہیں، البتہ امام محمد رحمہ اللہ توقیتِ مکانی کے وجوب کے قائل ہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور دیگر جمہور فقہائے کرام توقیتِ مکانی کے وجوب کے بھی قائل نہیں، جس طرح سے کہ وہ توقیتِ زمانی کے بھی وجوب کے قائل نہیں، جبکہ امام زفر رحمہ اللہ توقیتِ زمانی کے وجوب کے قائل ہیں، توقیتِ مکانی کے وجوب کے قائل نہیں۔

جہاں تک عمرہ کے احرام سے نکلنے کی غرض سے بال منڈانے یا کٹانے کا تعلق ہے، تو اس میں توقیتِ زمانی کے وجوب کا تو کوئی بھی قائل نہیں، اور توقیتِ مکانی کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال کی وہی تفصیل ہے، جو حج کے بارے میں گزری۔

[1] اور ہمارا ذاتی رجحان امام ابو یوسف اور جمہور فقہائے کرام کے قول کی طرف ہے، کیونکہ ہمیں توقیتِ زمانی و مکانی کے دلائل اس درجہ کے معلوم نہ ہو سکے کہ ان سے وجوب ثابت ہو سکے، البتہ سنت کے ثبوت میں شبہ نہیں۔

اور بعض جامد و متعصب لوگوں کا اس قسم کے رجحان پر تساہل وغیرہ کا الزام عائد کرنا بے اعتدالی پر مبنی ہے، کیونکہ اولاً تو جو رجحان دلائل پر مبنی ہو، تو اس کو تساہل سے تعبیر کرنا ہی درست نہیں، دوسرے اگر عوام کی تیسیر کے لئے کوئی رجحان ظاہر کیا جائے، تو فی الجملہ اس کی گنجائش ہے، کیونکہ لوگوں پر تیسیر کے حکم کے بارے میں صریح نصوص موجود ہیں، جبکہ تساہل ''باب تفاعل'' سے ہے، جس میں تیسیر کے بجائے بتکلف سہولت پسندی پائی جاتی ہے۔

ترشوادے۔

اورعورت کے لئے بھی یہی حکم ہے، اسی لئے اگرکسی کے سر پر لمبائی میں بالوں کی مقدار انگلی کے ایک پوروے سے کم ہو، تو اس کے حق میں سر منڈوانا ہی متعین ہوجاتا ہے۔ [۱]

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مرد اور عورت کے حق میں بالوں کی لمبائی میں کوئی مخصوص مقدار واجب نہیں، اس لئے ان کے نزدیک انگلی کے ایک پوروے کی مقدار سے کم ترشوادینا بھی کافی ہوجاتا ہے۔

اگرچہ ان کے نزدیک ایک پوروے کی مقدار ترشوانا سنت ومستحب ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۸...... اگرکسی کے سر کے بعض حصہ پر کچھ بال ہوں، اور وہ واجب مقدار سے کم ہوں (جس کی مقدار حنفیہ کے نزدیک لمبائی میں کم ازکم ایک پوروے کے برابر، اور پھیلاؤ میں کم ازکم چوتھائی سر کے برابر ہے) یا بعض حصہ پر بالکل بال نہ ہوں، تو حنفیہ کے نزدیک سر پر اُسترا پھروانا واجب ہے۔

---

[۱] پھر اگر کسی کے سر پر بال لمبائی میں ایک پوروے سے کم ہوں، اور اس کے سر میں زخم وغیرہ بھی ہو، جس کی وجہ سے استرا وغیرہ پھروانا ممکن نہ ہو، تو قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بال منڈانے کا حکم ساقط ہوجائے گا، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ساقط نہ ہوگا، جیسا کہ آگے آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

اور اگر عورت کے سر کے بالوں کی مقدار لمبائی میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک پوروے سے کم ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے حق میں بال منڈانے کا حکم ساقط ہونا چاہئے، کیونکہ عورت کو بال منڈوانا جائز نہیں۔

والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة (كذا في التفسير المظهرى، ج۲، ۹۸، ۹۹، سورة آلِ عمران)

تاہم اگر اس کے باوجود بھی انگلی کے پورے سے کچھ کم مقدار، خواہ کتنی بھی ہو کٹوائے، تو بہتر ہے، تاکہ دوسرے فقہائے کرام کے اقوال کی رعایت ہوجائے، کیونکہ ان کے نزدیک لمبائی میں بالوں کی کسی مخصوص مقدار کا کاٹنا ضروری نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

[۲] ان حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ کسی نص اور بہت سے آثار میں عورتوں کے بالوں کے کٹانے کے بارے میں کسی مقدار کی تعیین نہیں کی گئی، جن کا تقاضا یہ ہے کہ مخصوص مقدار کی تعیین واجب نہ ہو، البتہ بعض آثار میں ایک پوروے کا ذکر آیا ہے، اس لئے اس پر عمل سنت ومستحب ہوسکتا ہے۔

اس طرح دونوں قسم کے آثار میں تطبیق ہوجاتی ہے، اور فقہی اعتبار سے یہ بات انتہائی معقول اور راجح ہے۔

اور اگر کسی کے سر پر بالکل بال نہ ہوں، مثلاً بڑھاپے یا کسی بیماری کی وجہ سے سر کے بال پوری طرح اُڑ گئے ہوں یا اس سے پہلے قریبی وقت میں بال منڈوا لئے ہوں، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسے شخص کو احرام سے نکلتے وقت سر پر اُسترا وغیرہ پھروانا واجب ہے، خواہ اُسترے وغیرہ میں بال نہ آئیں، کیونکہ جب بال موجود نہ ہوں، تو اُسترا پھیرنا بال مونڈنے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسے شخص سے بہر حال سر کے بال منڈانے کا حکم ساقط ومعاف ہو جاتا ہے، کیونکہ جب اُسترا پھروانے سے بال اُسترے کے نیچے ہی نہ آئیں گے، تو یہ ایسا ہی ہو گیا، جیسا کہ کوئی اُسترا نہ پھروائے، البتہ پھر بھی اختلاف سے بچنے اور دوسرے آثار کی رعایت کرنے کے لئے سر پر اُسترا پھروا لینا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کسی گنجے و کم مقدار بالوں والے شخص کو سر میں زخم وغیرہ کی وجہ سے اُسترا پھروانا ممکن نہ ہو، تو پھر اُسترا پھروانا حنفیہ کے نزدیک بھی معاف ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... احرام سے نکلتے وقت سر کے بال دوسرے سے منڈانے یا کٹانے کے بجائے، خود اپنے سر کے بال کاٹنا یا مونڈنا بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ احرام سے نکلتے وقت ایک شخص اپنے سر کے بال کاٹنے یا مونڈنے سے پہلے احرام سے نکلنے کے لئے دوسرے کے سر کے بال کاٹے یا مونڈے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۱...... سر کے بال منڈاتے یا کٹاتے وقت دائیں طرف سے آغاز کرنا مستحب ہے، البتہ اگر سر کے بال خود سے نہ کاٹے یا مونڈے، بلکہ بال کاٹنے یا مونڈنے والا کوئی دوسرا شخص ہو، تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ کے مشہور قول کے مطابق بال کاٹنے یا مونڈنے والے کے لحاظ سے دائیں طرف کا اعتبار ہوگا، اور دیگر فقہائے کرام اور امام ابوحنیفہ کے صحیح

---

[1] اور حنفیہ کا ایک قول مذکورہ صورت میں شافعیہ اور حنابلہ کی طرح اُسترہ پھروانے کے استحباب کا اور ایک قول سنیت کا ہے۔

[2] سر کے بال کٹاتے یا منڈاتے وقت بالوں میں خوشبودار صابن یا شیمپو لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

قول کے مطابق جس کا سر مونڈا جا رہا ہو، اس کے لحاظ سے دائیں طرف کا اعتبار ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... اگر کوئی شخص احرام سے نکلتے وقت اپنے بال کسی کریم پاؤڈر وغیرہ سے صاف کردے، تو بھی احرام سے نکل جاتا ہے، لیکن کریم وغیرہ سے صاف کرنے کے بجائے اُسترے سے سر منڈوانا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... احرام سے نکلتے وقت مرد کو سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے ساتھ ڈاڑھی کے بالوں کا کاٹنا ضروری نہیں، البتہ مونچھوں کا اور اگر ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ مقدار ہو، تو شافعیہ کے نزدیک مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹ دینا مستحب ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک احرام والے کے لئے احرام سے نکلتے وقت سَر مونڈنے کے بعد اپنے ناخنوں اور مونچھوں اور زیرِ بغل وزیرِ ناف بالوں کو کاٹنا بھی مستحب ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] بعض مشائخِ حنفیہ کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہ سے اس قول کی طرف رجوع ثابت ہے کہ بال مونڈوانے والے کی دائیں جانب کا اعتبار ہوگا، اور بندہ کا ذاتی رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے، کیونکہ سر کے بالوں کے حلق یا قصر کا نُسک یا عبادت ہونا بال منڈانے والے کے اعتبار سے ہے، اور اس عبادت ونسک کا تعلق ظاہر ہے کہ بال منڈانے یا کٹانے والے کے حق میں ہے، نیز اگر بال مونڈنے یا کاٹنے والا کوئی غیر مسلم ہو، تو اس کے حق میں یہ کسی طرح نسک وعبادت نہیں بنتا۔

النوع العاشر :أن عنـد أبـي حنيفة يبدأ بيمين الحالق ويسار المحلوق، قاله الكرماني في (مناسكه وعـنـد الشافعي :يـبدأ بيـمـيـن الـمـحـلـوق، والـصـحيح عند أبي حنيفة مثله(عمدة القاري للعيني، ج١٠ ص٦٤، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال)

وهـذا يفيد أن السنة في الحلق :البـداءـة بيـمين المحلوق رأسه، وهو خلاف ما ذكر في المذهب، وهذا هو الصواب اهـ.

وقال السروجي :وعـنـد الشافعي يبدأ بيمين المحلوق، وذكر كذلك بعض أصحابنا، ولم يعز إلى أحد، والسنة أولى، وقد أخذ الإمام بقول الحلاق، ولم ينكره، ولو كان مذهبه خلافه لما وافقه، وفي مـنسك ابن العجمي والبحر :هـو المختار، وقال في "النخبة :"هـو الصحيح، وقد روى رجوع الإمام عما نقل عنه الأصحاب؛ لأنه قال :أخطأت في الحج في موضع كذا وكذا، وذكر منه البداءة بيـمين الحالق، فصح تصحيح قوله الأخير(مرقاة المفاتيح، ج٥ ص١٨٣١، كتاب المناسك، باب الحلق)

(باب نمبر۹)

رَمی، قربانی، بال کٹانے اور طواف میں ترتیب کا مسئلہ

مزدلفہ کے وقوف سے فارغ ہوکر پہلے دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں، جس کو رمی کہا جاتا ہے، اور اس کے بعد حجِ تمتع یا حجِ قران کرنے والے کی طرف سے حج کی قربانی کی جاتی ہے، اور پھر سر کے بال کٹائے یا منڈائے جاتے ہیں، اور پھر طوافِ زیارت کیا جاتا ہے۔

دس ذی الحجہ کے دن پہلے بڑے شیطان کو رمی کرنا، پھر اس کے بعد اگر حجِ تمتع یا حجِ قران کرنے والا ہے، تو قربانی کرنا، پھر اس کے بعد بال کٹوانا یا منڈوانا، ان تینوں اعمال کو اسی ترتیب پر ادا کرنا چاہئے۔

اور ان اعمال کے بعد پھر طوافِ زیارت کرنا چاہئے۔

لیکن کیا دس ذی الحجہ کی رَمی، پھر حجِ تمتع یا حجِ قِران کی مخصوص قربانی، اور اس کے بعد بال منڈانا یا کٹانا، ان تینوں اعمال کو مذکورہ ترتیب کے مطابق کرنا واجب ہے یا سنت؟

اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طوافِ زیارت کے علاوہ باقی مذکورہ تینوں اعمال میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم واجب ہوتا ہے۔

پس اگر کسی نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کردی یا بال منڈایا کٹالیے یا رمی کرنے کے بعد مگر قربانی کرنے سے پہلے بال منڈایا کٹا لیے تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دَم واجب ہے، اور طوافِ زیارت کو ان اعمال کے بعد کرنا سنت ہے۔

اور جن احادیث میں ترتیب کی خلاف ورزی ہونے پر کوئی حرج نہ ہونے کا ذکر ہے، امام

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ان کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد گناہ ہونے کی نفی کرنا ہے، دَم واجب ہونے کی نفی کرنا نہیں ہے۔ [1]

جبکہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، جس کی خلاف ورزی پر ان کے نزدیک دَم واجب نہیں ہوتا۔

اور دلائل کے لحاظ سے ہمارے نزدیک یہی قول راجح ہے، بالخصوص آج کے دور میں جبکہ عام حجاجِ کرام کو ان اعمال کی ترتیب کی رعایت کرنے میں بے شمار مشکلات کا سامنا ہے، چنانچہ آج کے دور میں حکومتی انتظامات کے پیشِ نظر جانوروں کی خریداری اور ان کی بود وباش کا انتظام اور ان کو حرم کی حدود اور خاص کر منیٰ میں رَمی کے بعد اور بال منڈانے سے پہلے ذبح کرنے کی ترتیب پر عمل کرنا عام حجاجِ کرام کے لئے ایک مشکل مرحلہ بن چکا ہے۔

مزید براں آج کل بعض اوقات حکومتِ سعودیہ کی طرف سے حجاجِ کرام کی قربانی کے لئے پیشگی رقم بھی جبری طور پر حاصل کی جانے لگی ہے، برخلاف پہلے زمانہ کے، جس میں قربانی کے جانور کی خریداری اور اس کی بود وباش بلکہ اس کو اپنے ہمراہ رکھنا، اور اس سے بڑھ کر اپنے علاقہ سے قربانی کے جانور کو ساتھ لے جانا بھی کوئی مشکل مرحلہ نہ تھا، جس کو فقہائے کرام نے

---

[1] ملحوظ رہے کہ طوافِ زیارت کا مذکورہ تین اعمال (یعنی دس ذی الحجہ کی رَمی، حج کی قربانی اور بال منڈانے یا کٹانے) کی ترتیب کے وجوب سے تعلق نہیں، اس لئے طوافِ زیارت خواہ ان تینوں اعمال سے پہلے کیا جائے، یا بعد میں کیا جائے، یا بعض کے بعد اور بعض سے پہلے کیا جائے، بہرصورت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی دَم واجب نہیں۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تینوں اعمال (یعنی دس ذی الحجہ کی رَمی، حج کی قربانی اور بال منڈانے یا کٹانے) میں ترتیب حجِ تمتع یا حجِ قران کرنے والے پر واجب ہوتی ہے، اور جو حجِ افراد کرنے والا ہے، اس پر کیونکہ حج کی قربانی واجب نہیں، اس لئے اس پر ان تین اعمال کی ترتیب واجب نہیں، البتہ اگر وہ قربانی کرنا چاہے، تو اس ترتیب کا لحاظ افضل ہے، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رَمی اور اس کے بعد بال کٹانے یا منڈانے میں ترتیب، حجِ افراد کرنے والے پر بھی واجب ہے، خواہ وہ حج کی قربانی کرے یا نہ کرے۔

پھر اگر کوئی حجِ قِران کرنے والا ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ تینوں اعمال میں ترتیب کی خلاف ورزی پر دو دَم واجب ہوں گے، کیونکہ حجِ قران کرنے والے کا احرام حج وعمرہ دونوں کے احراموں پر مشتمل ہوتا ہے، اور ھدی ساتھ لے جانے والا حنفیہ کے نزدیک متمتع بحکمِ قارِن ہوتا ہے، اور صاحبِ درمختار کی تصریح کے مطابق اس پر بھی دو دَم واجب ہیں۔

’’سوقِ ھدی‘‘ سے تعبیر فرمایا ہے، اور اس کے مستقل احکام و ابواب ذکر وقائم فرمائے ہیں ،لہٰذا پہلے زمانہ میں حج کرنے والے کو اپنے ہمراہ موجود قربانی کے جانور کو رَمی کے بعد ذبح کر کے حلق کرانے کی ترتیب پر عمل کرنا کوئی مشکل اور متعذر عمل نہیں تھا، اس لئے احتیاط کے پیشِ نظر اس قول پر عمل بھی کیا جاتا رہا، اور فتویٰ بھی دیا جاتا رہا۔ [1]

---

[1] لہٰذا موجودہ دور کے بعض علماء کا ترتیب کے وجوب پر بہر صورت مصر رہنا اور عوامی مشکلات کا حل نہ نکالنا، اور اس سے بڑھ کر مسلکی تعصّبات سے بالاتر ہو کر شرعی دلائل میں منصفانہ تدبر نہ فرمانا مبنی بر اعتدال کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے۔

یومُ النحر کے اعمال میں تقدیم وتاخیر پر کوئی حرج نہ ہونے کی حدیث اگر متواتر نہ ہو تو خبر مستفیض سے کم نہیں، اور بظاہر لاحرج سے اثم اور دَم دونوں کی نفی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ سوال کرنے والوں کا سوال عام تھا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تقدیم وتاخیر کا حکم معلوم کیا جارہا تھا، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد صرف رفعِ اثم ہوتی، اور رفعِ دَم نہ ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ضرور وضاحت فرماتے، کیونکہ یہ بیان کا موقع تھا، جبکہ کسی ایک راوی نے بھی دَم کا ذکر نہیں فرمایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کے ضمن میں شام ہونے کے بعد رَمی کرنے کا بھی سوال کیا گیا، اس کے جواب میں بھی آپ نے یہی ’’لاحرج‘‘ فرمایا، جس سے بالاتفاق رفعِ دَم مراد ہے، اور آج بھی اگر کوئی شخص اس طرح کا عمل کر کے کسی مفتی یا عالم سے حکم معلوم کرے، اور وہ اس کے جواب میں کہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، تو اس سے رفعِ اثم اور رفعِ دَم دونوں ہی سمجھے جاتے ہیں، بلکہ رفعِ اثم کے مقابلہ میں رفعِ دَم بدرجہ اولیٰ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ایک مستفتی کا اصل مقصود دنیا کے اعتبار سے اس کا حکم معلوم کرنا ہوتا ہے۔

اور اگر ان روایات میں رفعِ اثم ہی مراد لیا جائے، اور رفعِ دَم مراد نہ لیا جائے، تو پھر رات میں رمی کی طرح طوافِ زیارت کی تقدیم میں بھی یہی حکم ہونا چاہئے، اور دَم واجب ہونا چاہئے، کیونکہ ان میں سے کئی روایات میں طوافِ زیارت کی تقدیم پر بھی لاحرج ہی فرمایا گیا۔

جہاں تک حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کا تعلق ہے، جس میں کسی نُسک کی تقدیم یا تاخیر پر دَم کا ذکر کیا گیا ہے، تو اولاً تو اس ایک ایسے غیر مرفوع اثر کے مقابلہ میں کہ جس کی سند پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے، مرفوع اور متواتر احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی، دوسرے اس اثر میں کسی مخصوص نُسک کی تعیین نہیں، اور حج کے نسک بے شمار ہیں، جن میں یوم النحر کے اعمال کے علاوہ بھی کئی اعمال داخل ہیں، اور اس عموم کا تقاضا یہ ہے کہ دیگر حج کے تمام نسک کی تقدیم وتاخیر پر بھی دَم واجب ہو، یہاں تک کہ اگر کوئی طوافِ زیارت کو رمی، ذبح، حلق وغیرہ سے پہلے کرے، تو اس پر بھی دَم واجب ہو، کیونکہ طوافِ زیارت بھی حج کے نُسک بلکہ اعلیٰ نُسک میں داخل ہے، جس کا کوئی بھی قائل نہیں، اور بر سبیلِ تسلیم بھی اس اثر کا ایسا محمل مراد لیا جا سکتا ہے، جس سے مرفوع صحیح احادیث سے تعارض بھی لازم نہ آئے، مثلاً کسی نے کوئی واجب نسک اس کا وقت شروع ہونے سے پہلے یا وقت گزرنے کے بعد ادا کیا، جس سے اس کی شرعاً سرے سے ادائیگی ہی معتبر نہ ہوئی، تو اس سے اس پر دَم لازم ہوگا، مثلاً کسی نے غیر معذور ہوتے ہوئے قبل از وقت یا بعد از وقت وقوفِ مزدلفہ یا رَمی کی، جس کی خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ سے تائید ہوتی ہے، کما مر۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کی رَمی کو سر کے بال منڈانے یا کٹانے اور طوافِ زیارت سے پہلے کرنا واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر ان کے نزدیک دَم واجب ہے، لہٰذا اگر کسی نے رَمی سے پہلے سر کے بال منڈایا کٹا لئے، یا رَمی سے پہلے طوافِ زیارت کرلیا، تو ان کے نزدیک دَم لازم ہوتا ہے، اور باقی چیزوں میں ترتیب واجب نہیں، بلکہ مستحب ومندوب ہے، اور ان کے نزدیک حج کی قربانی کے ساتھ ان اعمال کی ترتیب کے واجب ہونے کا تعلق نہیں۔

پس مالکیہ کے نزدیک قربانی کو رَمی سے مؤخر کرنا، یا سر کے بال کٹانے یا منڈانے کو قربانی سے مؤخر کرنا مستحب ومندوب ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جہاں تک قرآن مجید کی ایک آیت ''ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محله'' کا تعلق ہے، تو اولاً تو یہ آیت محصر کے بارے میں ہے، چنانچہ اس جملہ سے پہلے کا مضمون اس طرح سے ہے کہ ''فان احصرتم فما استیسر من الھدی، ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محله'' اور احصار کی صورت میں احرام سے نکلنے کے لئے کوئی اور نسک اور محلل ہوتا نہیں، کیونکہ محصر رَمی، طواف، سعی وغیرہ ہر قسم کے مناسک کی ادائیگی سے معذور ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت میں محصر کے تحلل کو بیان کرنا مقصود ہے، اور خود اس آیت میں لفظِ ''محله'' میں بھی فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، شافعیہ وغیرہ کے نزدیک ''محله'' سے مراد حلال ہونے کی وہی جگہ ہے، جہاں احصار لاحق ہوا، جبکہ اس کے برعکس اصل حج میں تحلل دو ہیں، ایک اول اور دوسرے ثانی، اور ان کی تعیین میں بھی فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، دوسرے اس آیت میں صرف محصر کے تحلل کو بیان کرنا مقصود ہے، اور محصر سے رَمی وغیرہ جیسے نُسک کی ادائیگی کا تصور ممکن نہیں، پھر یوم النحر کے اعمال (رَمی، ذبح، حلق) میں ترتیب کے وجوب کا حکم نکالنا کیسے درست ہوسکتا ہے، اور اس کے باوجود بھی اگر ذبح وحلق میں وجوبِ ترتیب کے استدلال پر اصرار کیا جائے، تو اس استدلال کے لئے احادیثِ کثیرہ مانع ہیں، جن سے اس استدلال کی تقویت متاثر ہوتی ہے، اور آخری درجہ میں اس کو ترتیبِ مسنون پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے، اس طرح اس کا احادیث سے بھی تعارض ختم ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حنفیہ میں سے صاحبین اور جمہور فقہائے کرام نے یوم النحر کے اعمال میں فی الجملہ اور علی الاطلاق ترتیب کو واجب قرار نہیں دیا، جبکہ یہ فقہائے کرام بھی مذکورہ آیت اور اس کے معنیٰ ومطلب سے بخوبی واقف تھے۔

اور قرآن مجید میں مذکور ''ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق'' سے بھی ترتیب کے وجوب پر استدلال تام نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں قربانی کے بعد لفظِ ثم کے ساتھ ''یقضِ تفث'' اور پھر حرفِ عطف کے ساتھ طواف کا ذکر ہے، تو قربانی کے بعد ''یقضِ تفث'' کے وجوب پر استدلال کا تقاضا یہ ہوا کہ طواف بھی قربانی کے بعد واجب ہو، جبکہ طوافِ زیارت کو قربانی کے بعد کرنا واجب نہیں، اسی طرح ''یقضِ تفث'' بھی قربانی کے بعد واجب نہ ہوا، البتہ اگر اس سے مسنون درجہ کی حد تک ثبوت مراد لیا جائے، تو مذکورہ شبہ سے نجات مل جاتی ہے۔

اگر کسی نے قربانی سے پہلے سر کے بال منڈا یا کٹا لئے، یا رَمی کرنے سے پہلے قربانی کرلی، یا قربانی سے پہلے طوافِ زیارت کرلیا، یا سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے طوافِ زیارت کرلیا، یا قربانی اور سر کے بال منڈانے یا کٹانے دونوں سے پہلے طوافِ زیارت کرلیا، تو مالکیہ کے نزدیک دَم لازم نہیں ہوتا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بھولے سے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ترتیب کی خلاف ورزی کی ہو، تو دَم واجب نہیں ہے۔

اور اگر جان بوجھ کر اور مسئلہ معلوم ہوتے ہوئے ترتیب کی خلاف ورزی کی ہو، تو اس میں امام احمد کی دو روایات ہیں، ایک روایت کے مطابق دَم واجب ہے، اور دوسری روایت کے مطابق دَم واجب نہیں۔

خلاصہ یہ کہ دس ذی الحجہ کے حوالہ سے پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی (یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا) اور پھر حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کرنا، اور پھر بال منڈانا یا کٹانا، اور اس کے بعد طوافِ زیارت کرنا، یہ تمام اعمال اس ترتیب کے مطابق ادا کرنے کے سنت اور واجب ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے اس ترتیب کو سنت قرار دینے والے فقہائے کرام کا قول راجح ہے۔

لہٰذا ان سب اعمال کو مذکورہ ترتیب کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، تا کہ سنت کی ترتیب پر عمل ہوجائے، اور تمام فقہائے کرام کے اقوال کی رعایت رہے، لیکن اگر اس ترتیب پر عمل کرنا دُشوار ہو، یا اس پر کسی وجہ سے عمل نہ ہوسکے، تو ان اعمال کو ترتیب کے خلاف کرنے کی وجہ سے ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ دَم واجب نہیں ہوگا۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(باب نمبر۱۰)

طواف کے احکام

طوافِ زیارت بھی حج کا ایک فریضہ ہے، جس کو عربی زبان میں ''طوافِ افاضہ'' کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ طواف کی اور بھی قسمیں ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... طواف کے لغت میں معنیٰ کسی چیز کے اردگرد چکر لگانے کے آتے ہیں، اور شریعت کی خاص زبان میں طواف کے معنیٰ بیتُ اللہ کے اردگرد چکر لگانے کے آتے ہیں۔[1]

مسئلہ نمبر۲...... طواف کی بنیادی طور پر کئی قسمیں ہیں، جن کی تعداد حنفیہ اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک مجموعی طور پر سات ہے۔

طواف کی ایک قسم طوافِ زیارت کہلاتی ہے، جو حج میں فرض ہے، اور طواف کی دوسری قسم طوافِ قدوم کہلاتی ہے، جو مخصوص حجاج کے حق میں سنت ہے، اور طواف کی تیسری قسم طوافِ وداع کہلاتی ہے، جس کا حاجی کو اپنے وطن وگھر واپسی اور رُخصتی کے وقت کرنے کا حکم ہے۔

اور طواف کی چوتھی قسم طوافِ عمرہ کہلاتی ہے، جس کا عمرہ کرنے والے کو حکم ہے، اور طواف کی پانچویں قسم طوافِ نذر ومنَّت کہلاتی ہے، جو طواف کی نذر ومنَّت مان لینے کی وجہ سے واجب ہوا کرتا ہے، اور طواف کی چھٹی قسم طواف تحیَّۃُ المسجد الحرام کہلاتی ہے، جس کا مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کے لئے مسجدِ حرام کے احترام میں کرنے کا حکم ہے، اور طواف کی ساتویں قسم طوافِ تطوُّع یا نفل کہلاتی ہے، جس سے مراد عام نفلی طواف ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... طوافِ زیارت جس کو عربی زبان میں ''طوافِ افاضہ'' بھی کہا جاتا ہے، یہ حج کے فرائض میں داخل ہے۔

---

[1] اور چکر لگانے کی مناسبت سے بعض اوقات صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانے یعنی سعی کرنے کو بھی طواف کہہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... حج کے صحیح ہونے کے لئے طوافِ زیارت کی ادائیگی بہر حال ضروری ہے، اس کے بغیر حج ادا نہیں ہوتا، اور کوئی کفارہ، دَم، فدیہ وغیرہ اس کا بدل نہیں بنتا، اور خواہ کتنا بھی عرصہ گزر جائے، جب تک اس کو ادا نہ کیا جائے، اس کی ادائیگی ذمہ میں فرض رہتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵...... حنفیہ کے نزدیک طوافِ زیارت کے سات چکروں میں سے اکثر چکر رکن یعنی فرض ہیں، اور باقی یعنی تین یا اس سے کم چکر واجب ہیں، جن کو بالکلیہ ترک کرنے کی تلافی دَم یعنی قربانی کے چھوٹے جانور کے ذبح کرنے سے ہو جاتی ہے۔ [1]

---

[1] حنفیہ کے مشہور مذہب کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ''للاکثر حکم الکل'' کے قاعدہ کے مطابق طوافِ زیارت کے اکثر یعنی کم از کم چار چکر تو رکن ہیں، اور باقی ہر چکر واجب ہے، لہٰذا اگر کسی نے طوافِ زیارت کے کم از کم چار چکر ادا نہیں کئے، تو اس کا طواف رکن وفرض کے درجہ میں ادا نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ کم از کم چار چکر پورے نہیں کرلے گا، اگرچہ کچھ وقفہ کے بعد میں ہی کیوں نہ پورے کرے ''لکن عند الامام ابی حنیفة تأخیر أکثر الأشواط لطواف الزیارة عن أیام النحر کتأخیر الکل''

اور اگر کم از کم چار یا اس سے زیادہ چکر ادا کر لئے، اور تین یا اس سے کم چکر ترک کر دیئے، تو اس پر دَم واجب ہوگا، خواہ اس نے تین چکر ترک کئے ہوں، یا دو یا ایک، الا یہ کہ وہ باقی ماندہ چکر پورے کر لے، اگرچہ کچھ وقفہ کے بعد میں ہی کیوں نہ پورے کرے، تو پھر دَم ساقط ہو جائے گا۔

أما إذا أتم الباقی فلیس علیه شیء إن کان الإتمام فی أیام النحر أما بعدها فیلزمه صدقة عند أبی حنیفة لکل شوط نصف صاع من بر خلافا لهما (البحر الرائق، ج۳ص ۲۲، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج)

اور حنفیہ کے نزدیک مذکورہ حکم طوافِ زیارت کے ساتھ خاص ہے۔

مگر حنفیہ میں سے علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے چار چکروں کے رکن اور باقی کے واجب ہونے کی مخالفت کی ہے، اور انہوں نے طواف کے تمام چکروں کو دوسرے جمہور فقہائے کرام کے قول کے مطابق رکن وفرض قرار دیا ہے۔

جہاں تک طوافِ وداع اور طوافِ قدوم نیز طوافِ نفل کا تعلق ہے، تو طوافِ وداع واجب ہے، اور طوافِ قدوم اگرچہ سنت ہے، جس کے سِرے سے ترک کرنے پر دَم واجب نہیں، اور طوافِ نفل، مستحب ہے، مگر شروع کرنے کے بعد ان کی تکمیل بھی واجب ہو جاتی ہے، اس وجہ سے متعدد مشائخِ حنفیہ کے نزدیک شروع کرنے کے بعد طوافِ قدوم اور طوافِ نفل کا حکم بھی طوافِ وداع کی طرح ہے، جو کہ قواعدِ حنفیہ کے اعتبار سے راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے طوافِ وداع کے اکثر چکر ترک کر دیئے، تو اس پر دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر اکثر سے کم یعنی تین یا اس سے بھی کم ترک کئے، تو ہر چکر کے عوض میں فطرانہ کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے، البتہ اگر اس نے متروکہ (یعنی چھوٹے ہوئے) چکروں کو بعد میں پورا کر لیا، تو دَم یا صدقہ ساقط ہو جائے گا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے علامہ ابنِ ہمام کے نزدیک طوافِ زیارت کے ساتوں چکر رکن ہیں، جن میں سے کسی ایک چکر کے ترک کرنے کی تلافی بھی دَم سے نہیں ہوتی، بلکہ اس چکر کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶ ...... طوافِ زیارت صحیح ہونے کے لئے اس کا حج کے احرام پر مرتب ہونا ضروری ہے، کیونکہ حج کی ادائیگی کے لئے احرام ضروری ہے، اور طوافِ زیارت حج کا عمل ہے، البتہ طوافِ زیارت تک حج کے احرام کا باقی رہنا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر ۷ ...... طوافِ زیارت صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ وقوفِ عرفہ پر مرتب ہو، یعنی اس سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا جا چکا ہو۔

مسئلہ نمبر ۸ ...... طواف صحیح ہونے کے لئے دل میں طواف کی نیت کا ہونا ضروری ہے، اور زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

اور حنفیہ سمیت بعض فقہائے کرام کے نزدیک طوافِ زیارت کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خاص طوافِ زیارت کی نیت سے طواف کیا جائے، بلکہ اتنی نیت کافی ہے کہ وہ بیتُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البتہ بعض مشائخِ حنفیہ نے طوافِ قدوم اور نفلی طواف کو شروع کرنے کے باوجود بھی طوافِ وِداع کا درجہ نہیں دیا، اور انہوں نے شروع کرنے کے بعد مطلقاً ترک کرنے پر دَم یا صدقہ کے وجوب کی نفی فرمائی ہے، البتہ توبہ کا حکم فرمایا ہے۔

تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اگر کسی نے بعد میں یہ متروکہ (یعنی چھوٹے ہوئے) چکر پورے کر لئے تو دَم یا صدقہ جو بھی واجب ہوا تھا، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

[1] کیونکہ کوئی بھی طواف سات چکر سے کم نہیں ہوتا، یعنی طواف کا عبادت کے طور پر مشروع ہونا سات چکروں کے ساتھ ہی ثابت ہے، لہٰذا ان سات چکروں کی حیثیت سات رکعتوں کے قائم مقام ہوگئی، اور جس طرح کوئی بھی نماز اپنی مقررہ رکعات سے کم پڑھنے کی صورت میں ادا نہیں ہوتی، اسی طرح طواف بھی اپنی مقررہ تعداد سے کم چکر کرنے کی صورت میں ادا نہیں ہوتا، اور عبادات کی یہ مقادیر توقیفی ہیں، جن کو رائے اور اجتہاد سے نہیں پہچانا جا سکتا، اور ان میں دوسرے قیاسات کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے حنفی ہونے کے باوجود اپنی دیانت دارانہ رائے میں اسی کو راجح قرار دیا ہے، احتیاط بھی اسی قول میں ملحوظ ہے، لہٰذا حتی الامکان اس پر عمل کا اہتمام کرنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

اللہ کا طواف کرتا ہے۔ [1]

لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ طواف کے لئے زبان سے الفاظ کہنا ضروری نہیں، لہٰذا بعض لوگ جو طواف شروع کرتے وقت زبان سے طواف کی نیت کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور زبان سے لمبے چوڑے الفاظ ادا کرتے ہیں، اور اس میں کافی وقت لگ جاتا ہے اور ہجوم کے وقت پیچھے سے آنے اور طواف شروع کرنے والے حضرات کو دشواری اور تکلیف ہوتی ہے، یہ طریقہ درست نہیں۔

اولاً تو دوسروں کو بے جا تکلیف دینا منع ہے، دوسرے طواف کی نیت دل سے کر لینا کافی ہے اور زبان سے نیت کرنا بھی اگرچہ جائز ہے، لیکن ضروری نہیں، مگر لمبے چوڑے الفاظ ادا کرنے کی کوئی حقیقت نہیں، لہٰذا اس طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۹ ...... طوافِ زیارت کے صحیح ہونے کے لئے وقت کا داخل ہونا بھی ضروری ہے، اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک طوافِ زیارت کا وقت دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر پر شروع ہو جاتا ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک طوافِ زیارت کا وقت دس ذی الحجہ کی صبح ہونے سے پہلے آدھی رات ہونے پر شروع ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا جاچکا ہو۔

البتہ فقہائے کرام کے نزدیک طوافِ زیارت کا دس ذی الحجہ کے دن رَمی کرنے اور سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے بعد کرنا مسنون یا مندوب و مستحب ہے۔

اور اس کی ادائیگی کا وقت تا دَمِ حیات باقی رہتا ہے، اور اس کی ادائیگی کا وقت، انسان کے

---

[1] حنفیہ کے نزدیک جو طواف اپنے وقت اور موقع پر کیا جائے، تو وہ بغیر تعیین نیت کے بلکہ کسی اور طواف کی نیت سے کرنے کی صورت میں بھی اداء ہو جاتا ہے، اس اصول کی بناء پر اگر کسی نے مطلق نیت کے ساتھ یا کسی اور طواف (مثلاً وداع) کی نیت کے ساتھ ایامِ نحر میں طواف کیا، تو وہ طوافِ زیارت بن جائے گا، کیونکہ اپنے وقت پر اور احرام کے وقت حج کی نیت ہونے کی وجہ سے یہ وقت اس طواف کی تعیین کر دیتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص رمضان میں مطلق نیت کے ساتھ یا کسی اور نفل روزہ کی نیت کے ساتھ روزہ رکھے، تو اس سے رمضان کا فرض روزہ ہی اداء ہوتا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک طواف صحیح ہونے کے لئے اس کی نیت میں تعیین ہونا بھی ضروری ہے کہ وہ کون سا طواف کرتا ہے۔

فوت ہونے پر ہی فوت ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰...... طواف کو نماز کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اس لئے طواف کے لئے بہت سی ایسی چیزیں ضروری ہیں، جو نماز کے لئے ضروری ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طواف میں مندرجہ ذیل چیزیں واجب ہیں۔

ایک پاکی کی حالت میں طواف کرنا یعنی جنابت سے پاک ہونے اور باوضو ہونے کی حالت میں طواف کرنا۔ [2]

دوسرے طواف کے دوران ستر کا چھپانا۔

تیسرے ایک قول کے مطابق حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنا، مگر حنفیہ کی ظاہرُ الروایہ اس کے سنت ہونے کی ہے۔

چوتھے طواف کرنے والے کا بیتُ اللہ کی دائیں طرف سے طواف کرنا (یعنی بیتُ اللہ کو اپنی بائیں طرف رکھنا)

پانچویں حطیم کے باہر والے حصہ سے طواف کرنا، یعنی حطیم والے حصہ کو طواف میں شامل کرنا۔

چھٹے جو شخص پیدل چل کر طواف کرنے پر قادر ہو، تو اسے پیدل طواف کرنا۔

ساتویں ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان میں سے کسی ایک چیز کی خلاف ورزی پر دَم واجب ہوتا ہے، سوائے حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنے اور طواف کے بعد کی دو رکعتوں کے کہ ان دونوں کی خلاف ورزی پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب نہیں ہوتا۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مندرجہ بالا ابتدائی پانچ

---

[1] اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طوافِ زیارت کا وقتِ وجوب ایامِ نحر ہے، جبکہ دیگر کئی فقہائے کرام کے نزدیک یہ وقتِ وجوب نہیں، بلکہ وقتِ مسنون میں داخل ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

[2] البتہ بعض حنفیہ کے نزدیک جسم اور لباس کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

چیزیں طواف کے فرائض وارکان میں داخل ہیں، جن کی تلافی دَم سے نہیں ہوسکتی، بلکہ بہرحال ان کی صحیح ادائیگی ہی ضروری ہے۔

اوراس کے مابعدوالی دونوں چیزیں طواف کی سنتوں میں داخل ہیں۔

البتہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ اگر واجب کی خلاف ورزی کے بعداس طواف کا اعادہ کرلیا جائے، اوراعادہ کرتے وقت اس واجب کی خلاف ورزی سے بچا جائے، تواس واجب کی تلافی ہوجاتی ہے، اوردَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر۱۱...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طوافِ زیارت کو بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کرلینا واجب ہے، اوراس کے بعد تاخیر کرنے پر دَم واجب ہے، الَّا یہ کہ کوئی عورت حیض ونفاس کی وجہ سے اس وقت میں طوافِ زیارت نہ کرسکے، تواس پر بعد میں کرنے کے نتیجے میں دَم واجب نہیں ہوتا۔

اور شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک طوافِ زیارت کی بارہ ذی الحجہ تک ادائیگی واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، لہٰذا اُن کے نزدیک بارہ ذی الحجہ کے بعد اداء کرنے کی صورت میں بھی دَم واجب نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر کوئی شخص بارہ ذی الحجہ یا اس کے بعد تک بھی طوافِ زیارت اداء نہ کرسکے، تو اس کا حج درست نہیں ہوتا، اور اس کے لئے میاں بیوی کے خصوصی تعلقات حلال نہیں ہوتے، اگرچہ وہ اپنے وطن لوٹ چکا ہو، تا آنکہ وہ بیت اللہ واپس آ کر طوافِ زیارت نہ کرلے۔

مسئلہ نمبر۱۳...... طواف صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ طواف بیتُ اللہ کے باہر مسجدِ حرام کی حدود میں کیا جائے، خواہ بیتُ اللہ کے قریب رہ کر یا اُس سے دُور رہ کر۔

لہٰذا اگر مسجدِ حرام کی حدود غیر معمولی وسیع کردی جائیں تو اس کی حدود میں رہتے ہوئے طواف

---

[1] اگر کوئی آج کل کے کثرتِ ہجوم یا بیماری وکمزوری وغیرہ کے باعث ایامِ نحر میں (یعنی بارہ ذی الحجہ کے غروب تک) طوافِ زیارت نہ کرسکے، اور بعد میں طوافِ زیارت کرے، تو ہمارے نزدیک جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے دَم نہ دینے کی بھی گنجائش ہے، بالخصوص جبکہ دَم کی ادائیگی بھی متعذر ہو۔

کرنا جائز ہوگا، مالم یبلغ الحل۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... طواف مسجدِ حرام کی چھت پر کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... طواف صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ کعبہ کے بیرونی حصہ میں یعنی کعبہ کے اردگرد طواف کے مطلوبہ چکر پورے کیے جائیں۔

اور طواف میں یہ بھی ضروری ہے کہ بیتُ اللہ کے فرش کے ساتھ بیتُ اللہ یا کعبہ کی چہار دیواری کے ساتھ اُبھری ہوئی بنیادوں اور حطیم کے باہر سے طواف کیا جائے، یعنی حطیم کو بھی طواف میں شامل کیا جائے، کیونکہ حطیم بیتُ اللہ کا حصہ ہے۔ [1]

بعض لوگ طواف کرتے وقت حطیم کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی دیوار کے اوپر والے حصے پر ہاتھ رکھے ہوئے گزرتے ہیں، جو مناسب طریقہ نہیں، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر کسی پر طواف سے پہلے بیہوشی طاری ہوگئی، تو اس کے ساتھیوں کو اس بیہوش شخص کو اُٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر طواف کرانا جائز ہے، اور دوسرے کو اُٹھانے یا سواری پر لے کر چلنے والے لوگ اگر خود بھی ساتھ چلتے ہوئے اپنے طواف کی نیت کریں، تو ان کا طواف بھی درست ہو جاتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص بیہوش تو نہیں ہے، لیکن سویا ہوا ہے، اور مریض ہے، تو اگر اس نے کسی کو یا اپنے ساتھیوں کو پہلے سے اس کی اجازت دے رکھی ہے کہ اگر وہ مریض یا بیمار ہو جائے تو اس کو اُٹھا کر طواف کرا دیا جائے، تو اس کو اُٹھا کر یا سوار کرا کے طواف کرانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق فرض ہے۔

اور حنفیہ کی ظاہر الروایہ کے مطابق طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا سنت ہے، اور بعض مشائخِ

---

[1] البتہ حنفیہ کے نزدیک حطیم کے باہر سے طواف کرنا طواف کے واجبات میں سے ہے، جیسا کہ پیچھے گزرا، اور اسی وجہ سے اگر کسی نے حطیم کے اندر سے طواف کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس طواف کا اعادہ واجب ہوگا۔

حنفیہ نے واجب ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔[1]

پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک طواف شروع کرتے وقت پورے بدن کو حجرِ اسود کے سامنے اور اس کے بالمقابل کرنا ضروری ہے۔

لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طواف کے آغاز کا حکم پورا کرنے کے لئے پورے بدن کا حجرِ اسود کے سامنے اور بالمقابل ہونا ضروری نہیں، بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ حجرِ اسود کے کسی قدر سامنے کھڑا ہو جائے، جس سے حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنے کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... حنفیہ کے نزدیک حجرِ اسود سے کچھ پہلے رُکنِ یمانی کی طرف سے طواف کی ابتداء کرنا، یعنی طواف شروع کرنے کی دل میں نیت کرتے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ کر کے اس طرح کھڑا ہونا سنت ہے، کہ حجرِ اسود، کھڑے ہونے والے کے دائیں طرف کے کندھے کے سامنے ہو، تاکہ حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنے کے حکم پر پوری طرح عمل ہو جائے۔

اور بیتُ اللہ کی طرف رُخ کیے ہوئے ہونے کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز شروع کرنے کی طرح کانوں تک اُٹھانا اور زبان سے ذکر کرنا اور تکبیر و تہلیل مثلاً بسم اللہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہنا سنت و مستحب ہے۔

جس کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، اور تھوڑا سا دائیں طرف یعنی حجرِ اسود کے بالکل سامنے ہو کر

---

[1] وأشار بقوله مما يلى الباب أن الافتتاح من الحجر الأسود واجب؛ لأنه -عليه السلام -لم يتركه قط، وقيل شرط حتى لو افتتح من غيره لا يجزئه؛ لأن الأمر بالطواف فى الآية مجمل فى حق الابتداء فالتحق فعله -عليه السلام -بيانا له كذا فى فتح القدير هنا وفى باب الجنايات ذكر أن ظاهر الروايات أنه سنة، وذكر فى المحيط أنه سنة عند عامة المشايخ حتى لو افتتح من غير الحجر جاز ويكره، وذكر محمد فى الرقيات أنه لم يجز ذلك القدر وعليه الإعادة، وإليه أشار فى الأصل فقد جعل البداية منه فرضا اهـ .والأوجه الوجوب للمواظبة والافتراض بعيد عن الأصول للزوم الزيادة على القطعى بخبر الواحد، ولعل صاحب المحيط أراد بالسنة السنة المؤكدة التى بمعنى الواجب، وتكون الكراهة تحريمية(البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۵۲، ۳۵۳، كتاب الحج، باب الاحرام)

اور مالکیہ کے اس سلسلہ میں اقوال مختلف ہیں۔

حجرِ اسود کا استلام کرتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے، اور تکبیر میں اللہ اکبر کہنا بھی کافی ہے، لیکن بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا افضل ہے۔

اور اگر لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھ لے، تو وہ اور زیادہ بہتر ہے۔ [1]

اور طواف کی ابتداء میں حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا سنت و مستحب ہے، اور پہلی دفعہ کے بعد ہر چکر میں حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا مستحب ہے۔

بعض لوگ حجرِ اسود سے آگے نکل کر طواف کی نیت کرتے ہیں اور اس کے بعد طواف شروع کرتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اسی طرح بعض لوگ طواف کی نیت کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے آنے اور تکبیر کہنے سے پہلے ہی ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں، حالانکہ حجرِ اسود کے سامنے آنے اور تکبیر کہنے سے پہلے ہاتھ اٹھانا درست طریقہ نہیں ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ حجرِ اسود کے سامنے آنے کے بعد تکبیر کہنے کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... طواف شروع کرتے وقت اور ہر چکر میں حجرِ اسود کے سامنے آنے پر حجرِ اسود کا استلام کرنا، اور اس کو بوسہ دینا سنت و مستحب ہے، جس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

---

[1] بعض روایات میں طواف کو شروع کرنے اور حجرِ اسود کا استلام کرنے کے وقت مندرجہ ذیل دعاء کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے کہ:

اللھم إیمانا بک، وتصدیقا بکتابک، واتباعا سنة نبیک صلی اللہ علیہ وسلم.

مگر ان روایات کے مرفوع ہونے میں محدثین کو کلام ہے، البتہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس دعاء کے پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، اور ان کی اسناد پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے۔

اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مجموعی طور پر ان روایات سے مذکورہ دعاء کا مستحب ہونا ثابت ہوسکتا ہے، مگر اس دعاء کو سنت کا درجہ دینا مناسب نہیں، جیسا کہ بعض حضرات نے اس کو سنت سمجھ لیا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ”مناسکِ حج کے فضائل واحکام“)

اور استلام کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھ دے، اور اپنے منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر حجرِ اسود کو بوسہ دے۔

لیکن اگر ہجوم اور رَش کی وجہ سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے میں مشکل ہو یا حجرِ اسود کو خوشبو لگی ہوئی ہو (اور طواف کرنے والا احرام کی حالت میں ہو، جیسا کہ عمرہ کرنے والا ہوتا ہے) تو اس کو ترک کردے، اور دُور سے ہی اپنی دونوں ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی طرف کر کے تہلیل وتکبیر (یعنی لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر) کہتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں کو اپنے ہونٹوں سے چوم لے۔

کیونکہ احرام کی حالت میں خوشبو سے بچنا ضروری ہے، نیز کسی کو سنت عمل کی خاطر ایذاء پہنچانا ناجائز وگناہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۰...... طواف کے دوران رُکنِ یمانی کو دونوں ہاتھوں سے چھونا اور اس وقت بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنا بھی سنت ومستحب ہے، جس کے نہ کرنے پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور رُکنِ یمانی بیتُ اللہ کا وہ کونہ ہے، جو طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود والے کونے سے پہلے آتا ہے۔

اور رُکنِ یمانی کو دونوں ہاتھوں یا صرف دائیں ہاتھ سے چھونے پر اکتفاء کرلینا کافی ہے، اس کو بوسہ دینا یا چھو کر ہاتھوں کو چومنا یا اُس کی طرف دُور سے اشارہ کرنا یا اور کوئی عمل کرنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت نہیں۔

لہٰذا اگر رُکنِ یمانی کو دونوں ہاتھوں سے چھونا ممکن ہو، تو دونوں ہاتھوں سے چھونا، اور یہ مشکل ہو، تو صرف داہنے ہاتھ سے چھونا چاہئے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک رکنِ یمانی کو بوسہ دینا سنت ہے۔

اور حجرِ اسود اور رُکنِ یمانی کے علاوہ بیتُ اللہ کے کسی اور کونے کا استلام کرنا یا اس کو چھونا سنت

---

[1] طواف کے دوران حجرِ اسود کو خوشبو لگے ہونے کی وجہ سے بوسہ دینے کی ممانعت اس وقت ہے، جبکہ وہ طواف احرام کی حالت میں کررہا ہو، اور اگر بغیر احرام کے ہو، مثلاً نفلی طواف، یا رَمی وغیرہ کے عمل سے فارغ ہوکر اور تحللِ اول کے بعد کیا جانے والا طوافِ زیارت، تو پھر یہ ممانعت نہیں۔

نہیں۔ [1]

اور اگر رُکنِ یمانی پر خوشبو لگی ہوئی ہو، اور طواف کرنے والا احرام کی حالت میں ہو، تو رُکنِ یمانی کو چھونے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ملحوظ رہے کہ بیتُ اللہ کے چار کونے ہیں، ایک کونہ کا نام رکن یمانی ہے، جس کا ذکر ابھی گزرا، اور دوسرے کا نام رکنِ اسود ہے (جس کونے پر حجرِ اسود ہے) جس کا حکم پہلے گزرا، اور تیسرے و چوتھے کونوں کے نام رکنِ عراقی اور رکنِ شامی ہیں، جن سے طواف کے دوران کوئی شرعی حکم متعلق نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۱...... بعض لوگ طواف کے دوران حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے آنے سے پہلے اور حجرِ اسود سے گزر جانے کے بعد بیتُ اللہ کی طرف پیر ہوتے ہوئے اسی حال میں دائیں طرف کو آگے بڑھتے رہتے ہیں، جس سے طواف کا کچھ حصہ ضائع ہو جاتا ہے، لہٰذا استلام کرتے ہی فوراً پیروں کا رخ فوجیوں کی طرح اپنی دائیں طرف تبدیل کر کے پھر آگے بڑھنا چاہیئے۔

بعض لوگ حجرِ اسود کے سامنے دیر تک کھڑے ہو کر تین تین مرتبہ ہاتھ کے اشارے سے استلام کرتے ہیں، جس سے طواف کرنے والوں کو رکاوٹ پیدا اور دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، خاص کر جب کہ ہجوم بھی زیادہ ہو، اس طرزِ عمل سے بھی بچنا چاہیئے۔

بعض لوگ حجرِ اسود کا استلام کرنے کے بعد پیچھے کو ہٹتے ہیں جس سے بسا اوقات خود بھی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچاتے ہیں، لہٰذا استلام کے بعد پیچھے کو نہ ہٹنا چاہیئے، بلکہ اسی جگہ سے طواف کے لئے آگے بڑھنا چاہیئے۔

---

[1] اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رُکنِ یمانی کو بوسہ دینا مسنون ہے، جبکہ شافعیہ کے نزدیک رُکنِ یمانی کا استلام کرتے یعنی اس کو چھوتے وقت اس کو بوسہ دینا اور اگر اس کو چھونے سے عاجز ہو، تو اس کی طرف اشارہ کرنا، اور مالکیہ کے نزدیک استلام کے بعد اپنے ہاتھ کو چومے بغیر صرف اپنے منہ پر رکھ دینا مستحب ہے۔

حضرت مجاہد، سعید بن جبیر اور حضرت عطاء سے رکنِ یمانی کے استلام کے وقت اپنے ہاتھوں کو بوسہ دینا مروی ہے۔

اس لئے اگر کوئی طواف کے دوران اس پر عمل کرے، تو باعثِ ملامت اور قابلِ نکیر بات نہیں۔

اور بعض لوگ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لئے سخت دھکم دھکا کرتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، جس میں بعض اوقات خواتین بھی شامل ہوتی ہیں، اور اس سے اپنے آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی، جو کہ سخت گناہ کی بات ہے، اور خواتین کی طرف سے اس طرح کی حرکت اور زیادہ بُری ہے، جبکہ خواتین بے پردہ بھی ہوں، اور اُن کا جسم اجنبی لوگوں کے ساتھ ٹکرائے، اور اس طرح دھکم پیل میں طواف میں خرابی پیدا ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے، نیز مسجدِ حرام اور بیت اللہ کے احترام کے بھی خلاف ہے کہ وہاں اس طرح کی حرکات میں بیتُ اللہ کی بے حرمتی لازم آتی ہے، اس لئے زور آزمائی ہرگز نہ کی جائے اگر موقع ہو تو بوسہ دے لیں ورنہ ہجوم کے وقت دُور کھڑے ہوکر صرف اشارہ سے استلام کرلیں، کیونکہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا صرف سنت ہے، ایک سنت عمل کی خاطر اتنے سارے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہونا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر ۲۲...... طواف، بیتُ اللہ کی دائیں طرف سے اس طرح کرنا کہ بیتُ اللہ کو اپنی بائیں طرف کرلے، بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک فرض ہے، جس کی خلاف ورزی کرنے پر طواف باطل اور کالعدم شمار ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی بیتُ اللہ کو اپنے دائیں طرف کرکے طواف کرے، تو وہ طواف کالعدم و نا قابلِ اعتبار ہوتا ہے، اور اس طواف کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اس طرح طواف کرنا فرض تو نہیں، البتہ واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر طواف کا اعادہ یعنی طواف کو لوٹانا واجب ہے اور لوٹانے کے بعد دَم واجب نہیں رہتا، اور اگر کسی نے اس طرح طواف کرکے اس طواف کو لوٹایا نہیں، اور کوئی اپنے گھر واپس چلا گیا، تو پھر حنفیہ کے نزدیک اس پر دَم ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳...... طواف کرتے وقت حجرِ اسود اور رُکنِ یمانی کے استلام کے علاوہ، بیت اللہ کی طرف رخ یا پُشت کرنا منع ہے، کیونکہ طواف کا عمل بیتُ اللہ کو اپنے بائیں جانب رکھ کر چکر لگانے کا نام ہے، اور بیتُ اللہ کی طرف رُخ یا پُشت کرنا طواف کے اس مفہوم کے خلاف

ہے، بہت سے لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور طواف میں جہاں چاہتے ہیں بیتُ اللہ کی طرف رخ یا پُشت کر دیتے ہیں، اگر کوئی طواف کے دوران بیتُ اللہ کی طرف رُخ یا پُشت کرنے کی حالت میں طواف کا کچھ حصہ ادا کر لے، تو اس میں حنفیہ کے نزدیک واجب کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، لہٰذا طواف کے دوران اس طرح کی حرکات سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۴...... جسم اور لباس کے پاک ہونے، جنابت سے پاک ہونے اور باوضو ہونے کی حالت میں طواف کرنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک فرض ہے، جس کے بغیر طواف درست نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ چیزیں واجب ہیں، لہٰذا جس طواف میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا، تو جب تک اس طواف کا اعادہ کرنا اور لوٹانا ممکن ہو، تو اس وقت تک اس کا لوٹانا واجب ہے، ورنہ اس کا جرمانہ واجب ہوتا ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے دوران لباس اور جسم کا نجاستِ حقیقیہ (یعنی ظاہری ناپاکی) سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، جس کی خلاف ورزی پر جرمانہ واجب نہیں۔ [1]

---

[1] حنفیہ کے نزدیک طواف میں نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، جس کی خلاف ورزی مکروہ ہے، اور نجاست کو اٹھانے یا ساتھ رکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ نجس لباس پہننے والا، لہٰذا اگر طواف کے دوران کوئی ناپاک جوتے ہاتھ یا تھیلے میں لے کر یا اسی طرح کسی بچہ کو گود میں اٹھا کر، جس پر نجاست لگی ہوئی ہو (خواہ پیمپر کے اندر ہو) طواف کرے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک طواف ادا ہو جائے گا، اور کوئی جرمانہ واجب نہیں ہوگا۔

يعتبر حامل النجاسة كلابسها، وكذا حمل الطفل أو جلوسه فى حضن المصلى إذا كان معه نجاسة، يبطل الصلاة إذا كان الطفل لا يستمسك وحده(فقه العبادات على المذهب الحنفى للحاجة نجاح حلبى، ج ا ص ۷۷، كتاب الصلاة، الباب الثالث، الفصل الاول)

ثم إنما يعتبر المانع مضافا إليه فلو جلس الصبى المتنجس الثوب والبدن فى حجر المصلى وهو يستمسك أو الحمام المتنجس على رأسه جازت صلاته؛ لأنه هو الذى يستعمله فلم يكن حامل النجاسة بخلاف ما لو حمل من لا يستمسك حيث يصير مضافا إليه فلا تجوز هذا(البحر الرائق، ج ا ص ۲۴۰، كتاب الطهارة، باب الانجاس)

وفى البدائع إنه سنة فلو طاف وعلى ثوبه نجاسة أكثر من الدرهم لا يلزمه شىء بل يكره لإدخال النجاسة المسجد(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۴۶۹، كتاب الحج)

المنع من الطواف مع الثوب النجس ليس لأجل الطواف بل لأجل المسجد، وهو صيانته عن إدخال النجاسة فيه، وصيانته عن تلويثه فلا يوجب ذلك نقصانا فى الطواف فلا حاجة إلى الجبر(ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۲۹، كتاب الحج، فصل طواف الزيارة)

مسئلہ نمبر ۲۵...... جنابت اور عورت کو حیض یا نفاس کی حالت میں حج کے تمام اعمال کو کرنا جائز ہے، سوائے طواف کے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک جنابت کی حالت میں اور عورت کے حیض یا نفاس کی حالت میں کیا ہوا طواف صحیح نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک حیض یا نفاس یا جنابت کی حالت میں طواف کرنا صحیح تو ہو جاتا ہے، مگر مکروہ تحریمی ہوتا ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے لئے پاکی واجب ہے۔

اور اگر کوئی عورت حیض یا نفاس یا کوئی مرد و عورت جنابت کی حالت میں طوافِ زیارت کر لے، تو اس پر بُدنہ یعنی قربانی کے بڑے جانور (اونٹ، گائے وغیرہ) کی شکل میں دَم واجب ہوتا ہے، لیکن اگر بعد میں پاک ہو کر اس کو لوٹا لے، تو یہ دَم معاف ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... اگر کوئی مرد یا عورت بغیر وضو کے طوافِ زیارت کر لے، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں ایک دَم واجب ہوتا ہے، لیکن اگر وضو کی حالت میں اس طواف کا اعادہ کر لیا جائے، تو پھر وہ دَم ساقط ہو جاتا ہے۔ [1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے نزدیک اگر طوافِ زیارت کے مکمل یا اکثر (کم از کم چار) چکر جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں کر لئے جائیں، تو بُدنہ (یعنی قربانی کے بڑے جانور کی شکل میں دَم) واجب ہوتا ہے، اور اگر طوافِ زیارت کے اقل (یعنی تین یا اس سے کم) چکر جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں کئے جائیں، تو حنفیہ کے نزدیک عام دَم (یعنی قربانی کے چھوٹے جانور کی شکل میں) واجب ہوتا ہے، لیکن اگر بعد میں پاکی کی حالت میں اعادہ کر لیا جائے ، تو یہ دَم ساقط ہو جاتا ہے، لیکن اگر اعادہ ایامِ نحر کے بعد کیا، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی (یعنی کل یا اکثر چکر کی) صورت میں دَم واجب ہوتا ہے، اور دوسری (یعنی اقل چکر کی) صورت میں ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے، اور اگر اس نے ایامِ نحر میں طوافِ وِداع یا کوئی نفلی طواف کر لیا، تو بھی اس کا دَم یا وہ صدقہ ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک ایامِ نحر میں کیا ہوا یہ طواف بھی طوافِ زیارت شمار ہو جاتا ہے۔

اور اگر طوافِ زیارت مکمل یا اس کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر بے وضو کئے، تو دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر اقل (یعنی تین یا اس سے کم) چکر بے وضو کئے، تو ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۷...... اگر کسی عورت کو طواف کے دوران حیض شروع ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ طواف چھوڑ کر مسجد سے باہر نکل جائے، پھر حیض سے پاک ہونے کے بعد باقی ماندہ طواف کے چکروں کو پورا کرے، یا اس پورے طواف کا دوبارہ اعادہ کرلے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کا طواف کے دوران وضو ٹوٹ جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ اسی جگہ طواف کو چھوڑ کر چلا جائے، اور وضو کر کے باقی ماندہ طواف کو اسی چھوٹے ہوئے حصہ سے پورا کرے، جہاں سے چھوٹ گیا تھا (خواہ اس جگہ کے مقابلہ میں بیتُ اللہ سے قریب ہو کر یا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور اگر طوافِ وداع کے مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کرلئے جائیں، تو دَم واجب ہوتا ہے، اور اقل (یعنی تین یا اس سے کم) چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کئے جائیں، تو ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور اگر طوافِ وِداع کے مکمل یا اکثر یا اقل (یعنی جتنے بھی) چکر بے وضو کئے جائیں، تو ان میں ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور متعدد حنفیہ کے نزدیک طوافِ قدوم اور عام نفلی طواف کا بھی یہی طوافِ وداع والا حکم ہے۔

اور طوافِ عمرہ کے مکمل یا اکثر یا اقل چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں یا بے وضو کرلئے جائیں، تو بہر حال دَم واجب ہوتا ہے۔

لیکن اگر ناپاکی کی حالت میں کیا گیا وہ طواف یا اس کے چکر بعد میں پاکی کی حالت میں لوٹا لئے جائیں، تو بہر حال وہ دَم یا صدقہ جو بھی واجب ہوا تھا، ساقط یا معاف ہو جاتا ہے۔

پھر جب تک ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے والا (مرد یا عورت) میقات سے باہر نہ گیا ہو، تو طواف کا اعادہ کرنے کی غرض سے واپس آنے کے لئے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں، اور اگر میقات سے باہر چلا گیا ہو، تو پھر یہ طریقہ ہے کہ وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے، اور پہلے عمرہ کا طواف کرے اس کے بعد طوافِ زیارت کا اعادہ کرے۔

البتہ بعض صورتوں میں افضل وغیر افضل طریقہ کا اختلاف ہے۔

ملحوظ رہے کہ فقہ حنفی کے مطابق اگر بدن کے کسی ظاہری حصہ سے نکلنے والا خون یا زخم کا مواد اتنی مقدار میں ہو کہ وہ اپنی نکلنے والی جگہ سے نکل کر بہہ پڑے، جیسا کہ دانتوں اور ہونٹوں سے یا جسم کے عام اعضاء سے اتنی مقدار میں نکلنے والا خون کہ جس میں بہنے کی صلاحیت ہو، تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اور فقہ مالکی وشافعی کے مطابق پیشاب، پاخانہ کے راستہ کے علاوہ جسم کے کسی بھی حصہ سے نکلنے والے خون یا کسی اور چیز مثلاً زخم سے خارج ہونے والے مواد سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ کتنی مقدار میں کیوں نہ ہو، اور کتنی ہی مرتبہ کیوں نہ نکلے۔

اور فقہ حنبلی کے مطابق اگر وہ خون یا مواد بہت زیادہ مقدار میں ہو، تو وضو ٹوٹتا ہے، ورنہ وضو نہیں ٹوٹتا۔

دور ہوکر) یا اس پورے طواف کا دوبارہ اعادہ کرلے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۸...... آج کل بین الاقوامی قوانین کی وجہ سے حرم اور سعودی عرب میں آنے جانے اور ٹھہرنے میں غیر ملکیوں کو عموماً خود سے اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اس سلسلہ میں قانونی پابندیوں پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے، ان حالات میں اگر باہر سے سفر کرکے حج کی غرض سے آئی ہوئی کسی عورت نے طوافِ زیارت نہ کیا ہو، اور اس کی واپسی کا زمانہ قریب ہو، اور واپسی تک وہ حیض سے پاک نہ ہو، اور اسے ممکنہ تدابیر اختیار کرنے کے باوجود وہاں قیام کرنے کی قانونی طور پر اجازت حاصل نہ ہو، اور اسے جلد ہی حیض سے پاک ہوکر دوبارہ طوافِ زیارت کرنے کے لئے حرم میں آنا بھی مشکل ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو بامرِ مجبوری ناپاکی کی حالت میں طوافِ زیارت کرکے اپنے حج کے فریضہ سے سبکدوش ہونے کی گنجائش موجود ہے، لیکن طوافِ زیارت حیض کی حالت میں کرنے کی وجہ سے اس کو توبہ استغفار کرنا چاہئے، اور ایک قربانی کا بڑا جانور (اونٹ، گائے، بیل، بھینس وغیرہ) کا دَم بھی حرم میں ذبح کرکے ادا کرنا چاہئے (ملاحظہ ہو: ''حج وعمرہ کے جدید مسائل اور ان کا حل'' ص ۶۰۰)

مسئلہ نمبر ۲۹...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے دوران ستر کا چھپانا فرض ہے، اور ان کے نزدیک اس کے بغیر طواف درست نہیں ہوتا، اور طواف کے دوران ستر کُھل جائے، تو طواف فاسد ہوجاتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک طواف میں ستر کا چھپانا فرض تو نہیں، البتہ واجب ہے، اور حنفیہ کے نزدیک طواف میں ستر کھلنے کا حکم نماز میں ستر کھلنے کی طرح ہے کہ ستر والے اعضاء میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ کھلا ہوا ہونے کی حالت میں طواف کرنا جائز نہیں،

---

[1] جبکہ مالکیہ کی مشہور روایت کے مطابق اس کو دوبارہ طواف کرنا چاہئے، کیونکہ اُن کے نزدیک طواف کے چکروں میں موالات یعنی پے درپے کرنا شرط ہے۔
اور حنابلہ کے نزدیک اگر عمداً وضو توڑا ہو، تو از سرِ نو طواف کرے، اور اگر خود سے وضو ٹوٹ گیا، تو ایک روایت کے مطابق وضو کے بعد دوبارہ از سرِ نو طواف کرے، اور ایک روایت کے مطابق وہیں سے آگے باقی ماندہ طواف کو پورا کرے۔

البتہ اگر عضو کے چوتھائی حصہ سے کم کھلا ہو، تو دَم لازم نہیں آتا۔

اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ عضوِ ستر کھلا ہونے کی حالت میں طواف کیا، تو اس طواف کو ستر والے عضو کو چھپا ہوا ہونے کی حالت میں لوٹانا واجب ہے، اگر اعادہ نہیں کرے گا تو دم لازم آئے گا۔

اور اگر نفلی طواف میں ایسا کیا جائے، تو اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۰...... اس بارے میں تو فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں کہ ایک طواف کے چکروں کی تعداد سات ہے، یعنی بیتُ اللہ کا ایک طواف سات چکروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے ساتوں چکروں کا کرنا فرض ہے، جن میں سے ایک چکر بھی اگر پورا نہ ہو، تو طواف کا فرض رہ جانے کی وجہ سے طواف ادا نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے چکر دو قسموں پر مشتمل ہیں، جن میں سے ایک قسم فرض ہے، اور دوسری واجب ہے، چنانچہ سات چکروں میں سے چار چکر تو فرض ہیں، اور باقی تین چکر واجب ہیں، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔

مسئلہ نمبر ۳۱...... اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے، تو اگر یہ شک طواف سے فارغ ہونے کے بعد ہوا ہو، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ''قیاساً علی عدد رکعات الصلاۃ'' [2]

---

[1] (وستر العورة) فيه وبكشف ربع العضو فأكثر كما فی الصلاة يجب الدم(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص ۴۶۹، کتاب الحج)

من طاف طواف الركن وهو كاشف العورة بما يفسد الصلاة فعليه شاة .أما من طاف وعلى ثوبه أو بدنه نجاسة أكبر من قدر الدرهم فلا شيء عليه لكن يكره .وإذا أعاد المكلف الطواف الناقص، فی جميع الحالات المذكورة، على وجه مشروع سقط عنه الدم لأن جنايته صارت متداركة(فقه العبادات على المذهب الحنفی للحاجة نجاح حلبی، ج ۱ ص ۲۰۲، کتاب الحج، الباب السابع)

قال محمد :ومن طاف تطوعا على شيء من هذه الوجوه فأحب إلينا إن كان بمكة أن يعيد الطواف، وإن كان قد رجع إلى أهله فعليه صدقة سوى الذی طاف، وعلى ثوبه نجاسة؛ لأن التطوع يصير واجبا بالشروع فيه إلا أنه دون الواجب ابتداء بإيجاب الله تعالى فكان النقص فيه أقل فيجبر بالصدقة(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۳۰، کتاب الحج،فصل شرط وواجبات طواف الزيارة)

[2] وإن شك فی ذلک بعد فراغه من الطواف، لم يلتفت إليه، كما لو شک فی عدد الركعات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر طواف کے دوران شک ہوا، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یقینی یعنی کم والی مقدار کو لے لیا جائے گا، اور اس کی بنیاد پر باقی چکر پورے کیے جائیں گے، مثلاً اگر طواف کے چار یا تین چکر ہونے میں شک ہوا ہو، تو تین چکروں کا اعتبار کر کے باقی ماندہ چار چکر پورے کیے جائیں گے، خواہ طواف کسی بھی قسم کا ہو، ان حضرات کے نزدیک سب طوافوں کا ایک ہی حکم ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اگر فرض یا واجب طواف ہو، جیسا کہ طوافِ زیارت اور عمرہ کا طواف یا طوافِ وداع تو طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہونے کی صورت میں اس طواف کو لوٹا لینے کا حکم ہے، بغیر اس تفصیل کے کہ شک طواف کے دوران پیدا ہوا ہو، یا طواف سے فارغ ہونے کے بعد پیدا ہوا ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۲...... طواف کو اگر پیدل چل کر ادا کرنے پر قدرت ہو، تو پیدل چل کر ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا اگر پیدل چل کر طواف کرنے کی قدرت ہونے کے باوجود

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعد فراغ الصلاة (المغنى لابن قدامة، ج۳، ص ۳۴۴، فصل إذا شك فى الطهارة وهو فى الطواف)

إذا شك بعد الفراغ من الصلاة أو غيرها من العبادات فى ترك ركن منها، فإنه لا يلتفت إلى الشك، وإن كان الأصل عدم الإتيان به وعدم براء ة الذمة، لكن الظاهر من فعل المكلفين للعبادات :أن تقع على وجه الكمال، فيرجح هذا الظاهر على الأصل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲، ص۱۹۵، مادة "تعارض")

وأما إذا وقع الشك بعد الفراغ من الصلاة بأن شك بعد السلام فى ذوات المثنى أنه صلى واحدة أو شك فى ذوات الأربع بعد السلام أنه صلى ثلاثاً أو أربعاً، أو فى ذوات الثلاث شك بعد الصلاة أنه صلى ثلاثاً أو ثنتين، فهذا عندنا على أنه أتم الصلاة حملاً لأمره على الصلاح، وهو الخروج عن الصلاة فى أولته ولو شك بعد ما فرغ من التشهد فى القعدة الأخيرة على نحو ما بينا، فكذلك الجواب عمل على أنه أتم صلاته هكذا روى عن محمد رحمه الله (المحيط البرهانى، ج۱، ص۵۲۴، وص۵۲۵، كتاب الصلاة، الفصل الثامن عشر فى مسائل الشك)

منها فلو شك بعد الفراغ منها أنه صلى ثلاثا أو أربعا لا شيء عليه ويجعل كأنه صلى أربعا حملا لأمره على الصلاح كذا فى المحيط والمراد بالفراغ منها الفراغ من أركانها سواء كان قبل السلام أو بعده كذا فى الخلاصة (البحر الرائق، ج۲، ص۱۱۷، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

[1] اور حنفیہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو کثرت سے شک وشبہ پیش آتا ہو، تو اس کو تحری کر کے غلبۂ ظن پر عمل کرنے کا حکم ہے، اور اگر غلبۂ ظن حاصل نہ ہو تو کم متیقن تعداد پر بناء کر لینے کا حکم ہے۔

کوئی شخص کسی کی پُشت یا سواری مثلاً ویل چیئر پر سوار ہو کر طواف کرے، تو اس پر دَم واجب ہوگا، اِلَّا یہ کہ اس کا بعد میں پیدل چل کر اعادہ کر لے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کا پیدل کرنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں، لہٰذا اس کی خلاف ورزی پر اُن کے نزدیک دَم وغیرہ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۴۳...... طواف کے چکروں کا پے در پے اور لگاتار کرنا حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک سنت ہے، لہٰذا ضرورت کی وجہ سے درمیان میں وقفہ کرنا جائز ہے، اور بلاضرورت وقفہ کرنے میں بھی کوئی کفارہ وغیرہ واجب نہیں، اگرچہ مکروہ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک طواف کے چکروں کا جب کوئی معقول عذر نہ ہو تو پے در پے اور لگاتار کرنا فرض ہے۔

لہٰذا اگر طواف کے دوران وضو ٹوٹ جائے، تو وضو کر کے، اور اگر نماز کھڑی ہو جائے تو نماز پڑھ کر، اور اگر تھکن ہو جائے، تو تھکن دُور کر کے طواف کے باقی چکر پورے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴۴...... احرام پہنے ہوئے جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو، اُس طواف میں مرد کو اضطباع کرنا سنت ہوتا ہے، لہٰذا اگر طواف کے بعد سعی کرنی ہو، اور احرام کی چادریں پہنی ہوں، تو اس طواف میں مرد کو اضطباع کرنا چاہئے، مگر اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ اپنے احرام کی اوپر والی چادر کا دایاں حصہ داہنے کندھے کے نیچے سے نکال کر اور دائیں کندھے کو اوپر سے ننگا کر کے بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے، اور چادر کے بائیں طرف کے کنارے کو بھی اسی کندھے کے اوپر ڈال لے، تاکہ رَمَل کرنے میں آسانی رہے۔

لہٰذا طواف شروع کرنے سے پہلے مرد کو اضطباع کا مذکورہ عمل کر لینا چاہئے، بشرطیکہ اس

طواف کے بعد سعی کرنی ہو، اور اس سے پہلے حج کی سعی نہ کر چکا ہو۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ اضطباع کے سنت ہونے کا حکم صرف مرد حضرات کے لئے ہے، خواتین کے لئے نہیں ہے، کیونکہ خواتین کے لئے احرام کی مخصوص چادروں کا حکم ہی نہیں ہے۔

اور اس طرح مرد حضرات کو اضطباع اس طواف میں ہے، جو احرام کی چادریں پہن کر ہو، اور اس طواف کے بعد سعی کرنی ہو۔

مسئلہ نمبر ۳۵...... احرام پہنے ہوئے جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو، اُس میں پہلے تین چکروں کے اندر مرد کو رَمَل کرنا بھی سنت ہے، مگر اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور رَمَل کا مطلب یہ ہے کہ قدم قریب قریب رکھ کر اور کاندھوں کو جھٹکا دے کر چلنا۔

اور تین چکروں کے بعد باقی چار چکروں میں عام رفتار کے ساتھ چلنا سنت ہے۔

لہٰذا اگر پہلے تین یا ان میں سے بعض چکروں میں رَمَل کرنا یاد نہ رہے، تو بعد کے چار چکروں میں رمل کرنا سنت نہیں ہوگا۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ رَمَل کے سنت ہونے کا حکم صرف مرد حضرات کے لئے ہے، خواتین کے لئے نہیں ہے۔[1]

بعض لوگ طواف کے پورے چکروں میں رمل کرتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اسی طرح بعض لوگ رمل کرتے وقت بہت تیز دوڑتے یا کودتے پھاندتے ہیں، جو درست نہیں، رَمل کے مسنون طریقہ پر عمل کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۳۶...... طواف کرنے والا اگر مرد ہو، اور اُسے بیتُ اللہ کے قریب ہو کر طواف کرنا بسہولت ممکن ہو، تو اس کے لئے طواف کا بیتُ اللہ کے قریب ہو کر کرنا سنت و مستحب ہے، البتہ خواتین کو مرد حضرات سے الگ اور بیتُ اللہ سے دور ہو کر طواف کرنا سنت و مستحب ہے۔

اور اگر ہجوم اور رش کی وجہ سے مرد کو بیتُ اللہ کے قریب رہ کر رمل کرنا مشکل ہو، یا بیتُ اللہ کے

---

[1] اور حنابلہ کے نزدیک اہلِ مکہ کے حق میں اور جو مکہ سے احرام باندھے، اُس کے حق میں رَمَل سنت نہیں۔

قریب میں سخت ہجوم اور رش ہو، یا بیتُ اللہ کے قریب میں عورتوں سے ٹکراؤ پیدا ہوتا ہو، تو ان صورتوں میں مرد کو بھی طواف ہجوم اور رش سے دور ہو کر کرنا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷...... طواف کے دوران نظروں کی ہر اُس چیز سے حفاظت کرنا سنت و مستحب ہے، جس سے یکسوئی اور خشوع میں خلل آتا ہو، بطورِ خاص بدنظری سے نظروں کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸...... طواف کے دوران جو ذکر و دعاء کی جائے، اس کو آہستہ آواز میں کرنا سنت و مستحب ہے، تاکہ دوسروں کو خلل واقع نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے، جو آہستہ ذکر کو بھی سنتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹...... طواف کے دوران کوئی مخصوص دعاء پڑھنا ضروری نہیں ہے، البتہ بعض دعاؤں کا پڑھنا سنت یا مستحب ہے۔

مثلاً طواف شروع کرتے وقت

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ

پڑھنا اور رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

پڑھنا سنت و مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴۰...... طواف کے دوران آہستہ آواز میں قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی

---

[1] اس کے علاوہ بعض اہلِ علم حضرات نے طواف کے دوران اور بھی کئی دعاؤں کا ذکر کیا ہے، لیکن چونکہ عجمی عوام تو درکنار اہلِ علم اور عربی دان حضرات کو بھی ان دعاؤں کا یاد کرنا اور ان کو اپنے موقع پر پڑھنا مشکل ہوتا ہے، اور عوام اس سلسلہ میں عام طور پر تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس لئے ان دعاؤں پر ضرورت سے زیادہ زور دینے کے بجائے طواف کے متعلق اہم مسائل کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، جن سے کہ عوام الناس غفلت اختیار کرتے ہیں۔

اور طواف کے دوران مشہور اکثر دعاؤں کا مستند و معتبر سندوں سے ثبوت نہیں ملتا، جو سند کی تحقیق کے بغیر روایت در روایت چلی آ رہی ہیں، اس لئے ان کو سنت سمجھنے سے پرہیز کرنا چاہئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل و احکام'')

تلاوت کرنا بھی جائز، بلکہ بعض حضرات کے نزدیک افضل ہے، بشرطیکہ اس کو اپنے درجہ سے نہ بڑھایا جائے، اور اس میں کسی قسم کا غلو نہ کیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۱...... آج کل بہت سے لوگ طواف کرتے ہوئے مختلف قسم کی دعائیں پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور بآواز بلند پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس میں بہت سی خواتین بھی مبتلا ہیں اور بعض لوگ تو اجتماعی انداز میں دعائیں پڑھنے کا التزام کرتے ہیں، ایک کو اپنا مقتدا اور گویا کہ امام بنالیتے ہیں جو ان کو مختلف دعائیں کہلواتا ہے اور دوسرے پھر اس سے کلمات کو سُن کر ساتھ ساتھ دہراتے ہیں۔

حالانکہ شریعت نے طواف کی حالت میں کوئی خاص دعاء مقرر نہیں کی کہ جس کا پڑھنا لازم اور ضروری ہو اور اس کے بغیر طواف نہ ہوتا ہو یا ادھورا رہتا ہو، اسی وجہ سے اگر طواف کے دوران کچھ بھی نہ پڑھا جائے بلکہ خاموشی کے ساتھ خشوع وخضوع کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا کرلیا جائے تو طواف صحیح ہوجاتا ہے اور اس میں کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ہوتا، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ خاموش رہنے کے بجائے ذکر واذکار اور دعاء میں مشغول ہونا بہتر وافضل ہے، لیکن اس میں بھی کوئی خاص دعاء مقرر نہیں جس دعاء اور ذکر میں دل لگے اور جس دعاء کی اپنے لئے ضرورت محسوس کریں، عربی یا اپنی زبان میں خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ آہستہ آہستہ آواز میں کرلیں۔ مگر اس طرح اجتماعی یا بلند آواز میں پڑھنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو جائز نہیں، اور خواتین کا بآوازِ بلند پڑھنا اور بھی زیادہ بُرا ہے، جو لوگ اجتماعی طور پر جتھوں کی شکل میں دعائیں پڑھتے ہیں اس میں اور بھی خرابیاں ہیں، مثلاً بعض اوقات ہجوم ہوتا ہے اور دوسروں کو ساتھ رکھنے کی وجہ سے رُکنا پڑتا ہے یا بیتُ اللہ کی طرف سینہ یا پشت ہوجاتی ہے جو طواف کے دوران منع ہے، پس جب کہ کسی خاص دُعاء کا پڑھنا ضروری ولازم نہیں تھا، اس کی خاطر اتنی ساری خرابیوں میں مبتلاء ہونا کونسی عقلمندی اور فائدہ کی بات ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

مسئلہ نمبر ۴۲...... ہر قسم کے طواف سے فارغ ہونے کے بعد بعض فقہائے کرام کے نزدیک ملتزم پر آ کر دعاء کرنا مستحب ہے۔

البتہ بعض فقہائے کرام ملتزم پر آنے کے مستحب ہونے کو طوافِ وداع یا طوافِ قدوم کے ساتھ خاص کرتے ہیں، دوسرے طوافوں میں اس کو مستحب قرار نہیں دیتے۔

اور ملتزم بیت اللہ کی اُس دیوار کے حصہ کا نام ہے، جو حجرِ اسود اور کعبہ کے دروازہ کے درمیان واقع ہے۔

پھر بعض فقہائے کرام کے نزدیک تو طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت پڑھنے کے بعد ملتزم پر آ کر دعا کرنا مستحب ہے، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت پڑھنے سے پہلے ملتزم پر آنا مستحب ہے، اور چونکہ اس آخری صورت پر عمل کرنے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا بھی بلاشبہ جائز ہے۔

اگر ملتزم پر رَش اور ہجوم ہو، تو اس کی خاطر دوسروں کو ایذاء و تکلیف پہنچانا منع ہے، ایسی صورت میں یا تو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو کر دعاء کرلیں، اور یہ بھی مشکل ہو، تو اس کو ترک کردیں، کیونکہ یہ صرف مستحب درجہ کا عمل ہے، نیز اگر احرام کی حالت میں ہوں اور ملتزم پر خوشبو لگی ہوئی ہو، تو اپنے جسم کو اس سے الگ رکھیں۔

مسئلہ نمبر ۴۳...... طواف کے دوران بعض کام جائز اور مباح ہیں۔

مثلاً ضرورت کے وقت جائز کلام کرنا مباح ہے، البتہ بلاضرورت بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

اور طواف کرتے ہوئے کسی دوسرے ایسے شخص کو سلام کرنا بھی جائز ہے، جو ذکر و عبادت میں مشغول نہ ہو۔

اور طواف کے دوران کوئی مسئلہ معلوم کرنا، یا کسی دوسرے کو مسئلہ بتانا بھی جائز ہے۔

اور بوقتِ ضرورت طواف کے چکروں میں وقفہ ڈالنا بھی جائز ہے، مثلاً نماز کھڑی ہو جائے، یا تھکن ہو جائے، یا درمیان میں وضو ٹوٹ جائے، الا عندالمالکیة ، کمامر۔

اور ضرورت کے وقت طواف کے دوران پانی یا مشروب پینا بھی جائز ہے۔

اور اگر جوتے پاک ہوں، تو ان کو طواف کے دوران پہننا بھی جائز ہے، مگر احرام کی حالت میں مرد کو ٹخنوں تک کے حصہ کو جوتے اور موزے وغیرہ سے چھپانا منع ہے۔

اور طواف کے دوران بالکل خاموش رہنا اور کوئی ذکر وغیرہ نہ کرنا، یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴...... طواف کے دوران بعض کام ناجائز اور گناہ ہیں۔

مثلاً طواف کا کوئی فرض یا واجب چھوڑ دینا گناہ اور ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵...... طواف کے دوران بعض کام مکروہ ہیں۔

مثلاً طواف کے دوران بلند آواز سے ذکر کرنا، جس سے دوسروں کو تشویش لاحق ہو، یہ مکروہ ہے۔

اور طواف کے دوران بغیر ضرورت کے بات چیت کرنا، مکروہ ہے۔

اور طواف کی کسی سنت کو چھوڑ دینا، مکروہ ہے۔

اور عام نفلی طواف کرنے کے بعد دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دینا، مکروہ ہے، البتہ اگر مکروہ وقت کی وجہ سے یہ دو رکعتیں نہ پڑھی جائیں، تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں۔

اور پیشاب پاخانہ یا بھوک کے شدید تقاضہ کے وقت طواف کرنا، مکروہ ہے۔

اور طواف کے دوران کوئی چیز کھانا بھی مکروہ ہے۔

اور طواف کے دوران منہ پر ہاتھ رکھنا بھی مکروہ ہے، مگر یہ کہ جمائی وغیرہ روکنے کے لئے ہو۔

اور طواف کے دوران انگلیوں کا چٹخانا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶...... اگر طوافِ زیارت سے پہلے کوئی دس ذی الحجہ کی رمی کر چکا ہے، اور سر کے بال بھی کٹا یا منڈا چکا ہے، خواہ ابھی حج کی قربانی نہ کی ہو، تو طوافِ زیارت کرنے کے بعد احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خصوصی تعلقات بھی جائز ہو جاتے ہیں، اور اس کو فقہائے کرام کی زبان میں تحللِ اکبر یا تحللِ ثانی کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ عمرہ میں ایک ہی تحلل ہوتا ہے، برخلاف حج کے کہ اس میں دو تحلل ہوتے ہیں، ایک تحللِ اول یا تحللِ اصغر، اور دوسرا تحللِ ثانی یا تحللِ اکبر۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷۴...... اگر کسی عورت کو قربانی کے دنوں میں (یعنی دس ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے کے دوران) حیض یا نفاس سے پاک ہونے کی حالت میں اتنا موقع مل گیا کہ وہ ان دنوں میں طوافِ زیارت کرسکتی تھی، مگر اس نے طوافِ زیارت نہیں کیا، اور اس نے بارہ ذی الحجہ کے بعد طوافِ زیارت کیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک اس پر کسی صورت میں دَم واجب نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے نزدیک طوافِ زیارت کو بارہ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے پر دَم واجب نہیں ہوا کرتا، جیسا کہ پہلے گزرا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور تحللِ اکبر یا تحللِ ثانی کے مقابلہ میں تحللِ اصغر یا تحللِ اول، اس کو کہا جاتا ہے، جس میں فقہائے کرام کے نزدیک زوجین کے خصوصی تعلقات کے علاوہ احرام کی دوسری تمام پابندیاں (مثلاً خوشبو کا استعمال کرنا، چہرہ کو کپڑا لگانا، مرد کو سِلا ہوا لباس پہننا، وغیرہ وغیرہ، اور مالکیہ کے نزدیک عورت اور شکار اور ایک روایت کے مطابق خوشبو کے علاوہ احرام کی باقی پابندیاں) ختم ہوجاتی ہیں۔

اور یہ تحللِ اول حنفیہ کے مشہور مذہب کے مطابق حلق کرنے سے حاصل ہوتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک رَمی کو تحلل میں دخل نہیں، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلق سے پہلے دس ذی الحجہ کی رمی اور متمتع اور قارِن پر حج کی قربانی بھی بالترتیب واجب ہے، جبکہ دیگر کئی فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب تحللِ اصغر کے لئے حلق ضروری ہے، تو ترتیب واجب ہونے کی وجہ سے اس سے پہلے رَمی و دَمِ شکر (یعنی حج کی قربانی کا کرنا) بھی ضروری ہوا۔

اور تحللِ اول مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی راجح روایت اور حنفیہ کے غیر مشہور مذہب کے مطابق صرف دس ذی الحجہ کی جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے یا اس رَمی کی ادائیگی کا وقت ختم ہوجانے سے حاصل ہوجاتا ہے، اور شافعیہ کے نزیک تین اعمال میں سے دو کو ادا کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے، اور وہ تین اعمال یہ ہیں، ایک دس ذی الحجہ کی رمی، دوسرے حلق اور تیسرے طوافِ زیارت، جبکہ حنابلہ و شافعیہ کی مرجوح روایت کے مطابق رَمی اور حلق دونوں سے تحللِ اول حاصل ہوتا ہے۔

اور مفرِد، قارِن اور متمتع اس سلسلہ میں سب کے نزدیک برابر ہیں، اور متمتع و قارِن کے دَم کو حلال ہونے میں دخل نہیں۔

جہاں تک تحلل ثانی کا تعلق ہے، جس میں احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، یہاں تک کہ زوجین کے خصوصی تعلقات بھی جائز ہوجاتے ہیں، تو اس میں فقہائے کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر طوافِ زیارت کے ساتھ حج کی سعی بھی کی جاچکی ہے، خواہ اب طوافِ زیارت کرنے کے بعد یا اس سے پہلے (یعنی حج کا احرام باندھنے کے بعد نفلی طواف یا طوافِ قدوم کرکے) اور دس ذی الحجہ کی رَمی اور سر کے بال بھی منڈا چکا ہے، تو باتفاقِ فقہاء تحللِ اکبر حاصل ہونے میں شبہ نہیں۔

اور اگر مذکورہ بالا بعض اعمال کئے اور بعض نہیں کئے، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اگر حلق اور طوافِ زیارت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی عورت کو قربانی کے دنوں میں (یعنی دس ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے کے دوران) حیض یا نفاس جاری تھا، پھر بارہ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے اس کا حیض ونفاس بند ہوگیا، تو اگر اتنی دیر پہلے بند ہوا کہ وہ غسل کر کے مسجدِ حرام میں پہنچ کر پورا طوافِ زیارت یا طوافِ زیارت کے کم از کم چار چکر ادا کر سکتی تھی، مگر اس نے ایسا نہیں کیا، اور بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوگیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دَم واجب ہوگا، اور اس پر طوافِ زیارت کرنا بھی لازم ہوگا، اور اگر اس سے کم وقت ملا، یا ان تین دنوں میں پورے وقت حیض یا نفاس جاری رہا، تو دَم واجب نہیں ہوگا، اور وہ پاک ہونے کے بعد طوافِ زیارت کرے گی۔ [1]

اور اگر کسی عورت کو طوافِ زیارت کے بعد حیض یا نفاس آیا، تو پھر کوئی حرج نہیں، اور اگر روانگی تک اس کا حیض یا نفاس جاری رہا، تو اس سے طوافِ وداع بھی معاف ہوجاتا ہے، جیسا کہ طوافِ وداع کے بیان میں آتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۸...... عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں حج کے تمام کام کرنا جائز ہے، سوائے طواف کے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور حنفیہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین رات اور زیادہ سے زیادہ مدت دس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ دونوں عمل کر چکا ہے، تو تحللِ اکبر حاصل ہوجائے گا، اور حنفیہ کے علاوہ مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی راجح روایت کے مطابق دس ذی الحجہ کی رَمی اور طوافِ زیارت کے بعد اور شافعیہ کے نزدیک تحللِ اول حاصل کرنے کی غرض سے تین اعمال میں سے کئے گئے دو اعمال کے ساتھ تیسرے عمل کو کرنے سے تحللِ ثانی حاصل ہوجاتا ہے۔

پھر حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک حج میں تحلل صرف طوافِ زیارت کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ سعی بھی شرط ہے، کیونکہ ان کے نزدیک سعی مستقل رُکن ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک تحلل حاصل ہونے کے لئے طوافِ زیارت کے ساتھ سعی شرط نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک طوافِ زیارت تو حج کا رکن ہے، لیکن سعی حج کا رکن نہیں، بلکہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] اور اگر عورت قربانی کے ابتدائی دنوں میں پاک تھی، اور اس نے طوافِ زیارت نہیں کیا، پھر آخر وقت میں اس کو حیض یا نفاس جاری ہوگیا، اور اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کو آخر وقت میں حیض یا نفاس جاری ہوجائے گا، تو پھر تاخیر پر دَم واجب نہیں ہوگا۔

دن اور دس رات ہے، اور تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ آنے والا خون حیض کے بجائے استحاضہ یعنی بیماری والا خون ہے، جس میں غسل یا وضو کے بعد طواف کرنا گناہ نہیں۔
جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت ایک رات اور ایک دن، اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن اور پندرہ رات ہے۔
اور مالکیہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت کی کوئی تحدید نہیں، اور زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں تفصیل ہے۔
مسئلہ نمبر ۴۹...... حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک عورت کے (دو حیضوں کے درمیان) پاکی کا زمانہ کم از کم پندرہ دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔
اور حنابلہ کے نزدیک عورت کے (دو حیضوں کے درمیان) پاکی کا زمانہ کم از کم تیرہ دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔
مسئلہ نمبر ۵۰...... نفاس یعنی بچہ کی پیدائش کے بعد آنے والے خون کے کم از کم زمانہ کی کوئی مدت مقرر نہیں، بلکہ وہ بہت تھوڑے وقت کے لئے بھی آ کر بند ہو سکتا ہے، اور عورت پاک شمار ہو سکتی ہے۔
جہاں تک نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعلق ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، لہٰذا بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون چالیس دن سے متجاوز ہو جائے، یعنی اس مدت سے آگے بڑھ جائے، تو وہ نفاس کا خون شمار نہیں ہوتا۔ [1]
مسئلہ نمبر ۵۱...... اگر کسی عورت نے مانع حیض دوا استعمال کر لی، جس کے بعد اس کو حیض نہیں آیا، جبکہ وہ وقت اس کے حیض کے زمانہ کا تھا، تب بھی اس پر اس زمانہ میں پاکی کا حکم لگایا جائے گا، اور اس کو اس زمانہ میں طواف کرنا جائز ہوگا۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اور بعض حضرات کے نزدیک نفاس کا زیادہ سے زیادہ زمانہ ساٹھ دنوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

(فصل نمبر ۱)

عام نفلی طواف کے احکام

حج اور عمرہ کے علاوہ بھی بعض طواف کئے جاتے ہیں، جن میں سے ایک طواف تحیّۃُ المسجد الحرام والا طواف کہلاتا ہے، جس کا مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کے لئے مسجدِ حرام کے احترام میں کرنے کا حکم ہے، اور ایک طواف تطوُّع یا نفلی کہلاتا ہے، جس سے مراد عام نفلی طواف ہے۔

اور اگر کسی نے طواف کی نذر و منت مانی ہوئی ہو، تو اس طواف کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱...... نفلی طواف، کسی بھی وقت اور کسی بھی دن کیا جاسکتا ہے، جس کے لئے نہ تو احرام کی ضرورت ہوتی ہے، اور نہ احرام والی پابندیوں کو نبھانا ضروری ہوتا ہے، بلکہ جس وقت دل چاہے، باوضو ہو کر بیتُ اللہ کا طواف کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲...... نفلی طواف میں بھی ایک طواف کے سات چکر ہوتے ہیں، اور سات چکر سے کم کا طواف نہیں ہوتا۔

---

[۱] رابعا :طواف العمرة :وهو ركن فيها، وأول وقته بعد الإحرام بالعمرة، ولا آخر له وينظر التفصيل فى مصطلح :(عمرة)خامسا :طواف النذر :وهو واجب، ولا يختص بوقت إذا لم يعين الناذر فى نذره للطواف وقتا . والتفصيل فى مصطلح :(نذر)سادسا :طواف تحية المسجد الحرام:وهو مستحب لكل من دخل المسجد الحرام، إلا إذا كان عليه طواف آخر، فيقوم مقامه، كالمعتمر، فإنه يطوف طواف فرض العمرة، ويندرج فيه طواف تحية المسجد، كما ارتفع به طواف القدوم، وهو أقوى من طواف تحية المسجد، وذلک لأن تحية هذا المسجد الشريف هى الطواف إلا إذا كان مانع فحينئذ يصلى تحية المسجد. سابعا :طواف التطوع :ومنه طواف تحية المسجد الحرام، وزمنه -كما سبق -عند الدخول، أما طواف التطوع غير طواف التحية، فلا يختص بزمان دون زمان، ويجوز فى أوقات كراهة الصلاة عند جمهور الفقهاء .ولا ينبغى له أن يتطوع ويكون عليه غيره من سائر الفروض.ويصح من كل مسلم عاقل مميز -ولو من الصغار -إذا كان طاهرا.
ويلزم بالشروع فيه وكذا فى طواف القدوم والتحية، أى بمجرد النية عند الحنفية ، على الخلاف فى مسألة لزوم إتمام النافلة بالشروع فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۹،ص ۱۲۳ ،ماده طواف)

اگر نفلی طواف شروع کرنے کے بعد پورا یا اس کے اکثر چکر ترک کردیئے، تو دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر اکثر چکر ادا کر لئے، اور کم چکر چھوڑ دیئے، تو حنفیہ کے نزدیک ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے،، لیکن اگر بعد میں یہ چکر پورے کر لئے، تو دَم وصدقہ جو بھی واجب ہوا ہو، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... نفلی طواف مکمل یا اس کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر اگر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کر لئے جائیں، تو حنفیہ کے نزدیک دَم واجب ہوتا ہے، اور اقل (یعنی تین یا اس سے کم) چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کئے جائیں، تو ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ ہوتا ہے۔

اور نفلی طواف اگر مکمل یا اکثر یا اقل (یعنی جتنے بھی) چکر بے وضو کئے جائیں، تو ان میں ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر بعد میں اس طواف کا پاکی کی حالت میں اعادہ کر لیا جائے، تو وہ دَم وصدقہ جو بھی واجب ہوا ہو، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۴...... عام نفلی طواف کے بعد سعی کرنے اور بال کٹانے یا منڈانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر۵...... حج وعمرہ کرنے کے علاوہ کسی مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنے کی غرض سے عام اور نفلی طواف کرنا بھی عظیم فضائل حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

اس طرح کے عام نفلی طواف میں یہ بھی سہولت ہے کہ اس کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس عام اور نفلی طواف میں احرام اور اس کی پابندیاں لازم نہیں ہوتیں، اور اضطباع وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اور طواف کرنے کے بعد سر کے بال منڈانے یا کٹانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اور طواف کے دوران خوشبو وغیرہ سے بچنے کی پابندی بھی لازم نہیں ہوتی۔

البتہ ہر قسم کا طواف پاکی کی حالت میں کرنا ضروری ہے، نیز ہر ایک طواف کے نتیجہ میں دو رکعت نفل پڑھنے کا بھی حکم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر۶...... جو شخص مکہ وحرم میں موجود ہو، تو اس کو کثرت سے نفلی عمرے کرنا بھی جائز ہے۔

اور عمرہ کے بجائے کثرت سے بیتُ اللہ کا صرف نفلی طواف کرنا بھی جائز ہے۔
کسی ایک کی بھی ممانعت نہیں۔
لیکن کیا کثرت سے نفلی عمرے کرنا افضل ہے، یا اس کے مقابلہ میں کثرت سے نفلی طواف کرنا افضل ہے؟

تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہئے کہ یوں تو دونوں ہی اعمال، عبادت اور اہم فضیلت والے ہیں، لہٰذا جس وقت جس عمل کی بھی توفیق ہو جائے، اسے اختیار کرنا چاہئے، لیکن کیونکہ عمرہ کے لئے احرام اور اس کی پابندیاں ضروری ہیں، اور حرم میں موجود شخص کو عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے حرم کی حدود سے باہر جانا اور طواف کے بعد سعی کرنا، اور اس کے بعد پھر بال منڈانا یا کٹانا بھی ضروری ہے، جبکہ طواف کرنے کے لئے اتنی ساری پابندیاں نہیں ہوتیں، نیز فقط طواف کرنا تو عبادت ہے، لیکن طواف کئے بغیر فقط سعی کرنا عبادت نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ سعی کا عمل، طواف کے عمل کے تابع ہے، اور طواف کا درجہ سعی سے بڑھا ہوا ہے۔

اس لئے جتنی دیر ایک عمرہ کرنے میں خرچ ہوگی، اتنی دیر میں ایک سے زیادہ طواف کرنا ایک عمرہ کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور ایک طواف کے مقابلہ میں ایک عمرہ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... مسجدِ حرام میں بارش ہونے کے دوران بعض لوگ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہونے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، مگر شرعاً اس کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں، اسی طرح بعض لوگ بیتُ اللہ کی دیوار، حجرِ اسود، رکنِ یمانی وغیرہ سے ویسے ہی تسبیح اور رومال وغیرہ کو چھونے کا بہت اہتمام کرتے ہیں، اور اس کی خاص فضیلت اور برکت کا عقیدہ رکھتے ہیں، شرعی اعتبار سے اس کی فضیلت بھی ثابت نہیں، اگرچہ بعض چیزیں فی نفسہٖ جائز ہوتی ہیں، لیکن ان کے متعلق خاص عقیدہ اختیار کر لینے کی وجہ سے ممنوع ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸...... حجرِ اسود کے اردگرد چاندی کا حلقہ بنا ہوا ہے، جو بظاہر حجرِ اسود کی حفاظت

کے لئے بنایا گیا ہے، بعض اہلِ علم حضرات نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے اس حلقہ پر ہاتھ رکھنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

مگر اس سلسلہ میں ہمیں غور کرنے سے راجح یہ معلوم ہوا کہ چاندی کا حلقہ حجرِ اسود کی حفاظت کے لئے بنایا گیا ہے، اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا اصل عمل منہ سے انجام دیا جاتا ہے، اور حجرِ اسود کے جس حصہ کو بوسہ دیا جاتا ہے، اس حصہ پر چاندی لگی ہوئی نہیں ہے، لہٰذا حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت اگر سہارا وغیرہ لینے کی غرض سے چاندی کے حلقہ پر ہاتھ لگ جائے، تو اس میں کوئی ممانعت نہ ہوگی، کیونکہ یہاں چاندی کو بذاتِ خود استعمال کرنا مقصود نہیں۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] يجوز التختم إن كانت الحلقة من الفضة والفص من الحجر سواء كان من عقيق أو زبرجد أو فيروزج أو غيرها لكونه تابعا ولأن القوام بها(مجمع الانهر، ج۲ص ۵۳۶، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس)

أما الضباب على القصعة إذا كانت لتقوم القصعة بها لا للزينة لا بأس بوضع الفم على الضباب، وإن كانت الضباب لأجل الزينة لا لتقوم القصعة بها كره وضع الفم على الضباب(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۳۳۵، كتاب الكراهية، الباب العاشر)

فأبو حنيفة يرى أن الإناء المضبب بالذهب لا بأس بالأكل والشرب فيه، وبالأولى يجوز ذلك فى المضبب بالفضة لأنها أخف حرمة من الذهب.

واشترط المرغينانى لذلك شرطا، وهو أن يتقى موضع الفم، وألحق بذلك الركوب على السرج المفضض، واشترط عدم المباشرة للضبة من الفضة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲ص ۱۶۵، مادة " فضة")

ويحرم الإناء المضبب بضبة فضة كبيرة عرفا لزينة، فإن كانت كبيرة للحاجة، جاز مع الكراهة، وإن كانت صغيرة عرفا لزينة كرهت، أما لحاجة فلا تكره بدليل ما رواه البخارى عن عاصم الأحول قال :رأيت قدح النبى عند أنس بن مالك، وكان قد انصدع، فسلسله بفضة (الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج۴ص ۲۶۳۴،الباب التاسع، القسم الثانى)

فالحاصل :أن المراد الاتقاء بالعضو الذى يقصد الاستعمال به، ففى الشرب لما كان المقصود الاستعمال بالفم اعتبر الاتقاء به دون اليد ولذا لو حمل الركاب بيده من موضع الفضة لا يحرم(ردالمحتار، ج۶ص ۳۴۳، كتاب الحظر والاباحة)

(فصل نمبر۲)

طواف کے بعد دو رکعتوں اور زمزم کے احکام

ہر طواف کے بعد (خواہ حج یا عمرہ کا طواف ہو یا نفلی) دو رکعتوں کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت کا پڑھنا واجب ہے یا سنت؟

حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنت ہے۔ [1]

تاہم حنفیہ کے نزدیک اگر ان دو رکعتوں کو بالکل نہیں پڑھا، تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر۲...... طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھنا افضل ہے، اگر یہاں موقع نہ ملے، تو مسجدِ حرام میں کسی بھی جگہ پڑھ لیا جائے، اور اگر مسجدِ حرام کے علاوہ کسی اور جگہ بلکہ اپنے وطن میں آ کر پڑھا، تب بھی حکم پورا ہو جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کوئی عذر نہ ہو، تو طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کو طواف کے فوراً بعد پڑھنا مناسب ہے، اور بلا عذر غیر معمولی تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر تاخیر ہو جائے، تب بھی

---

[1] پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر طواف کے بعد فرض یا سنت نماز پڑھ لی جائے، تو اس سے بھی طواف کی یہ دو رکعتیں ادا ہو جاتی ہیں۔

اور مالکیہ کے نزدیک طوافِ زیارت کے بعد یا مشہور قول کے مطابق طوافِ واجب کے بعد دو رکعت واجب ہیں۔

[2] اور حنفیہ کے نزدیک ان دو رکعتوں کو مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر یعنی مقامِ ابراہیم کو اپنے سامنے اس طرح کر کے کہ بیت اللہ کی طرف بھی رُخ ہو، پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ کسی کو ایذاء نہ پہنچے، پھر اس کے بعد اگر کسی کو موقع میسر ہو، تو بیت اللہ کے اندر پڑھنے کا درجہ ہے، پھر میزابِ رحمت کے نیچے حطیم کے اندر پڑھنے کا درجہ ہے، پھر حطیم کے جتنا قریب ہو کر پڑھے اس کا درجہ ہے، پھر مسجدِ حرام میں جس جگہ بھی پڑھ لے اس کا درجہ ہے، پھر حرم کی حدود کا درجہ ہے، پھر اس کے بعد (کسی اور جگہ پڑھنے میں) فضیلت کا درجہ ختم ہو جاتا ہے، اور کراہت و اساءت لازم آ جاتی ہے، تاہم ادائیگی پھر بھی معتبر ہو جاتی ہے۔

پڑھنے سے اداء ہو جاتی ہیں۔

اگر کسی خاتون کو طواف کرنے کے بعد حیض آنا شروع ہو جائے، تو وہ طواف کے بعد کی یہ دو رکعتیں نہ پڑھے، بلکہ پاکی حاصل کرنے کے بعد پڑھے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا حنفیہ کے نزدیک ان اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے، جن اوقات میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، یعنی سورج کے طلوع ہونے، غروب ہونے، اور زوال کے وقت، اور اسی طرح عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لے کر مغرب تک، اور طلوعِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہو کر کچھ اونچا ہونے تک کے اوقات میں، اس لئے حنفیہ کے نزدیک مکروہ وقت گزرنے کا انتظار کرنا چاہئے، اور مکروہ وقت گزرنے کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہئے۔ [2]

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حرم شریف میں طواف کرنے کے بعد یہ دو رکعتیں مکروہ اوقات میں بھی پڑھنا جائز ہے، بلکہ شافعیہ کے نزدیک مکہ میں ان اوقات میں کسی بھی قسم کے نوافل کا پڑھنا مکروہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵...... طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا طریقہ دوسری عام نفل نمازوں کی طرح ہے، جن میں سورہ فاتحہ کے بعد جونسی سورتوں کی قرائت کرنا چاہیں، جائز ہے، البتہ اگر پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی جائے، تو زیادہ بہتر ہے۔

---

[1] اگر طواف کے بعد نوافل کا مکروہ وقت ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس مکروہ وقت کے ختم ہونے کی تاخیر میں کوئی کراہت نہیں، اور کیونکہ طواف ان اوقات میں بھی مکروہ نہیں، اس لئے اگر کسی نے فجر کے وقت یا عصر کی نماز کے بعد طواف کیا، تو مکروہ وقت کی وجہ سے نوافل چھوڑ کر دوبارہ طواف کرنے اور پھر مکروہ وقت گزرنے کے بعد ان دونوں طوافوں کی نوافل پڑھنے میں حرج نہیں، اور بلا عذر یہ دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنے کی صورت میں بھی بوجہ تاخیر کراہت لازم آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] اور اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے عصر کی نماز کے بعد طواف کیا، تو اسے چاہئے کہ غروب کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھے، پہلے مغرب کی نماز اداء کرے، پھر طواف کی دو رکعتیں اداء کرے، پھر مغرب کی دو سنتیں اداء کرے، اور اگر کسی نے مغرب کی سنتیں پہلے پڑھ لیں، اور اس کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھیں، تب بھی ادا ہو جاتی ہیں، بلکہ اگر غروب کے بعد نماز کھڑی ہونے میں کچھ وقت ہو، تو مغرب کی نماز سے پہلے پڑھنے سے بھی اداء ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ نمبر۶ ...... اگر کسی نے طواف کے بعد دو رکعتوں کے بجائے ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھ لیں، تب بھی جائز ہے، اور اس سے بھی طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۷ ...... طواف کی ان دو رکعتوں کو حرم شریف میں پڑھتے ہوئے نمازی کو اپنے سامنے سُترہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں، اگرچہ کوئی سامنے سے گزر ہی کیوں نہ رہا ہو، کیونکہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۸ ...... طواف کی ان دو رکعتوں کے بعد اپنے اور مومنین کے لئے دعاء کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر۹ ...... طواف کی ان دو رکعتوں کے بعد مقامِ ابراہیم کو چھونا یا اس کو بوسہ وغیرہ دینا شرعاً ثابت نہیں، اس لئے اس قسم کی حرکات سے پرہیز کرنا چاہئے، البتہ اس قسم کی حرکت کئے بغیر مقامِ ابراہیم کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض لوگ مقام ابراہیم کو بوسہ دیتے ہیں یا اس کا استلام کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا لغو اور مکروہ حرکت ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰ ...... مقامِ ابراہیم پر کوئی مخصوص دعاء پڑھنے کے سنت ہونے کا مستند ثبوت نہیں ملتا، اس لئے مقامِ ابراہیم پر کسی دعاء کے پڑھنے کو سنت نہیں سمجھنا چاہئے۔ [۱]

---

[۱] البتہ ایک روایت میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اُترے، تو آپ نے بیتُ اللہ کا طواف کیا، اور دو رکعتیں پڑھیں، پھر انہوں نے مندرجہ ذیل دعاء پڑھی کہ:

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَأَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ، وَتَعْلَمُ مَا عِنْدِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، اَللّٰھُمَّ أَسْأَلُکَ إِیْمَانًا یُبَاشِرُ قَلْبِیْ، وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی أَعْلَمَ أَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ إِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ.

جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اے آدم! آپ نے میرے سے جو دعاء کی ہے، وہ میں نے قبول کرلی ہے، اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے جو بھی مجھ سے یہ دعاء کرے گا تو میں اس کی دعاء قبول کروں گا، اور اس کے گناہ معاف کروں گا، اور اس کے فکر اور غم کو دُور کروں گا، وغیرہ۔

مگر اس حدیث کی مرفوع سند کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے اس کے ثبوت اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اس دعاء کی نسبت کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

مسئلہ نمبر ۱۱...... زمزم کا پینا ہر ایک کے لئے مستحب ہے، خواہ وہ حج کرنے والا ہو، یا عمرہ کرنے والا ہو، یا کوئی اور شخص ہو۔

البتہ بعض فقہائے کرام نے حج وعمرہ کرنے والے کو بطورِ خاص زمزم کا پینا مستحب قرار دیا ہے، اسی طرح بعض فقہائے کرام نے طواف سے فارغ ہوکر دو رکعت پڑھنے کے بعد صفا اور مروہ کی طرف سعی کے لئے جانے سے پہلے زمزم کے پینے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور زمزم کا پینا دوسرے اوقات میں بھی مستحب ہے، بلکہ زمزم کا ہر مسلمان کو پینا باعثِ فضیلت ہے۔

لیکن یہ یاد رکھئے کہ یہ صرف مستحب درجہ کا عمل ہے، اگر ہجوم وغیرہ کی وجہ سے اس پر عمل مشکل ہو، تو اس میں تکلف سے کام نہیں لینا چاہئے، کیونکہ اس کے ترک کردینے میں بھی گناہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... زمزم پینے کا شریعت کی طرف سے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی مکروہ وقت ہے، بلکہ جب چاہیں رات دن میں کسی بھی وقت پی سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... زمزم پیتے وقت بہت سے اہلِ علم حضرات نے مندرجہ ذیل دعاء کے پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ عِلْماً نَّافِعاً، وَرِزْقاً وَّاسِعاً، وَعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً، وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ.

مگر ہمیں مذکورہ دعاء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زمزم پینے کے وقت پڑھنا کسی مستند حدیث میں دستیاب نہ ہوسکا۔

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس دعاء کا پڑھنا مروی ہے، مگر بعض محدثین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس لئے زمزم پیتے وقت اس دعاء کے پڑھنے کو سنت سمجھنے سے تو پرہیز کرنے میں احتیاط معلوم ہوتی ہے۔

البتہ کوئی سنت سمجھے بغیر پڑھے تو حرج نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ”مناسکِ حج

کے فضائل واحکام“)

مسئلہ نمبر۱۴...... بعض حضرات نے زمزم پیتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور اگر کوئی کعبہ کے قریب زمزم پی رہا ہو، تو اسے زمزم پیتے وقت سانس لیتے ہوئے ہر مرتبہ بیتُ اللہ کی طرف دیکھنے کو بھی مستحب قرار دیا ہے، اور زمزم پینے والے کے لئے اس کو بھی مستحب اور باعثِ فضیلت قرار دیا ہے کہ وہ سیر ہو کر یعنی پیٹ بھر کر زمزم پیئے، اور اس بات کو بھی مستحب قرار دیا ہے کہ کچھ زمزم اپنے سر، اپنے چہرے اور اپنے سینہ پر بھی ڈالا جائے ، اور زمزم پیتے وقت دنیا وآخرت کے مقاصد کی دعاء کرنے کو بھی مستحب قرار دیا ہے، اور اسے دنیا وآخرت کے مقاصد کی غرض سے پینے کو مؤثر قرار دیا ہے، جس میں اپنے علاوہ دوسرے کے مقاصد کی غرض کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵...... بعض حضرات نے دوسرے پانی اور مشروبات کے مقابلہ میں بطورِ خاص آبِ زم زم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کے کھڑے ہو کر پینے کو افضل ومستحب قرار دیا ہے، اور عوام میں بھی یہی مشہور ہے۔

جبکہ بعض محدثین اور فقہاء نے زمزم کے پانی کو دوسرے پانی کی طرح بیٹھ کر پینے کو مسنون قرار دیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کھڑے ہو کر زمزم پینا مروی ہے، اس سے کھڑے ہو کر پینے کے جائز ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اور فرمایا کہ زمزم کو کھڑے ہو کر پینا جائز درجہ کا عمل ہے، کھڑے ہو کر پینے میں زیادہ ثواب نہیں ہے۔

پس اگر کوئی آبِ زم زم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پیئے تو بھی کوئی حرج نہیں، اور بیٹھ کر دوسرے عام پانیوں کی طرح پیئے تو بھی حرج نہیں، اور بیٹھ کر پینے کو معیوب یا غلط سمجھنا خود غلط ہے۔ [1]

---

[1] اور آج کل بعض لوگ جو زمزم کے کھڑے ہو کر پینے ہی کو سنت سمجھتے ہیں، اس کی علماء نے تردید کی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”کھانے پینے کے آداب“ محمد رضوان۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... زمزم کو اہانت و بے ادبی والے کاموں میں استعمال کرنا ممنوع یا مکروہ ہے، جیسا کہ پیشاب، پاخانہ وغیرہ کی نجاست کو دھونے کے لئے استعمال کرنا، اور زمزم سے میت کو ابتداءً غسل دینا بھی منع ہے، البتہ جب ایک مرتبہ میت کو غسل دے دیا جائے، تو اس کے بعد بطور برکت کے میت کے جسم پر زمزم ڈالنے یا چھڑکنے میں حرج نہیں۔

اور جو شخص پہلے سے پاک ہو، یعنی اس پر غسل یا وضو واجب نہ ہو، تو اسے زمزم سے وضو اور غسل کرنا جائز بلکہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے۔

اور اگر کسی کا وضو نہ ہو، تو اسے وضو کرنے کے لئے زمزم کا استعمال بعض حضرات کے نزدیک جائز، اور بعض کے نزدیک مکروہ یا خلافِ اولیٰ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... زمزم کیونکہ مال ہے، اس لئے اس کی فی نفسہٖ خرید وفروخت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... زمزم کے ساتھ دوسرا پاک پانی شامل کر کے پینا اور پلانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... آبِ زم زم کا اپنے ساتھ لے جانا احادیث سے ثابت ہے، جس میں کوئی ممانعت نہیں۔

اور اسی وجہ سے زمزم کو اپنے ساتھ لے جانا، دوسروں کو پیش کرنا اور اس کو اپنے یہاں محفوظ رکھنا، تاکہ دوسرے اوقات میں استعمال کیا جائے، نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک زمزم کا استعمال حدث کے ازالہ کے لئے جائز ہے، لیکن خبث کے ازالہ کے لئے جائز نہیں۔

(باب نمبر ۱۱)

سعی کے احکام

طوافِ زیارت سے پہلے (یعنی حج کا احرام باندھ کر کوئی بھی طواف کرنے کے بعد) اگر سعی نہ کی ہو، تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کی جاتی ہے، اور سعی سے مراد صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر کاٹنا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... سعی کے لغت میں معنیٰ ''چلنے، عمل کرنے'' وغیرہ کے آتے ہیں، اور عربی میں اس لفظ کا استعمال ''تیز چلنے'' اور ''دوڑنے'' کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے۔

اور شریعت کی خاص زبان میں ''سعی'' کے معنیٰ ''صفا اور مروہ'' کے درمیان چلنے اور چکر لگانے کے آتے ہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲...... حنفیہ کے نزدیک سعی کرنا حج وعمرہ کے رُکن میں تو داخل نہیں، البتہ حج وعمرہ کے واجبات میں داخل ہے، جس کے ترک کرنے پر دَم سے تلافی ہو جاتی ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام (شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک سعی کرنا حج وعمرہ کے رکن میں داخل ہے، جس کی ادائیگی کے بغیر حج وعمرہ صحیح نہیں ہوتا، اور اس کے ترک کرنے کی تلافی کسی دَم وغیرہ سے نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۳...... حج کی سعی کا اصل وقت دس ذی الحجہ کو طوافِ زیارت کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

البتہ حجاجِ کرام کی سہولت کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد طواف کر کے بھی سعی کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا اور آگے بھی آتا ہے۔ [۲]

---

[۱] اور بعض اوقات عربی میں طواف کا لفظ بول کر بھی سعی مراد لیا جاتا ہے۔

[۲] پھر اگر کوئی حاجی ایسا ہو کہ اس نے طوافِ قدوم کرنا ہو، تو طوافِ قدوم کے بعد، ورنہ حج کا احرام باندھ کر نفلی طواف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور سعی کا ایامِ نحر میں کرنا ضروری نہیں، بلکہ اس کے بعد بھی کرنا جائز ہے، لہٰذا اگر کسی نے طوافِ زیارت تو ایامِ نحر میں کرلیا، لیکن سعی بارہ ذی الحجہ کا دن گزرنے کے بعد کسی وقت کی، تو اس پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... سعی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ صفا سے سعی کا آغاز کیا جائے، اگر کسی نے صفا کے بجائے مروہ سے سعی کا آغاز کیا، تو اگرچہ اس کی وجہ سے کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوگا، مگر یہ چکر لغو اور ضائع شمار ہوگا، اور اس کے بعد صفا سے مروہ کی طرف کا چکر سعی کا پہلا چکر کہلائے گا۔

اور اگر اس نے اس چکر کو نہیں لوٹایا، تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سعی کے چھ چکر ادا کئے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کے بعد حج کی سعی کرلینا جائز ہے، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ سعی بغیر طواف کے مشروع نہیں، اور حج کی سعی ادا ہونے کے لئے حج کا احرام بھی ضروری ہے۔

اور حج کا زمانہ شوال کا چاند نظر آنے پر شروع ہوجاتا ہے، پس اگر کوئی شخص شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد حج کا احرام باندھ کر طوافِ قدوم یا کوئی نفلی طواف کرلے، اور اس کے بعد حج کی سعی کرلے، تو یہ سعی معتبر ہوجائے گی، اسی طرح حجِ قران کرنے والا عمرہ کا طواف اور سعی کرکے کوئی نفلی طواف کرے، اور اس کے بعد حج کی سعی کرے یا حجِ تمتع کرنے والا عمرہ سے فارغ ہوکر حج کا احرام باندھ لے، اور پھر کوئی نفلی طواف کرکے حج کی سعی کرلے، تو یہ سعی بھی معتبر ہوجائے گی۔

(السادس: الوقت) وهو أشهر الحج لكن يشترط تقدم الاحرام(يسعى الحج) أى بخلاف سعى العمرة فانه لا يشترط أن يقع فى الوقت الا اذا قارنا أو متمتعا.

(فلو أحرم بالحج وسعى له) أى كاملا أو ناقصا ولو بعد طواف(قبل أشهر الحج لم يصح سعيه) لأن السعى من الواجبات والوقت شرط لجميع أفعال الحج الا أن الاحرام شرط يصح وقوعه قبل الوقت لكن يكره للخروج عن الخلاف أو لأن له شبها بالركن............والحاصل أنه يشترط لسعى الحج دخول وقته ابتداء لاحصوله بقاء ،فلايجوز تقديمه عليه ويصح تأخيره عنه(مناسك ملا على قارى، ص۱۷۸، فصل فى شرائط صحة السعى)

[1] لا شيء عليه بتأخير السعي مهما طال الأمد، ويرجع بإحرامه المتبقي دون حاجة لإحرام جديد. وقال الحنفية :إذا تأخر السعي عن وقته الأصلي -وهو أيام النحر بعد طواف الزيارة -فإن كان لم يرجع إلى أهله فإنه يسعى ولا شيء عليه، لأنه أتى بما وجب عليه، ولا يلزمه بالتأخير شيء ؛ لأنه فعله في وقته الأصلي وهو ما بعد طواف الزيارة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ص۱۷، مادة "سعى")

بخلاف ما إذا أخر السعي عن طواف الزيارة حتى مضت أيام النحر لا شيء عليه؛ لأنه أتى به بعده (فتح القدير، ج۳ص۱۶۱، كتاب الحج، باب الجنايات)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فقہائے کرام کے نزدیک جو حکم سعی کا ایک چکر چھوڑنے والے کا ہے، وہی حکم اس کا ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... سعی کے ساتوں چکر بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک سعی کے ارکان میں داخل ہیں، لہٰذا جب تک سعی کے ساتوں چکر مکمل نہ کئے جائیں، تو حج ادا نہیں ہوتا، اور جس طرح سے ان کے نزدیک پوری سعی کی تلافی دَم وغیرہ سے نہیں ہوسکتی، اسی طرح سعی کے کسی حصے کی تلافی بھی دَم وغیرہ سے نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کو بہر حال ادا کرنا ہی ضروری ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک سعی کے چار چکر تو سعی کے ارکان میں داخل ہیں، اور باقی تین چکر واجب ہیں، لیکن کیونکہ حنفیہ کے نزدیک خود سعی کرنا رُکن وفرض نہیں، بلکہ واجب ہے، اس لئے اگر کسی نے سعی کے چار سے کم چکر ادا کئے، تو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا کہ اس نے سعی نہیں کی، اس لئے اس پر دَم واجب ہوگا، مگر یہ کہ وہ یہ چکر بعد میں ادا کرلے، تو دَم ساقط ہو جائے گا، اور اگر کم از کم چار چکر ادا کر لئے اور بقیہ تین یا دو یا ایک چکر کو چھوڑ دیا، تو دَم تو واجب نہیں ہوگا، لیکن چھوٹے ہوئے ہر ایک چکر کے بدلہ میں صدقۂ فطر کی مقدار کی شکل میں فدیہ واجب ہوگا، مگر یہ کہ وہ یہ چھوٹے ہوئے چکر بعد میں ادا کرلے تو پھر یہ فدیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۶...... جو شخص پیدل چل کر سعی کرنے پر قادر ہو تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کو پیدل سعی کرنا واجب ہے، اور بلا عذر سوار ہو کر سعی کرنے کی صورت میں دم واجب ہے۔

---

[1] مشائخِ حنفیہ کے صفا سے سعی کا آغاز کرنے کے حکم کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول شرط ہونے کا، دوسرا وجوب کا، تیسرا سنیت کا۔

حنفیہ کے اکثر متون وفتاویٰ اور لُباب میں شرط کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، اور الاصل کی ظاہر الروایۃ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

لیکن شارحِ لُباب نے من حیث الدلیل وجوب کے قول کو اعدل ومختار قرار دیا ہے۔

مگر اس قول کا نہ تو حنفیہ کی ظاہر الروایۃ اور متون وفتاویٰ کے مطابق مختار ہونا ثابت ہوتا، اور نہ دلیل کے اعتبار سے مختار ہونا ثابت ہوتا، کیونکہ قرآن مجید میں صفا کا مروہ سے پہلے ذکر آیا ہے، اور احادیث میں بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ ترتیب کے مطابق سعی کرنے کا حکم آیا ہے، اور یہ حکم امورِ تعبدیہ میں سے ہے، جو کہ شریعت سے ثابت شدہ حکم کے مطابق عمل کرنے سے ہی عبادت بنتا ہے، بالخصوص جبکہ نہ اس کے لئے پاکی شرط ہے، اور نہ نیت وغیرہ۔

ان حالات میں سعی کے عبادت بننے کے لئے شریعت سے ثابت شدہ طریقہ پر اس کی ادائیگی شرط ہونی چاہئے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک پیدل سعی کرنا سنت ہے، اور بلاعذر اس کی خلاف ورزی میں ان کے نزدیک کوئی گناہ یا دَم وغیرہ واجب نہیں۔

پس اگر کسی نے بغیر عذر کے دوسرے کی پشت یا سواری (وہیل چیئر وغیرہ) پر سوار ہو کر سعی کی، تو سعی تو سب فقہائے کرام کے نزدیک ادا ہو جائے گی، لیکن حنفیہ کے نزدیک اس پر اس سعی کا اعادہ واجب ہوگا، اور اعادہ کرنے سے دَم ساقط ہو جائے گا، اور اعادہ نہ کیا تو دَم واجب ہوگا۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

مگر یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ بلاعذر سوار ہو کر سعی کی ہو، اور اگر کوئی بیماری، کمزوری اور غیر معمولی تھکن، یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کرے، تو اس میں کسی کے نزدیک بھی کوئی حرج و دَم نہیں۔

مسئلہ نمبر ۷...... سعی اور طواف کے درمیان موالات یعنی طواف کے فوراً بعد سعی کرنا اور سعی کی نیت کرنا، اور سعی کو پاکی کی حالت میں کرنا اور مرد کو میلین اخضرین کے درمیان تیز دوڑنا اور سعی کے تمام چکروں کو پے در پے یعنی لگاتار کرنا، ان میں سے کوئی چیز بھی سعی کے فرائض یا واجبات میں داخل نہیں، بلکہ سنت یا مستحبات میں داخل ہیں، جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سعی درست ہونے کے لئے صرف صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا عمل کرنا کافی ہے، دل میں سعی کی نیت کرنا ضروری نہیں، البتہ نیت کرنا سنت ہے، اور زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بہر حال ضروری نہیں۔

اگر کوئی دل میں سعی کی نیت کئے بغیر (مثلاً کسی کو تلاش کرنے کی غرض سے) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرلے، تو اس کی سعی ادا ہو جاتی ہے، اور اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۹...... سعی نیچے کی منزل کے علاوہ اوپر کی منزلوں میں بھی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... سعی کا باوضو ہونا اور جنابت و نجاست سے پاک ہو کر کرنا فرض یا واجب درجہ

کا عمل نہیں، بلکہ سنت و مستحب ہے۔

لہٰذا اگر کوئی بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا ناپاک جسم یا ناپاک لباس میں سعی کرے، تو بھی سعی ادا ہو جاتی ہے۔

اور اسی وجہ سے عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں بھی سعی کرنا درست ہے۔

جبکہ اس حالت میں طواف کرنا درست نہیں، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں مسجدِ حرام کی حدود میں داخل ہونا جائز نہیں۔

اب رہا یہ کہ مسجدِ حرام کی توسیع کے بعد سعی والی جگہ مسجدِ حرام کی حدود میں داخل ہو چکی ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں بہت سے اہلِ علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ سعی والی جگہ کو مسجدِ حرام کے اندر شامل نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو مسجدِ حرام سے الگ مستقل رکھا گیا ہے، جیسا کہ اس کی شروع سے حیثیت ہے۔

اس لئے اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی حالت میں مسجدِ حرام میں داخل ہوئے بغیر بیرونی راستہ سے سعی والی جگہ میں نیچے یا اوپر کی منزل میں آ کر سعی کرے، تو اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا طواف کے فوراً بعد کرنا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے۔

لہٰذا اگر کسی وجہ سے طواف کرنے کے بعد فوراً سعی نہ کی جاسکے، مثلاً درمیان میں تھکن یا نماز وغیرہ کے عذر کی وجہ سے کچھ وقفہ کرنا پڑ جائے، تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہوئے سعی کے تمام چکروں کو پے در پے اور لگاتار کرنا بھی فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت درجہ کا عمل ہے، جو کہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

لہٰذا اگر کسی عذر سے سعی کے چکر لگاتار نہ کیے جاسکیں، مثلاً درمیان میں تھکن یا نماز وغیرہ کے

عذر کی وجہ سے کچھ وقفہ کرنا پڑ جائے، تو کچھ حرج کی بات نہیں۔ [1]

بعض اوقات سعی کرنے کے دوران نماز کھڑی ہو جاتی ہے لیکن اس وقت بھی بہت سے لوگ اس خیال سے سعی جاری رکھتے ہیں کہ اگر درمیان میں نماز پڑھ لی گئی تو سعی ضائع ہو جائے گی اور اس طرح ان لوگوں کی نماز باجماعت چھوٹ جاتی ہے۔

حالانکہ اگر سعی کے دوران نماز کھڑی ہو جائے تو سعی چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینی چاہئے، پھر نماز سے فارغ ہو کر جہاں سے سعی چھوڑی تھی وہیں سے باقی سعی پوری کر لیں، ادا کی ہوئی سعی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہوئے میلین اخضرین (یعنی دو سبز ستونوں) کے درمیان مرد حضرات کو ہر چکر میں دوڑنا بھی فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، جو کہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور یہ سنت و مستحب ہونا بھی مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، خواتین کو اس کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کو حسبِ معمول اپنی عام رفتار کے ساتھ چل کر صفا اور مروہ کے چکر پورے کرنے چاہئیں۔

بعض لوگ میلین اخضرین (یعنی سبز ستونوں) کے درمیان بہت تیز دوڑتے بھاگتے ہیں، جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات خود اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اتنا زیادہ تیز دوڑنا کوئی خیر کا کام نہیں، درمیانی رفتار سے دوڑنا چاہئے۔

اسی طرح بعض لوگ ہجوم اور رش کے وقت بھی ستونوں کے درمیان سنت کے مطابق دوڑنے کا ضروری اہتمام کرتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور کبھی اپنے آپ کو بھی تکلیف پہنچ جاتی ہے، حالانکہ اگر رش اور ہجوم کی وجہ سے ستونوں کے درمیان دوڑنے سے دوسروں کو یا اپنے آپ کو ایذاء پہنچے تو دوڑنا سنت نہیں، جتنے حصہ میں جگہ ملے صرف اتنے حصہ

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق سعی کے چکروں کو لگاتار اور پے در پے کرنا سعی کے صحیح ہونے کی شرط ہے، تاہم اگر خفیف وقفہ ہو، تو ان کے نزدیک بھی حرج نہیں، مگر حنفیہ کے نزدیک طویل وقفہ ہونے کے باوجود سعی کے ادا کئے ہوئے چکر ضائع ولغو شمار نہیں ہوتے۔

میں دوڑیں ورنہ اپنے آپ کو دوڑانے کی طرح صرف حرکت دیتے چلیں یہی کافی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... سعی کے دوران صفا اور مروہ پر پہنچ کر ہر مرتبہ معمولی اوپر چڑھنا اور کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہونا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے، جو باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔ [1]

بعض ناواقف لوگ صفا پر بہت اوپر چڑھ جاتے ہیں اور بعض لوگ تو بالکل چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جتنا اوپر چڑھیں گے اتنا ہی ثواب حاصل ہوگا، حالانکہ سعی کے وقت صفا پر صرف اتنا چڑھنا چاہئے کہ کعبہ (یا اس کا کچھ حصہ) نظر آنے لگے، آج کل تھوڑا سا اوپر چڑھنے سے دروازوں کے درمیان سے کعبہ (یا اس کا کچھ حصہ) نظر آنے لگتا ہے، اس سے زیادہ اوپر چڑھنا لغو حرکت ہے۔

اسی طرح مروہ پر بھی زیادہ اوپر نہیں چڑھنا چاہئے، صرف اتنا کافی ہے کہ اگر سامنے تعمیرات نہ ہوتیں تو وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگتا (آجکل چونکہ مروہ اور بیت اللہ کے درمیان تعمیر حائل ہے اس لئے وہاں سے بیت اللہ نظر نہیں آتا) لہٰذا مروہ پر کھڑے ہو کر دعاء کرتے وقت صرف کعبہ کی طرف رخ کر لینا کافی ہے، کعبہ کا نظر آنا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... سعی کے دوران صفا اور مروہ پر چڑھ کر دعاء کرنا بھی فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے، جو کہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... طواف کے بعد سعی کرنے کے لئے صفا کی طرف جانے سے پہلے اگر بآسانی میسر ہو، تو حجرِ اسود کا استلام کر لینا سنت ہے، جو کہ طواف شروع کرنے کے وقت سے لے کر اب تک مجموعی طور پر نواں استلام کہلاتا ہے۔

اور اگر استلام کرنا مشکل ہو، تو دور سے ہی اس کی طرف اشارہ سے استلام کر لینا بھی کافی ہے،

---

[1] جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صفا اور مروہ پر چڑھنے کا مستحب ہونا مَرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، خواتین اس میں داخل نہیں۔

اور اگر کوئی بالکل بھی یہ استلام نہ کرے، تب بھی کوئی دَم لازم نہیں، مگر بلا عذر اس کو ترک کر دینا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... صفا اور مروہ کی سعی کے دوران مرد حضرات کو اضطباع کرنا (یعنی اپنے احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے گزار کا اوپر ڈالنا) سنت نہیں ہے، البتہ شافعیہ کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... صفا اور مروہ پر کسی مخصوص دعاء کا پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ حسبِ منشاء دعاء کی جا سکتی ہے۔

البتہ بعض دعاؤں کا پڑھنا سنت ہے، مثلاً سعی کرنے کے لئے صفا کی طرف چلتے ہوئے اگر بآسانی ممکن ہو تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے کہ:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا.

اور ہر مرتبہ صفا اور مروہ پر پہنچ کر بیت اللہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے کی حالت میں اگر بآسانی ہو سکے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

لَا إِلٰـهِ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اور میلین اخضرین کے درمیان یہ دعاء پڑھنا سنت و مستحب ہے کہ:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ. [1]

---

[1] اس کے علاوہ بعض اہلِ علم حضرات نے سعی کے دوران اور بھی کئی دعاؤں کا ذکر کیا ہے، لیکن چونکہ عجمی عوام تو درکنار اہلِ علم اور عربی دان حضرات کو بھی ان دعاؤں کا یاد کرنا اور ان کو اپنے موقع پر پڑھنا مشکل ہوتا ہے، اور عوام اس سلسلہ میں عام طور پر تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس لئے ان دعاؤں پر ضرورت سے زیادہ زور دینے کے بجائے سعی اور حج وعمرہ کے متعلق اہم مسائل کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، جن سے کہ عوام الناس غفلت اختیار کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... سعی کے دوران بعض کام جائز اور مباح ہیں، اور وہ کام وہی ہیں، جو طواف کے درمیان بھی جائز و مباح ہیں، بلکہ بعض اور چیزیں بھی جائز و مباح ہیں۔

مثلاً سعی کے دوران جائز کلام و بات چیت کرنا جائز و مباح ہے۔

اور سعی کے دوران کھانا پینا بھی جائز و مباح ہے۔

اور سعی کے دوران فرض نماز یا نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جانا جائز و مباح ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۰...... سعی کے دوران بعض کام مکروہ ہیں۔

مثلاً سعی کے دوران خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے۔

اور اسی طرح بغیر عذر کے سعی کو طواف سے غیر معمولی مؤخر کرنا یا بغیر عذر کے سعی کے چکروں میں غیر معمولی فاصلہ کرنا یا اسی طرح سے بلا عذر سعی کی کسی اور سنت کی خلاف ورزی کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱...... سعی کرنے کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد صفا کی طرف جائے، تاکہ اس سے سعی کو شروع کرے، اور صفا کی طرف جاتے ہوئے حجرِ اسود کا استلام کرے، اور صفا پہاڑی پر اتنا اوپر چڑھ جائے کہ کعبۃُ اللہ نظر آنے لگے، پھر کعبہ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہو، اور ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کا وِرد کرے، اور حسبِ توفیق وحسبِ منشاء دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے۔

پھر آہستہ آواز میں ذکر و دعاء کرتے ہوئے مروہ کی طرف چلنا شروع کرے، اور اگر مرد ہو تو میلین اخضرین یعنی دو سبز ستونوں کے درمیان تیز چلے، اور خاتون ہو تو عام رفتار کے ساتھ چلے۔

اور میلین اخضرین سے گزرنے کے بعد مرد بھی عام رفتار کے ساتھ چل کر مروہ تک پہنچ جائے، اور مروہ پر کھڑے ہو کر بھی بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرکے صفا کی تفصیل کے مطابق کھڑے ہو کر دعاء کرے۔

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک چونکہ سعی کے چکروں کو پے در پے کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے نزدیک ایسا کام منع ہے، جو پے در پے ہونے میں مخل ہو، سوائے فرض کے۔

اس طرح یہ ایک چکر مکمل ہوا۔

پھر مروہ سے صفا کی طرف پہلی تفصیل کے مطابق واپس جائے، اور صفا پر جا کر پہلی تفصیل کے مطابق دعاء کرے، اس طرح دوسرا چکر بھی مکمل ہوگیا، اور اسی طرح کرتے کرتے سات چکر مکمل کرلے، ساتویں چکر کا اختتام مروہ پر ہوگا۔ [1]

بعض لوگ صفا اور مروہ پر دعاء کرتے وقت تکبیرِ تحریمہ کی طرح تین مرتبہ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے، صفا اور مروہ پر دعاء کے لئے تکبیرِ تحریمہ کے بجائے اس طرح ہاتھ اٹھانا چاہئے جس طرح دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۲...... حنفیہ کے نزدیک سعی سے فارغ ہوکر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعات نفل کا پڑھنا مستحب ہے، ليكون ختم السعي كختم الطواف.

جبکہ بعض فقہاء سعی کے بعد ان دو رکعتوں کے مستحب ہونے کے قائل نہیں، لعدم الثبوت.

مسئلہ نمبر ۲۳...... حجِ تمتع کرنے والے کے لئے تو طوافِ قدوم سنت نہیں، اس لئے اگر وہ طوافِ زیارت کے بعد والی سعی پہلے کرنا چاہتا ہے، تو اسے حج کا احرام باندھنے کے بعد ایک نفلی اضافی طواف کرنا ہوگا، جس کے بعد اُسے حج کی سعی کرلینا جائز ہوگا۔

جہاں تک حجِ افراد اور حجِ قران کرنے والوں کا تعلق ہے، تو ان کے لئے کیونکہ طوافِ قدوم سنت ہے، تو ان حضرات کو حج کا احرام باندھ کر طوافِ قدوم کے بعد حج کی سعی کرنا جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۴...... حنفیہ کے نزدیک حجِ قران کرنے والے کو دو طواف اور دو سعی کرنا لازم ہوتی ہیں، ایک طواف اور سعی عمرہ کی، اور ایک طواف اور سعی حج کی۔

---

[1] پھر اگر کوئی سعی کرنے والا عمرہ کی سعی کررہا ہو، تو سعی پر اس کے عمرہ کے اعمال ختم ہوجاتے ہیں، اس کے بعد سر کے بال کٹا یا منڈا کر وہ عمرہ کے احرام سے نکل جاتا ہے، خواہ اکیلا عمرہ کررہا ہو، یا حجِ تمتع والا عمرہ۔

اور اگر یہ سعی طوافِ زیارت کے بعد حج کی ہو، اور اس سے پہلے دس ذی الحجہ کی رَمی وغیرہ کرلی ہو، تو تمام فقہائے کرام کے نزدیک احرام کی دوسری پابندیوں کے ختم ہونے کے ساتھ ساتھ زوجین کے باہمی تعلقات بھی جائز ہوجاتے ہیں، جس کی تفصیل طواف کے بیان میں گزر چکی ہے۔

اس لئے اگر حجِ قران کرنے والا حج کی سعی کو پہلے کرنا چاہتا ہے، تو حنفیہ کے نزدیک پہلے یعنی عمرہ کے طواف کے بعد والی سعی عمرہ کی ہوگی، پھر طوافِ قدوم کرکے حج کی سعی کرے گا۔

جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک حجِ قران کرنے والے کا حکم حجِ افراد کرنے والے کی طرح ہے، جس کو ایک طواف اور ایک سعی کا حکم ہے، اور یہی اس کے حج اور عمرہ کی طرف سے کافی ہیں، اس لئے اُن کے نزدیک اگر حجِ قران کرنے والا طوافِ زیارت سے پہلے حج کی سعی کرنا چاہے، تو وہ شروع ہی میں طوافِ قدوم والے طواف کے ساتھ حج کی سعی ادا کرے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۵...... حج کی سعی درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سعی، طواف کے بعد کی گئی ہو، خواہ وہ طوافِ زیارت ہو، یا حج کا احرام شروع کرنے کے بعد کیا گیا نفلی طواف ہو، یا طوافِ قدوم ہو، جیسا کہ ابھی تفصیل گزری۔

اور سعی سے پہلے جو طواف کیا گیا ہے، اس کی ادائیگی بھی معتبر ہو چکی ہو۔

جس کے لئے حنفیہ کے نزدیک طواف کے اکثر یعنی کم از کم چار چکروں کی ادائیگی اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک تمام چکروں کی ادائیگی ضروری ہے۔ [1]

اسی طرح دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف درست و معتبر ہونے کے لئے طواف کا پاکی کی حالت میں کرنا بھی ضروری ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے معتبر ہونے کے لئے طواف کا پاکی کی حالت میں کرنا شرط نہیں۔ [2]

---

[1] کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اکثر چکر تو رُکن ہیں، اور باقی واجب ہیں، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے تمام چکروں کی ادائیگی رکن میں داخل ہے، اس لئے ان کے نزدیک سعی درست ہونے کے لئے طواف کے مکمل یعنی سات چکر ادا کرنا ضروری ہوگا۔

[2] ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے نزدیک طواف صحیح ہونے کے لئے حدثِ اصغر واکبر سے پاک ہونا شرط نہیں، بلکہ واجب ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک فرض ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے نزدیک بے وضو یا جنابت کی حالت میں کیا گیا طواف معتبر ہو جاتا ہے، البتہ اس کے اعادہ، یا کفارہ وغیرہ کی صورت میں تلافی واجب ہوتی ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بہرحال اس کا اعادہ فرض ہوتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ناپاکی کی حالت میں کیا گیا طواف کالعدم شمار ہوتا ہے، جس کی تفصیل طواف کے بیان میں ذکر کی جا چکی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۶...... احرام کی تمام چھوٹی بڑی پابندیوں سے نکلنے کے لئے حنفیہ کے نزدیک طوافِ زیارت کرنا کافی ہے، سعی کرنا ضروری نہیں، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سعی بھی ضروری ہے، خواہ یہ سعی حج کا احرام باندھ کر طوافِ زیارت سے پہلے طوافِ قدوم کے بعد کی جاچکی ہو، یا اب طوافِ زیارت کے بعد کی ہو، جس کی تفصیل طوافِ زیارت کے بیان میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷...... بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ حج وعمرہ کی سعی کے علاوہ بھی خواہ مخواہ صفاومروہ کی سعی کرتے رہتے ہیں اوراس میں ثواب سمجھتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل غلط ہے اوراس میں کوئی ثواب نہیں اور حج وعمرہ کے علاوہ سعی کرنا شرعاً ثابت نہیں، یہ لوگ بلافائدہ اپنی جان کو تھکاتے ہیں، اس کے بجائے طواف یا دوسری عبادات میں مشغول ہونا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۸......بعض لوگ بلاوجہ صفا اور مروہ پر بیٹھ جاتے ہیں یا کھڑے ہو کر منظر دیکھتے رہتے ہیں، جس سے دوسرے لوگوں کو سعی کے لئے اپنے اعمال انجام دینے میں تنگی ہوتی ہے، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اب مذکورہ اصول کے پیشِ نظر سعی درست ہونے کے لئے دیگر فقہائے کرام کے نزدیک تو طواف کا پاکی کی حالت میں کیا جانا شرط ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے، اور حنفیہ کے قواعد کے مطابق یہی راجح ہے، اگرچہ بعض مشائخِ حنفیہ نے سعی درست ہونے کے لئے اس سے پہلے طواف کے پاکی کی حالت میں ہونے کو شرط قرار دیا ہے، جو کہ حنفیہ کے مذکورہ اصول کے پیشِ نظر مرجوح معلوم ہوتا ہے، چنانچہ صاحبِ بدائع نے سعی کے درست ہونے کے لئے طواف کو جنابت اور حیض ونفاس سے طہارت کے ساتھ کرنے کو شرط قرار دیا ہے، جس کی بعض اُردو کتابوں میں پیروی کی گئی ہے، اور یہ مذکورہ اُصول کے خلاف ہے، اوراسی وجہ سے علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے صاحبِ بدائع کی تردید کرتے ہوئے اس کو بالاتفاق تساہل قرار دیا ہے، اس لئے اگر کوئی عورت بامرِ مجبوری واپسی کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں طواف کرے، اوراس کے بعد سعی کرلے، تو اس کی سعی معتبر ہونی چاہئے۔

(باب نمبر۱۲)

گیارہ تا تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کے احکام

حج کرنے والے کومنٰی میں تینوں جمرات کوگیارہ اور بارہ ذی الحجہ کورَمی کرنا بھی واجب ہے، اور تیرہ ذی الحجہ کی رَمی واجب نہیں ہے، البتہ بعض صورتوں میں واجب ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا تو حج کے واجبات میں سے ہے، اور تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا فی نفسہٖ حج کے واجبات میں سے نہیں، اور کوئی کرے، تو افضل ہے، لیکن بعض صورتوں میں تیرہ ذی الحجہ کی رَمی بھی واجب ہو جاتی ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں مارنا واجب ہے۔

پہلے چھوٹے جمرہ کو، جسے عربی زبان میں ''جمرۂ اولیٰ'' یا ''جمرۂ صغریٰ'' یا ''جمرۂ دنیا'' کہا جاتا ہے، جو کہ منٰی میں مسجدِ خیف کے قریب واقع ہے، اس کے بعد درمیانے جمرہ کو، جسے عربی زبان میں ''جمرۂ ثانیہ'' یا ''جمرۂ وسطیٰ'' کہا جاتا ہے، جو کہ پہلے جمرہ کے بعد ہے، اور تیسرے جمرہ سے پہلے ہے، اور اس طرح سے وہ دونوں جمروں کے درمیان میں واقع ہے، پھر اس کے بعد آخری یا بڑے جمرہ کو، جسے عربی زبان میں ''جمرۂ ثالثہ'' یا ''جمرۂ عقبہ'' یا ''جمرۂ کبریٰ'' کہا جاتا ہے، جو کہ منٰی میں سب سے آخر میں بیتُ اللہ کی طرف واقع ہے۔

اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک رَمی صحیح ہونے کے لئے اسی ترتیب سے تینوں جمرات کو رَمی کرنا ضروری ہے، اور اگر کسی نے اس ترتیب کے برعکس جمرات کی رَمی کی، مثلاً پہلے بڑے جمرہ کو، پھر درمیانی کو، پھر چھوٹے کو، تو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا کہ اس نے چھوٹے جمرہ کی اب پہلے رَمی کی ہے، اس لئے اس پر درمیانی اور آخری جمرہ کی رَمی کو دوبارہ کرنا واجب ہوگا۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جبکہ حنفیہ کے نزدیک رَمی صحیح ہونے کے لئے مذکورہ ترتیب سے تینوں جمرات کو رَمی کرنا ضروری نہیں، البتہ سنت ہے، لہٰذا اگر کسی نے اس ترتیب کے خلاف رَمی کی، مثلاً پہلے رَمی، دوسرے یا تیسرے جمرہ کی کردی، اور اس کے بعد دوسرے جمرات کی رَمی کی، تو اس کی رَمی کرنے کا واجب ادا ہو جاتا ہے، اور اس کو دوبارہ رَمی کرنا واجب نہیں ہوتا، البتہ اس کو دوبارہ رَمی کرنا سنت ہوتا ہے، تاکہ وہ سنت کے ثواب سے محروم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۳...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ دونوں دنوں کی رَمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، اور حنفیہ سمیت جمہور علماء کے نزدیک زوال سے پہلے رَمی کرنا جائز نہیں ہوتا۔[1]

آج کل بعض لوگ گیارہویں یا بارہویں تاریخ کی رمی زوال سے پہلے ہی کر کے چل دیتے ہیں، حالانکہ جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ کے راجح قول کے مطابق گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے، اس لئے اس طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۴...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رمی کا مسنون وقت زوال سے لے کر سورج غروب ہونے تک جاری رہتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گیارہ اور بارہ ذی الحجہ دونوں دِنوں کی رَمی کا ادا وقت اُس دن سے متصل رات گزر کر طلوعِ فجر ہونے پر ختم ہوتا ہے۔[2]

گویا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگلا دن شروع ہونے سے پہلے پہلے اس دن کی رمی کر لینا، یہ رمی کے واجبات میں سے ہے، اور اگر اس نے گیارہ ذی الحجہ کی رَمی نہیں کی، یہاں تک کہ اگلے دن کا طلوعِ فجر ہو گیا، یا بارہ ذی الحجہ کی رَمی نہیں کی، یہاں تک کہ اگلے دن

---

[1] اوپر بارہ ذی الحجہ کی رمی زوال سے پہلے جائز نہ ہونے کا حنفیہ کا جو قول ذکر کیا گیا ہے، وہ حنفیہ کی مشہور یا ظاہرُ الروایۃ کے مطابق ہے، جبکہ حنفیہ کی ایک غیر ظاہرُ الروایہ کے مطابق اگر بارہ ذی الحجہ کو کسی کا منیٰ سے روانگی کا ارادہ ہو تو اُسے زوال سے پہلے رمی کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے، اور اگر کسی کا ابھی منیٰ سے روانگی کا ارادہ نہ ہو، تو اُسے بارہ ذی الحجہ کی رمی زوال سے پہلے کرنا جائز نہیں، مگر جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ یہ حنفیہ کی غیر مشہور یا غیر ظاہر الروایۃ ہے۔

[2] یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی کا مسنون اور افضل وقت زوال کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے، اور سورج غروب ہونے کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک ادا مگر مکروہ وقت ہے، اور رات میں عذر کی صورت میں کرنا مکروہ بھی نہیں۔

کا طلوعِ فجر ہوگیا، تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دَم بھی واجب ہوتا ہے، اور تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اس چھوٹی ہوئی رَمی کا اعادہ کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک دس ذی الحجہ سمیت، سب دنوں کی رمی کا آخری وقت تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک جاری رہتا ہے، لہٰذا اگر کسی نے دس، گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کے دن کی رَمی نہیں کی، تو تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے اس چھوٹی ہوئی رَمی کو ادا کر لینا واجب ہوتا ہے، اور اگر کوئی تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے کسی بھی دن کی چھوٹی ہوئی رَمی کو ادا کر لے، خواہ رات میں یا دن میں، زوال سے پہلے یا زوال کے بعد، تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، لیکن اگر تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک بھی اس نے چھوٹی ہوئی رَمی ادا نہیں کی، تو پھر اس پر دَم واجب ہوا کرتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی اور اگر تیرہ ذی الحجہ کو رَمی کرنا چاہے، تو اس دن کی رَمی میں سنت یہ ہے کہ پہلے جمرہ اور دوسرے جمرہ کو سات سات کنکریاں مارنے کے بعد اگر بسہولت ممکن ہو، تو ایک طرف ہٹ کر کچھ دیر کے لئے کھڑا ہو جائے، اور قبلہ رُو ہاتھ اٹھا کر حمد وثناء اور درود شریف پڑھے، اور اس کے بعد جو چاہے دعاء کرے۔

اور اگر کوئی ایسا نہ کرے، بلکہ رَمی سے فارغ ہو کر اگلے جمرہ پر جا کر رَمی کر لے، یا ہجوم کی وجہ سے وہاں کھڑا ہونا ممکن نہ ہو، تو اس عمل کو چھوڑ دینے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

بعض لوگ پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد دعاء کے لئے ٹھہرنے میں یہ غلطی کرتے ہیں کہ بیچ راستہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں، جس سے دوسرے لوگوں کو خلل اور راستہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، پس یہ دعاء راستہ سے ہٹ کر کرنی چاہئے۔

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک ہر دن کی رَمی کا وقت اس دن کا سورج غروب ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ پہلے دس ذی الحجہ کی رَمی کے بیان میں گزرا۔

اور رَمی کے باقی احکام وہی ہیں، جو دس ذی الحجہ کی رَمی کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

بعض حضرات نے پہلے اور دوسرے جمرہ کو رَمی کے بعد مندرجہ ذیل دعاء کو سنت قرار دیا ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡہُ حَجًّا مَّبۡرُوۡرًا وَّذَنۡبًا مَّغۡفُوۡرًا.

مگر اس دعاء کے پڑھنے کو سنت سمجھنا خلافِ احتیاط معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ دعاء موقوفاً مروی ہے، اور اس کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''

مسئلہ نمبر۶ ...... اگر کوئی تمام دنوں کی رَمی ترک کردے، یا ایک دن کی مکمل رَمی ترک کردے (مثلاً دس ذی الحجہ کی جمرۂ عقبہ کی رَمی، یا اس کے بعد والے دن تینوں جمرات کی رَمی) یا ایک دن کی اکثر کنکریاں ترک کردے (یعنی دس ذی الحجہ کی چار یا اس سے زیادہ، اور باقی دنوں کی گیارہ یا اس سے زیادہ کنکریاں) تو حنفیہ کے نزدیک اس پر ایک دَم واجب ہوجائے گا، اور اگر اس سے کم کنکریاں ترک کرے، تو ہر ایک چھوٹی ہوئی کنکری کے عوض میں ایک فطرانہ کے برابر صدقہ واجب ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر کوئی شخص تمام دنوں کی یا ایک یا دو دن کی رَمی ترک کرے، یا کسی ایک دن کی تین یا اس سے زیادہ کنکریاں ترک کردے، تو اس پر دَم واجب ہوتا ہے۔

اور اگر ایک کنکری ترک کردے، تو شافعیہ کے نزدیک ایک مُد، اور دو کنکریوں میں دو مُد واجب ہوتے ہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک ایک یا دو کنکریاں ترک کرنے پر کچھ واجب نہیں ہوتا، جبکہ مالکیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص ایک کنکری بھی ترک کردے، تو اس پر دَم واجب ہوجاتا ہے۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر دن کی رَمی کا وقت اگلے دن کے طلوعِ فجر پر ختم ہوجاتا ہے، اور تیرہ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے اس کی قضاء بھی واجب ہوتی ہے، اور حسبِ قاعدہ دَم یا صدقہ بھی واجب ہوتا ہے، اور اگر تیرہ ذی الحجہ کا

غروب ہوگیا، تو قضاء کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اور صرف دَم ہی واجب ہوتا ہے۔

جبکہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک چھوٹی ہوئی رَمی یا کنکریاں ادا کرلینے سے دَم اور صدقہ وغیرہ ساقط ہوجاتا ہے، خواہ وہ اگلے دن کی رَمی کے ساتھ یہ چھوٹی ہوئی رَمی یا کنکریاں ادا کرے، یا پھر دن، رات میں کسی اور وقت میں، اور اگر تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوگیا، اور اس رَمی کو ادا نہیں کیا، تو پھر دَم وغیرہ متعین ہوجاتا ہے، اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... بارہ ذی الحجہ کی رمی کرنے کے بعد حاجی کو منیٰ سے مکہ یا کسی اور جگہ جانا جائز ہوجاتا ہے، اور اس کو شرعی زبان میں ''نفرِ اول'' کہا جاتا ہے، اس کے بعد تیرہ تاریخ کی رمی واجب نہیں ہوتی، اور اگر کوئی کرے، تو اچھی بات ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... اگر تیرہ ذی الحجہ کے طلوعِ فجر ہونے سے پہلے کوئی منیٰ کی حدود سے نکل جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا واجب نہیں ہوتا، اور اگر منیٰ کی حدود میں ہوتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کا طلوعِ فجر ہوجائے تو پھر تیرہ ذی الحجہ کے دن کی رمی کرنا بھی واجب ہوجاتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اگر بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل جائے، تو اس پر تیرہ ذی الحجہ کی رمی کرنا واجب نہیں ہوتا، اور اگر منیٰ کی حدود میں ہوتے ہوئے بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوجائے تو پھر تیرہ ذی الحجہ کے دن کی رمی کرنا بھی واجب ہوجاتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوجانے پر اگرچہ تیرہ ذی الحجہ کی رَمی واجب تو نہیں ہوتی، مگر تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کئے بغیر منیٰ سے چلے آنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک تیرہ ذی الحجہ کی رمی کا وقت گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی طرح زوال کے بعد ہی شروع

ہوتا ہے، اور گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی کی طرح تیرہ ذی الحجہ کی رَمی بھی زوال سے پہلے کرنا جائز و معتبر نہیں ہوتا۔

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مشہور روایت کے مطابق تیرہ ذی الحجہ کے دن کی رمی کا وقت طلوعِ فجر کے بعد شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق تیرہ ذی الحجہ کی رمی زوال سے پہلے مگر طلوعِ فجر کے بعد کرنا جائز ہے، مگر افضل زوال کے بعد ہی ہے۔

اور تیرہ ذی الحجہ کی رمی کے وقت کا اختتام سب کے نزدیک اس دن کا سورج غروب ہونے پر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... دس ذی الحجہ کا دن گزرنے کے بعد آنے والی یعنی گیارہ ذی الحجہ کی رات اور اس کے بعد بارہ ذی الحجہ، اور اس کے بعد تیرہ ذی الحجہ کی یہ تینوں راتیں منیٰ کی راتیں کہلاتی ہیں۔

اور دس ذی الحجہ کا دن گزرنے کے بعد آنے والی یعنی گیارہ ذی الحجہ کی رات اور دس ذی الحجہ کے دن کے بعد آنے والی گیارہ اور اس کے بعد بارہ ذی الحجہ کی راتوں کا منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں تاریخ میں رَمی کا ارادہ ہو، تو بارہ ذی الحجہ کے بعد آنے والی تیرہ ذی الحجہ کی رات کا بھی منیٰ میں گزارنا حنفیہ اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے، جس کی خلاف ورزی پر دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، اور اگر کسی عذر سے اس سنت کو ترک کیا جائے، تو کوئی کراہت بھی لازم نہیں آتی۔

جبکہ دوسرے بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک ان راتوں کا منیٰ میں گزارنا واجب ہے، اور ان کے نزدیک اس واجب کی کم از کم مقدار رات کا اکثر حصہ ہے، اور بغیر عذر کے اس کی خلاف ورزی پر ان کے نزدیک فدیہ یا دَم واجب ہے، جس کی تفصیل دس ذی الحجہ کی رَمی کے بیان کے آخر میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... تیرہ ذی الحجہ کی رمی کے بعد منیٰ میں مزید قیام کرنا سنت نہیں ہے، کیونکہ اس

کے بعد منیٰ کے مناسک واحکام ختم ہوجاتے ہیں، اس لئے اس کے بعد منیٰ سے روانہ ہوجانا چاہیے، اوراس روانگی کوشرعی زبان میں نفرِ ثانی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲...... حج کے اعمال سے فراغت کے بعد منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہوتے وقت وادیٔ محصب یا ابطح نامی مقام میں کچھ وقت ٹھہرنا مستحب ہے، لیکن اس میں غلو کرنا مناسب نہیں۔ [1]

اوراسی وجہ سے بعض آ ثار میں محصّب میں نزول کے سنت سمجھنے کی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ نمبر۱۳......حکومت کی طرف سے مقررہ امام کومنیٰ میں حجاجِ کرام کوحج کے احکام کی تعلیم وتبلیغ کے لئے خطبہ دینا بھی سنت ہے، جوشافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کو ہے، اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک گیارہ ذی الحجہ کو ہے۔

پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بارہ ذی الحجہ کو بھی ایک خطبہ دینا سنت ہے، جس میں حجاجِ کرام کومنیٰ سے روانگی اور رخصتی کے مسائل بتائے جائیں گے۔

اور منیٰ میں جمعہ کی نماز کا حکم دس ذی الحجہ کی رمی کے بیان کے آخر میں گزر چکا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک وادیٔ محصب میں قیام کرنا سنت ہے، جس میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنا بھی داخل ہے۔

اور وادیٔ محصب دراصل مکہ میں داخل ہونے کے وقت دو پہاڑوں کے درمیان حجون یا المعلّٰی نام کے مقبرہ کی طرف واقع ہے، اور آج کل یہ وادی مکہ کی آبادی کا حصہ بن چکی ہے، بلکہ مکہ کی آبادی اس سے بھی آگے تک تجاوز کرچکی ہے۔

(باب نمبر۱۳)

طوَافِ وِداع کے احکام

حج کرنے والے کو حج کے اعمال سے فارغ ہوکر اپنے گھر واپس لوٹتے وقت ایک طواف کرنے کا حکم ہے، جس کو طوافِ وداع کہا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... حج کے اعمال واحکام سے فارغ ہوکر حرم سے واپس رخصت ہوتے وقت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ایک طواف کرنا واجب ہے، جس کو طوافِ وداع کہا جاتا ہے، اور اس کو طوافِ صدر اور طوافِ آخرِ عہد بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

طوافِ وداع حج سے فارغ ہوکر رخصت ہونے والے کے لئے ہے، خواہ اس نے حجِ افراد کیا ہو، یا حجِ تمتع کیا ہو، یا حجِ قران کیا ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر۲...... حنفیہ کے مفتیٰ بہٖ قول کی رُو سے طوافِ وِداع صرف آفاق (یعنی میقات سے باہر) سے آنے والے حجاج پر واجب ہے، حل وحرم میں رہنے والوں پر واجب نہیں، البتہ مستحب ان کے لئے بھی ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک طوافِ وداع حرم کے باشندوں پر واجب نہیں، اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک جو بھی حرم سے سفر کا قصد کر کے نکلے، اس کو طوافِ وداع کرنا چاہئے، اگرچہ وہ حرم کا باشندہ ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۳...... طوافِ وداع واجب ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر عورت ہو، تو وہ رخصت ہونے کے وقت حیض ونفاس سے پاک ہو۔

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک طوافِ وداع واجب نہیں، بلکہ سنت ہے۔

[2] اور عمرہ کرنے والے کو بھی عمرہ سے فارغ ہوکر رخصت ہوتے وقت کئی فقہائے کرام کے نزدیک طوافِ وداع واجب یا سنت ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک واجب یا سنت نہیں، البتہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے۔
بہر حال اختلاف سے بچنے کے لئے عمرہ کرنے والے کو بھی واپسی کے وقت ایک طواف کر لینا مناسب ہے۔

اگر رخصت ہونے کے وقت عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو، تو اس سے یہ طوافِ وداع معاف ہوجاتا ہے۔

پھر اگر رخصت ہوتے وقت کسی عورت کو حیض جاری تھا، لیکن مکہ کی آبادی سے نکلنے سے پہلے اس کا حیض بند ہوگیا، تو اس پر فقہائے کرام نے طوافِ وداع کو واجب کہا ہے، لیکن یہ اس وقت ہے، جبکہ قانونی تقاضوں کی رُو سے اسے لوٹ کر آ کر طوافِ وداع کرنا ممکن ہو، ورنہ معاف ہوجائے گا، قیاساً علی الحج اذا کان مانعا عن السلطان۔

مسئلہ نمبر۴...... طوافِ وداع صحیح ہونے کے لئے صرف طواف کی نیت کرلینا کافی ہے، طوافِ وداع کی تخصیص وتعیین کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر۵...... حج کے سفر کا طوافِ وداع کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے پہلے طوافِ زیارت ادا کیا جاچکا ہو۔

مسئلہ نمبر۶...... اگر طوافِ زیارت کے بعد رخصت ہونے سے پہلے کسی حاجی نے کوئی بھی ایک طواف کرلیا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس طواف سے بھی طوافِ وداع کا واجب ادا ہوجاتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ رخصت ہونے کے وقت مستقل طور پر طوافِ وداع کرلینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۷...... طوافِ وداع کے بعد اگر کوئی مکہ مکرمہ میں مزید قیام کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا پہلے کیا ہوا طوافِ وداع ختم نہیں ہوتا، البتہ مکہ سے رخصت ہوتے وقت دوبارہ طوافِ وداع کرلینا بہتر ہے۔[2]

---

[1] اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک طوافِ وداع کا وقت حج کے تمام اُمور سے فارغ ہونے اور سفر کا ارادہ کرلینے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

[2] فأما النفر على فور الطواف فليس من شرائط جوازه حتى لو طاف للصدر ثم تشاغل بمكة بعده لا يجب عليه طواف آخر......وروى عن أبى حنيفة أنه قال إذا طاف للصدر ثم أقام إلى العشاء فأحب إلى أن يطوف طوافا آخر لئلا يحول بين طوافه وبين نفره حائل(بدائع الصنائع، ج۲ص۱۴۳، كتاب الحج، فصل شرائط جواز طواف الصدر)

لو طاف للصدر ثم أقام بمكة لشغل لم تلزمه الإعادة عندنا خلافا له (البحر الرائق، ج۲ص۳۷۷، كتاب الحج، باب الاحرام)

مسئلہ نمبر ۸...... اگر طوافِ وِداع کے اکثر چکر ترک کر دیئے، تو حنفیہ کے نزدیک دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر اکثر چکر ادا کر لئے، اور کم چکر چھوڑ دیئے، تو حنفیہ کے نزدیک ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے،، لیکن اگر بعد میں یہ چکر پورے کر لئے، تو دَم وصدقہ جو بھی واجب ہوا ہو، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اور اگر پورے طوافِ وِداع کو یا طوافِ وِداع کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کر لئے جائیں، تو حنفیہ کے نزدیک دَم واجب ہوتا ہے، اور اقل (یعنی تین یا اس سے کم) چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیئے جائیں، تو ہر چکر کے عوض میں صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور اگر پورے طوافِ وِداع کو یا طوافِ وِداع کے اکثر یا اقل (یعنی جتنے بھی) چکر بے وضو کیئے جائیں، تو ان میں ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر بعد میں اس طواف کا پاکی کی حالت میں اعادہ کر لیا جائے، تو وہ دَم وصدقہ جو بھی واجب ہوا ہو، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کسی پر طوافِ وداع واجب تھا، اور وہ طوافِ وداع کیئے بغیر واپس لوٹ گیا، تو حنفیہ کے نزدیک جب تک میقات سے باہر نہ نکلے، اس وقت تک واپس لوٹ کر آنے اور طوافِ وداع کرنے سے اس کا دَم ساقط ہو جاتا ہے، اور میقات سے باہر جانے کی صورت میں عمرہ کا احرام باندھ کر پہلے عمرہ اور پھر طوافِ وِداع کی قضاء کرنے سے دَم ساقط ہو جاتا ہے، اور اگر طوافِ وِداع کا اعادہ نہ کرے، تو دَم واجب ہوتا ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک طوافِ وداع واجب ہونے کے قول کے مطابق اگر کوئی طوافِ وداع ترک کر کے مسافتِ قصر کی مقدار سے کم پر گیا تھا، اور وہ پھر لوٹ کر آ گیا، اور طوافِ وداع کر لیا، تو اس کا دَم ساقط ہو جائے گا، اور اگر مسافتِ قصر کے بقدر فاصلہ پر چلا گیا تھا، تو پھر لوٹ کر آنے اور طوافِ وداع کا تدارک کرنے سے دَم ساقط نہیں ہوگا۔
اور مالکیہ کے نزدیک طوافِ وداع مسنون ومندوب ہے، اس لئے ان کے نزدیک نہ تو اس کے چھوڑنے پر دَم واجب ہے، اور نہ کیئے بغیر روانگی کے بعد کسی مرحلہ پر لوٹ کر آنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(باب نمبر۱۴)

حرم، مسجدِ حرام اور بیتُ اللہ سے متعلق متفرق احکام

حرم شریف، مکہ مکرمہ اور مسجدِ حرام، نیز بیتُ اللہ سے متعلق کئی مسائل ایسے ہیں، جن سے وہاں جانے والے لوگوں کو سابقہ پیش آتا ہے، اس لئے اب اس طرح کے چند مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زمین کے سب سے افضل مقامات ہیں۔

پھر فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کس کی فضیلت زیادہ ہے؟

جمہور فقہائے کرام یعنی حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق مکہ مکرمہ کی فضیلت مدینہ منورہ کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

البتہ مالکیہ کی مشہور روایت کے مطابق مدینہ منورہ کی فضیلت مکہ مکرمہ سے زیادہ ہے۔ [1]

اور مذکورہ بحث مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی باہمی ایک دوسرے پر فضیلت کے بارے میں ہے۔

جہاں تک مدینہ منورہ میں اس بقعہ اور حصہ کا تعلق ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ متصل اور مَس کئے ہوئے ہے، تو اس بارے میں اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ زمین کا یہ مخصوص حصہ و بقعہ دوسرے حصوں بشمول مسجدِ حرام اور کعبہ سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔

---

[1] اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کعبہ مکرمہ کے بارے میں یہ اختلاف نہیں ہے، کیونکہ وہ مدینہ شہر سے افضل ہے، سوائے اس بقعہ کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے مَس کئے ہوئے ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

جبکہ بعض حضرات کے بقول مدینہ منورہ کے مکہ مکرمہ سے افضل ہونے کے قول کا مِصداق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے زمانہ کا مدینہ منورہ ہے، اور آپ کے وِصال کے بعد مکہ مکرمہ کی فضیلت مدینہ منورہ پر زیادہ ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مکہ اور حرم میں مسلمان کو سکونت ورہائش کا اختیار کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے، تاکہ یہاں کی برکات حاصل کی جاسکیں۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے مکہ اور حرم میں مستقل سکونت ورہائش کو مکروہ قرار دیا ہے، تاکہ وہاں رہ کر مکہ اور حرم کی بے احترامی لازم نہ آئے۔

البتہ اگر کوئی شخص احتیاط کو اختیار کرے، اور بے احترامی سے بچنے کا اہتمام کرے، تو پھر ان کے نزدیک مکروہ نہیں۔

مسئلہ نمبر۳...... مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں قدم رکھنا، اور مسجد میں داخل ہونے کی یہ دعاء پڑھنا سنت ہے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

ترجمہ: اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے (مسلم)

اور مسجدِ حرام سے نکلتے وقت پہلے بایاں قدم باہر نکالنا، اور نکلتے وقت یہ دعاء پڑھنا سنت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں (مسلم)

مسئلہ نمبر۴...... بیتُ اللہ پر کسی بھی موقع پر نظر پڑنے کے وقت دعاء کرنا مستحب ہے، اور یہ دعاء کی قبولیت کا وقت ہے۔

لیکن آج کل جو یہ مشہور ہے کہ بیتُ اللہ میں پہلی مرتبہ داخل ہونے پر ہی دعاء کی قبولیت ہوتی ہے، اور اس وقت بیتُ اللہ پر نظر جما کر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس طرح کی قیود اور تخصیصات کی کوئی معتبر سند نہیں ملی۔

اور ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ چار مقامات پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دعاء قبول کی جاتی ہے، ان میں سے ایک مقام کعبہ کو دیکھنے کا ہے۔

مگر اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، اس لئے اس پر عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے (تفصیل

کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

البتہ بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت فی نفسہٖ دعاء کرنا مستحب ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

مسئلہ نمبر۵...... بیتُ اللہ پر نظر پڑنے پر دعا کرتے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا بعض فقہائے کرام کے نزدیک مستحب ہے، جبکہ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق اس موقع پر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا مستحب نہیں، بلکہ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کرنا مستحب ہے۔

البتہ اس موقع پر شریعت کی طرف سے کوئی مخصوص دعاء مقرر نہیں کی گئی۔

اور ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیتُ اللہ کو دیکھتے، تو اپنے ہاتھ اٹھاتے اور یہ دعاء کرتے کہ:

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَمَھَابَةً، وَزِدْ مِنْ شَرَفِهٖ وَعَظِمِهٖ مِمَّنْ حَجَّهٗ أَوْ اِعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَبِرًّا.

مگر اس روایت کی سند کو محدثین نے مرسل و منقطع اور ضعیف قرار دیا ہے۔

اس لئے اس دعاء کو سنت سمجھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

مسئلہ نمبر۶ ...... عام حالات میں مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کو اگر کوئی عذر نہ ہو، تو بیتُ اللہ کا طواف کرنا افضل ہے، البتہ اگر اس وقت طواف کرنے میں کوئی عذر ہو، اور مکروہ وقت نہ ہو، تو دو رکعت نفل تحیۃُ المسجد پڑھنا افضل ہے، اور اگر مکروہ وقت ہو تو پھر تحیۃُ المسجد نہ پڑھے، البتہ کوئی ذکر مثلاً:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ .

وغیرہ پڑھ لے، تو بہتر ہے۔ [1]

---

[1] مندرجہ بالا حکم حنفیہ کے نزدیک ہے، جبکہ شافعیہ کے نزدیک حرم شریف کی حدود میں مکروہ اوقات میں بھی نفل نماز کا پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ محمد رضوان۔

اور اگر اس وقت فرض نماز فوت ہونے والی ہو، یا جماعت فوت ہونے والی ہو، تو طواف میں مشغول ہونے کے بجائے فرض نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا یا جماعت میں شامل ہونا مقدم ہے۔

مسئلہ نمبرے...... صحیح احادیث کے مطابق مسجدِ حرام میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ (دوسری مساجد میں) میں نماز پڑھنے سے لاکھ درجہ افضل ہے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

اور مسجدِ حرام میں یہ ثواب کا اضافہ اجزا کے اعتبار سے نہیں ہوتا کہ ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہو جائے، بلکہ اس نماز کے ثواب میں ہی اضافہ کیا جاتا ہے۔

پھر مذکورہ فضیلت کے فرض نماز میں حاصل ہونے پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے، لیکن نفل نماز کے بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات اس فضیلت کو فرض نماز کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں، کیونکہ نفل نماز کو صحیح احادیث کی رُو سے گھر میں پڑھنا افضل ہے، جبکہ بعض فقہائے کرام اس فضیلت کو فرض اور نفل دونوں کے لئے عام قرار دیتے ہیں۔

نیز مسجدِ حرام میں مذکورہ فضیلت مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، اور خواتین کو وہاں اپنے

---

[1] رقم الحديث ١٤٠٦، باب ما جاء فى فضل الصلاة فى المسجد الحرام ومسجد النبى صلى الله عليه وسلم، مسنداحمد، رقم الحديث ١٥٢٧١.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخارى (حاشية مسند احمد وحاشية ابنِ ماجه)

گھروں اور رہائش گاہوں میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہی زیادہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... بعض لوگ مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں قضاء نمازیں پڑھنے کا اس لئے اہتمام کرتے ہیں کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مسجدِ نبوی میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں ایک وقت کی قضاء شدہ نماز ادا کرتا ہے، تو اس کے ذمہ سے ایک لاکھ یا ایک ہزار قضاء نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔

حالانکہ یہ نظریہ قطعی طور پر غلط ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ وہاں ایک قضاء نماز پڑھنے سے صرف ایک قضاء نماز ہی ادا ہوتی ہے نہ کہ زیادہ۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نمازوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے، لیکن وہاں پڑھی گئی نمازوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک ہی نماز ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ رمضانُ المبارک کے ثواب کو پیشِ نظر رکھ کر رمضانُ المبارک میں حرمین شریفین میں پہنچ کر قضاء نمازیں اس حساب سے پڑھتے ہیں کہ رمضان میں اس طرح کرنے سے ایک نماز پڑھنے سے بہت سی قضاء نمازیں ذمہ میں سے ادا ہو جاتی ہیں۔

ایسے سستے نسخے اگر شریعت میں ہوتے تو پھر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو (جو کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نماز ادا فرماتے تھے) روزمرہ اور پوری زندگی نمازوں کی پابندی کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح چودہ سو سال سے زائد کے گزرے ہوئے عرصہ میں بھی تمام مسلمان اس آسان نسخہ سے فائدہ اُٹھاتے۔

مسئلہ نمبر ۹...... خواتین کو خاص نماز پڑھنے کے لئے مسجدِ حرام میں جانے کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ صحیح احادیث کی رو سے اُن کو وہاں بھی اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے۔

چنانچہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی سب سے بہترین مساجد ان کے اندرونی گھر ہیں (مسند احمد)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث وروایات ہیں۔

اور اگر خواتین مسجدِ حرام میں نماز کے لئے آئیں، اور مرد حضرات سے الگ کھڑی ہو کر نماز پڑھیں، تو جائز ہے، لیکن آنے جانے اور نماز کے دوران پردہ کا اہتمام کرنا چاہئے، اور یہ بھی کہ وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں، ورنہ مکروہ اور گناہ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک دوسری جگہوں کے مقابلہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر جس طرح مسجدِ حرام میں حاصل ہوتا ہے، اسی طرح مسجدِ حرام کے علاوہ حرم کی پوری حدود میں حاصل ہوتا ہے۔

جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ فضیلت مسجدِ حرام کی حدود میں نماز پڑھنے کی صورت میں حاصل ہوتی ہے، اگرچہ مسجدِ حرام کی حدود وسیع کر دی جائیں۔

اور مسجدِ حرام سے باہر مگر حرم کی حدود میں پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت بھی اگرچہ بہت عظیم ہے، مگر وہ فضیلت مسجدِ حرام کی حدود میں پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت سے کم ہے۔

یاد رہے کہ بیت اللہ کے ارد گرد حرم کی مخصوص حدود شریعت کی طرف سے مقرر ہیں، اور آج کل حرم کی ہر طرف سے مقررہ حدود پر سعودی حکومت کی طرف سے نشانات اور علامات قائم کر دی گئی ہیں، ان کو حرم کی حدود کہا جاتا ہے، جس کی بیت اللہ سے قریب ترین جہت ''تنعیم'' یا مسجدِ عائشہ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۱...... حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے عام

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۵۴۲؛ صحیح ابنِ خزیمة، رقم الحدیث ۱۶۸۳ .
قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن بشواھدہ (حاشیة مسند احمد)

نمازوں میں امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ حنفیہ کی مشہور روایت کے مطابق عورت کی اُس نماز کے درست ہونے کے لئے، جو وہ مرد امام کی اقتداء میں پڑھے، یہ ضروری ہے کہ مرد امام عورت یا عورتوں کا امام ہونے کی نیت کرے، البتہ اگر مجمع زیادہ ہو، جیسے جمعہ وعیدین کا اجتماع، تو پھر بعض حنفیہ کے نزدیک نیت کرنا ضروری نہیں۔

جبکہ حنفیہ میں سے امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک اور حضرت حسن کی امام ابوحنیفہ سے مروی ایک روایت کے مطابق جب عورت مرد کے برابر میں نہ کھڑی ہو، بلکہ پیچھے کھڑی ہو، تو اس کی نماز درست ہونے کے لئے امام کا عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت، بہر حال امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل کے بعد عرض ہے کہ حرمین شریفین میں باجماعت پانچوں نمازوں میں بہت سی خواتین بھی شامل ہوتی ہیں، تو اگر امام خواتین کی امامت کی نیت کرلے، تو پھر تو خواتین کی نماز درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور اگر امام خواتین کی امامت کی نیت نہ کرے، تو حنفیہ کے اصول اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق خواتین کی نماز درست نہیں ہوگی۔

اب رہا یہ کہ حرمین شریفین کے ائمہ خواتین کی امامت کی بھی نیت کرتے ہیں یا نہیں؟ تو ظاہر یہی ہے کہ وہ خواتین کی امامت کی بھی نیت کرتے ہوں گے، کیونکہ وہاں تقریباً ہر نماز باجماعت میں کثرت سے عورتوں کی شرکت بلکہ وہاں خواتین کے نماز پڑھنے کے لئے مخصوص جگہوں کی باقاعدہ تعیین کی وجہ سے ائمہ حضرات کو عورتوں کی شرکت کا علم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی طرف سے عورتوں کی امامت کی نیت ہونے کا غالب گمان ہے۔

نیز وہاں کے اکثر ائمۂ کرام حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اور حنبلی مسلک میں راجح یہ ہے

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک تمام نمازوں میں امام کو امامت کی نیت کرنا مستحب ہے، اور جمعہ کی نماز اور لوٹائی جانے والی نماز اور منذور نماز میں شافعیہ کے نزدیک اور جن نمازوں میں جماعت شرط ہے، مثلاً جمعہ، ان میں مالکیہ کے نزدیک امام کو امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔

کہ امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری ہے، جس میں عورتوں کی امامت کی نیت بھی شامل ہے، لہٰذا وہاں کے ائمہ کے متعلق یہی گمان ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کی بھی نیت کرتے ہوں گے۔

اور اگر بالفرض کوئی امام عورتوں کی امامت کی نیت نہ کرے، تب بھی بڑے مجامع میں بعض حنفیہ کے نزدیک نیت نہ ہونے کے قول اور ابتلائے عام اور حرج کی وجہ سے نیز بے شمار عورتوں کی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اور حضرت حسن کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی روایت اور امام زفر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز درست ہونے کا ہی حکم ہونا چاہئے۔

اور اگر کوئی عورت کسی مَرد کے ساتھ صف میں کھڑی ہو کر جماعت میں شامل ہو، تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... اگر کوئی عاقل، بالغ عورت باجماعت نماز میں عاقل، بالغ، محرَم یا نامحرَم مرد کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز پڑھے، تو جمہور فقہائے کرام یعنی شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی، نہ عورت کی اور نہ مرد کی، کیونکہ کسی کی نماز فاسد ہونے کی کوئی معقول شرعی دلیل نہیں پائی جاتی۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک عورت کو اس طرح، مرد کے ساتھ بغیر کسی حائل کے نماز باجماعت میں شامل ہونا مکروہ ہے، بلکہ عورت کو مَردوں کی صف سے الگ کھڑے ہو کر جماعت کی نماز میں شامل ہونا چاہئے، کیونکہ شریعت سے اسی طرح عورت کا نماز پڑھنا ثابت ہے اور دلیل کے اعتبار سے یہ معقول اور مضبوط قول ہے، جبکہ حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مذکورہ صورت میں عورت کی نماز تو فاسد نہیں ہوتی، البتہ اس کے دائیں بائیں متصل کھڑے ہونے والے اور اس کے عین پچھلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے مرد حضرات کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، خواہ وہ مرد حضرات اس عورت کے محرم رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، مگر ان حضرات کی نماز فاسد ہونے کے لئے کئی قسم کی شرائط ہیں، مثلاً یہ کہ وہ عورت یا اس کے ساتھ یا پیچھے کھڑے ہوئے مرد حضرات ایک ہی نماز باجماعت میں شریک ہوں، اور

یہ کہ وہ عورت اپنے دائیں بائیں کے مرد حضرات کے ساتھ بغیر کسی حائل کے کھڑی ہو، اور یہ کہ امام نے اس عورت کی امامت کی بھی نیت کی ہو، وغیرہ۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... بعض خواتین و حضرات حرمین شریفین میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی دنیاوی باتوں اور فضول گوئیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، جبکہ عام مسجدوں میں بھی دنیا کی باتیں کرنا منع ہے، اور حرمین شریفین کی مساجد تو اور زیادہ عظمت واحترام کے قابل ہیں، اس لئے حرمین شریفین میں فضول گوئی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اور بعض لوگ مسجدِ حرام میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر آنے جانے اور طواف کرنے والوں کو دیکھ دیکھ کر عیب جوئی اور تمسخر کرتے رہتے ہیں، جو کہ سخت گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک حرم کی حدود میں جو گناہ اور برائی کی جائے، اس کی شدت بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہے، جس اعتبار سے نیک اعمال کا ثواب زیادہ ہے، جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک حرم کی حدود میں گناہ کرنا اگرچہ دوسرے مقامات کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہے، مگر اس کی شدت وہاں نیک اعمال کرنے کے تناسب کے برابر نہیں ہے، چنانچہ وہاں ایک گناہ کرنا ایک لاکھ گناہوں کے برابر نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔
بعض لوگ عمرہ کے سفر اور مکہ ومدینہ میں قیام کے زمانہ میں آپس میں بہت لڑتے جھگڑتے ہیں، ذرا ذرا سی ناگوار اور طبیعت کے خلاف بات پیش آجانے پر لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں، خاص طور پر جگہ لینے اور سامان وغیرہ رکھنے اور بیٹھنے اٹھنے، لیٹنے اور رہنے سہنے کے معاملات پر لڑتے جھگڑتے ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس قدر حد سے بڑھ جاتے ہیں کہ گالی گلوچ اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے، حالانکہ لڑنا جھگڑنا تو عام حالات میں بھی برا ہے

---

[1] البتہ اگر نماز شروع ہو جانے کے بعد عورت، مرد کے برابر میں آ کر کھڑی ہوئی، اور مرد نے عورت کو پیچھے ہو جانے کا اشارہ کیا، مگر پھر بھی عورت پیچھے نہیں گئی، تو اس صورت میں حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مرد کے بجائے عورت کی نماز فاسد ہوگی۔

اور عمرہ یا اس کے سفر کی وجہ سے اس گناہ کی قباحت وشناعت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے، سفر کیسا ہی ہو مشقت تو اس میں ہوتی ہی ہے، اس لئے سفر میں غصہ تھوک کر اور آرام گھر میں چھوڑ کر جانا چاہئے اور اپنے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہئے اور ہر قدم پر تحمل، صبر وضبط اور ہمدردی وایثار سے کام لینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اوقات کی قدر کرنی چاہئے، اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال میں مشغول رہنا چاہئے اور سیر وتفریح اور خرید وفروخت وغیرہ کے بجائے نیک اعمال میں زیادہ وقت خرچ کرنا چاہئے۔

بعض لوگوں کا پہلے سے مقصد سیر وتفریح اور خرید وفروخت کا تو نہیں ہوتا، لیکن وہاں جانے کے بعد چمک دمک دیکھ کر خواہ مخواہ بازاروں اور دوکانوں کے چکر کاٹتے ہیں کچھ خریدنا بھی نہ ہو، تب بھی ویسے ہی مختلف چیزوں کو دیکھ کر دل بہلاتے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے قیمتی اوقات ضائع کر دیتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے۔

بہت سے لوگ حج کے سفر میں بھی مکہ ومدینہ میں قیام کے دوران ڈاڑھی مونڈنا نہیں چھوڑتے اور بے دھڑک ڈاڑھی مونڈتے رہتے ہیں۔

اس گناہ سے تو دوسرے اوقات ومقامات پر بھی بچنا چاہئے اور بطورِ خاص مکہ ومدینہ میں قیام کے دوران بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... بعض لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کبوتروں اور دوسرے پرندوں کو اناج، چاول، باجرا وغیرہ ڈالنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے لوگ حج وعمرہ پر جانے والوں کو اس غرض کے لئے رقم فراہم کرتے ہیں، پھر وہاں گلی کوچوں، راستوں اور بازاروں میں اور چلنے والوں کے پیروں کے نیچے اس رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے اور چلنے والوں بلکہ بعض اوقات مسجد حرام کے قریب نماز پڑھنے والوں کو رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، حتیٰ کہ صفائی کے لئے وہاں جاروب کشوں کو مقرر کرنا پڑتا ہے، اور بعض ناواقف اس کام کی منت اور

نذر بھی مانتے ہیں، حالانکہ اگرچہ پرندوں کو کھلانا پلانا باعث اجروثواب ہے، لیکن اس میں اتنا غلو کرنا جیسا کہ عام لوگوں نے سمجھا ہوا ہے، اور رزق کی بے ادبی کرانا اور دوسروں کو ایذاء و تکلیف پہنچانا، درست نہیں، لہٰذا اس طرح کی بے حرمتی اور غلو سے بچنا چاہئے، البتہ حدود کے اندر رہتے ہوئے ان خرابیوں سے بچ کر پرندوں کے لئے کھانے پینے کی اشیاء ایک طرف ڈالنے میں حرج نہیں بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور رزق کی بے ادبی اور ضیاع نہ ہو اور حد سے تجاوز بھی نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... جب کعبہ کے باہر نماز باجماعت ادا کی جائے، اور مقتدی کعبہ کے ادگرد ہوں، تو کعبہ کے جس طرف امام کھڑا ہو، اس طرف کو چھوڑ کر کعبہ کے دوسرے اطراف میں اگر مقتدی کعبہ کے زیادہ قریب ہوں، اور کعبہ سے امام کا فاصلہ مقتدیوں کے مقابلہ میں زیادہ ہو، تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔

البتہ کعبہ کے جس طرف امام کھڑا ہو، اس طرف کھڑا ہونے والا کوئی مقتدی امام کے مقابلہ میں کعبہ کے زیادہ قریب کھڑا ہو، تو حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۹...... مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کی اندرونی حدود میں جب باجماعت نماز ادا کی جائے، تو امام اور مقتدی کے درمیان کچھ فصل ہوجانے، اور صفوں کے درمیان اتصال نہ ہونے کی صورت میں بھی مقتدی کی نماز درست ہوجاتی ہے، اگرچہ بلاعذر ایسا کرنا مکروہ کہلاتا ہے۔

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔

فرع: فی مذاهب العلماء فی تقدم موقف المأموم :قد ذکرنا أن الصحيح من مذهبنا أن الصلاة تبطل بـه وبه قال أبو حنيفة وأحمد وقال مالک واسحق وأبو ثور وداود يجوز هكذا حكاه أصحابنا عنهم مـطـلـقـا وحـكـاه ابـن الـمـنـذر عـن مـالک واسحق وابی ثور إذا ضاق الموضع (المجموع شرح المهذب، ج۴، ص ۳۰۰، باب موقف الامام و الماموم)

الـمـصـلـون حـولها يجوز أن يتقدم منهم المأموم على الإمام، إن لم يكن فی جانبه، على أن المالكية أجـازوا تـقـدم الـمأموم على الإمام مطلقا، وكرهوه لغير ضرورة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۲۷۲، مادة "اختصاص")

اور اگر کوئی شخص مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے باہر کھڑا ہو کر جماعت میں شریک ہو، تو اس کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اپنے سامنے زیادہ طویل فاصلہ نہ چھوڑے، اور دائیں بائیں سے بھی حتی الامکان صفوں کے متصل ہونے کا اہتمام کرے، کیونکہ زیادہ فاصلہ ہو جانے، اور صفوں کے متصل نہ ہونے کی بعض صورتوں میں مقتدی کی نماز درست نہیں ہوتی۔

اسی طرح اگر کوئی مسجدِ نبوی میں امام سے آگے کھڑا ہو کر جماعت کے ساتھ شریک ہو، تو اس کی بھی نماز درست نہیں ہوتی، آج کل بعض لوگ مسجدِ نبوی کی محراب اور قبلہ کی طرف سے خالی جگہ میں امام سے بھی آگے کھڑے ہو کر، نماز باجماعت میں شریک ہو جاتے ہیں، اور امام ان کے پیچھے ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی نماز درست نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۰...... مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے والے کے سامنے سے لوگوں کو گزرنا حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ مطاف میں طواف کرنے والوں کو گزرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، نیز کعبہ کے اردگرد دائرہ بنا کر لوگ نماز پڑھتے ہیں، اور کعبہ کا نماز باجماعت کے علاوہ ہر وقت طواف جاری رہتا ہے، نیز کعبہ میں ہر وقت لوگوں کی آمدورفت رہتی ہے، اس لئے ممانعت کی صورت میں لوگوں کو سخت مشکل اور تنگی لازم آتی ہے، اور حرج وتنگی شرعاً مرفوع ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۱...... جو شخص بیتُ اللہ کے قریب اور اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہا

---

[1] اتحاد مكان صلاة الإمام والمقتدى برؤية أو سماع ولو بمبلغ، فلو اختلف مكانهما لم يصح الاقتداء ، على تفصيل بين المذاهب .وهذا شرط عند الجمهور غير المالكية؛ لأن الاقتداء يقتضى التبعية فى الصلاة، والمكان من لوازم الصلاة، فيقتضى التبعية فى المكان ضرورة، وعند اختلاف المكان تنعدم التبعية فى المكان، فتنعدم التبعية فى الصلاة، لانعدام لازمها.
أما المالكية فقالوا :لا يشترط هذا الشرط، فاختلاف مكان الإمام والمأموم لا يمنع صحة الاقتداء ، ووجود حائل من نهر أو طريق أو جدار لا يمنع الاقتداء ، متى أمكن ضبط أفعال الإمام برؤية أو سماع، ولا يشترط إمكان التوصل إليه، إلا الجمعة، فلو صلى المأموم فى بيت مجاور للمسجد مقتديا بإمامه، فصلاته باطلة؛ لأن الجامع شرط فى صحة الجمعة(الفِقهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج۲،ص۱۲۴۷،الباب الثانى :الصلاة ،الفصل العاشر،المطلب الرابع)

[2] بلکہ حنابلہ کے نزدیک حرم کی جملہ حدود میں نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔

ہو، تو اس کو نماز میں عین بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے، بیتُ اللہ کی سمت کی طرف رخ کرلینا، جبکہ عین بیتُ اللہ کی طرف رخ نہ ہو، کافی نہیں۔

اور اسی وجہ سے بیتُ اللہ کے قریب جب جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے، تو مقتدیوں کو سیدھی صفیں بنانے کے بجائے، اس طرح دائرہ کی شکل میں صفیں بنانا ضروری ہے کہ ہر مقتدی کا رُخ بعینہٖ بیتُ اللہ کی طرف ہوجائے۔

مسئلہ نمبر۲۲...... جو شخص مکہ یا حرم کی حدود میں اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کو بیتُ اللہ نظر نہ آ رہا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو عین بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا ضروری نہیں، بلکہ جس طرف بیتُ اللہ واقع ہے، اس کی سمت میں رخ کرلینا کافی ہے۔

اور جو شخص مکہ یا حرم کی حدود سے دور ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کو نماز میں اس سمت کی طرف رخ کرلینا کافی ہے، جس سمت میں بیتُ اللہ واقع ہے، خاص اور عین بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر۲۳...... حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک بیتُ اللہ وکعبہ کی اندرونی حدود میں داخل ہو کر فرض اور نفل ہر قسم کی نماز پڑھنا جائز ہے، اور اس صورت میں نمازی جس طرف بھی رخ کرلے، درست ہے۔

جبکہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بیتُ اللہ کی اندرونی حدود میں نفل نماز تو جائز ہے، مگر فرض نماز جائز نہیں۔

اور حطیم والے حصہ کے اندر بھی نماز پڑھنا جائز ہے، مگر حطیم کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ بیتُ اللہ وکعبہ کی طرف رخ کرلیا جائے۔

مسئلہ نمبر۲۴...... حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک بیتُ اللہ کی چھت پر چڑھ کر فرض اور نفل نماز پڑھنا بھی درست ہے، اگرچہ بلاضرورت بیتُ اللہ کی چھت پر چڑھنا مکروہ اور ادب کے خلاف ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بیتُ اللہ کی چھت پر فرض نماز صحیح نہیں ہوتی۔

اور مذکورہ حکم بیتُ اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کے بارے میں ہے، اور اگر بیتُ اللہ کی حدود سے دائیں بائیں کسی عمارت یا مسجدِ حرام کی چھت پر چڑھ کر نماز پڑھے، اور بیتُ اللہ کی طرف رخ کرلے، تو اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

مسئلہ نمبر۲۵...... اگر کسی طرح سے کوئی بیتُ اللہ کی اندرونی حدود کے نیچے پہنچ کر نماز پڑھے، تو حنفیہ کے نزدیک بیتُ اللہ کی اندرونی حدود میں نماز پڑھنے کی طرح، وہاں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲۶...... جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہوجاتا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی مشہور روایت کے مطابق عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔

اور ایک مثل کے بعد عصر کی نماز کا وقت شروع ہونے کے دلائل بھی انتہائی قوی ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، جس کے پیشِ نظر بعض مشائخِ حنفیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض نے ضرورت کے وقت ایک مثل کے بعد بھی عصر کی نماز پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ [2]

اور حرمین شریفین میں عصر کی نماز ایک مثل کے بعد ادا کی جاتی ہے، اور بعض ہجوم کے اوقات میں ایک مثل کے بعد اذان کے فوراً بعد عصر کی نماز ادا کرلی جاتی ہے، اور حرمین شریفین میں باجماعت نماز پڑھنے کے عظیمُ الشان اور مخصوص فضائل کے پیشِ نظر عصر کی نماز ایک مثل کے بعد اور دو مثل سے پہلے باجماعت پڑھ لینا نہ صرف یہ کہ جائز، بلکہ افضل ہے۔

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

[2] چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وقتِ مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے، روایاتِ حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے، دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں، بناء علیہ ایک مثل پر عصر ہوجاتی ہے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب، صفحہ ۳۱۵، کتاب الصلاۃ، باب نماز کے وقتوں کا بیان)

مسئلہ نمبر ۲۷...... حرمین شریفین (مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی) میں فرض نمازوں کے اوقات میں نمازِ جنازہ بھی کثرت سے پڑھایا جاتا ہے۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک بلا عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، خواہ میت مسجد میں ہو، یا میت تو مسجد سے باہر ہو، اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے لوگ مسجد میں ہوں۔

اور اگر لوگ زیادہ ہوں، جن کا کسی اور جگہ سمانا مشکل ہو، تو پھر ایسی حالت میں مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا بعض مشائخِ حنفیہ کے نزدیک ناجائز تو نہیں ہوتا، لیکن خلافِ اولیٰ ہوتا ہے۔

اور اگر بارش وغیرہ جیسے عذر کی وجہ سے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھا جائے، تو پھر خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہوتا، بشرطیکہ مسجد میت کے جسم سے نکلنے والی غلاظت سے محفوظ رہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک اگر میت کو مسجد سے باہر رکھ کر اس طرح جنازہ پڑھا جائے، کہ امام اور مقتدی مسجد میں ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر مسجد، میت کے جسم سے نکلنے والی غلاظت سے محفوظ ہو، تو پھر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز، اور شافعیہ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

اور مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نمازیوں کی تعداد تقریباً ہر نماز میں اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان کا ان مساجد سے باہر سمانا مشکل ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں حنفیہ کے نزدیک بھی وہاں نمازِ جنازہ میں شمولیت اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۸...... حرم اور مکہ مکرمہ میں بعض متبرک ومقدس اور تاریخی مقامات کی زیارت کرنا بھی نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے، بشرطیکہ اس میں بے جا غلو نہ کیا جائے، اور کسی قسم کی

---

[۱] البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر بعض فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنے کا حکم ہے، آج کل حرمین شریفین میں بھی اسی کے مطابق عمل کیا جاتا ہے، اور حنفی کو ایسے امام کی اقتداء میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی ممانعت نہیں، مقتدی خود سے بھی دوسری طرف سلام پھیر سکتا ہے۔

بدعات ومنکرات کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

مثلاً جبلِ ثور (جس میں ہجرت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پناہ حاصل کی تھی) اور غارِحراء (جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تھا) اور دارِارقم جو صفا کے قریب واقع ہے (اور یہ ابتدائے اسلام میں خاموش دعوتِ اسلام کا مرکز تھا، اور اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے) اور مکہ مکرمہ کا مشہور قبرستان جس کو مقبرۃُ المعلاۃ، یا مقبرۃُ الحجون یا جنۃُ المعلّٰی کہا جاتا ہے (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے دور سے لے کر آج تک ایک تاریخی قبرستان رہا ہے، اور اس میں کئی جلیلُ القدر صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام واولیائے کرام کی قبریں ہیں، اور اسی میں اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر بھی ہے)

مسئلہ نمبر۲۹...... حرمین شریفین میں ہجوم کے زمانہ میں بعض اوقات نماز پڑھنے والے کو، زمین پر سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ملتی، ایسی صورت میں اپنے سے آگے والے نمازی کی پشت پر سجدہ کرلینے کی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنٰى هٰذَا الْمَسْجِدَ وَنَحْنُ مَعَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ، فَإِذَااشْتَدَّ الزِّحَامُ فَلْيَسْجُدِ الرَّجُلُ مِنْكُمْ عَلٰى ظَهْرِ أَخِيْهِ ،وَرَأٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ فِي الطَّرِيْقِ، فَقَالَ: صَلُّوْا فِي الْمَسْجِدِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد (نبوی) کی بنیاد ڈالی، اور ہم مہاجرین اور انصار آپ کے ساتھ تھے، پس جب (نماز پڑھنے کی جگہ میں) ہجوم شدید ہوجائے، تو تم میں سے آدمی اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کرے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے فرمایا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

کہ تم مسجد میں نماز پڑھو (مسند احمد)

اس روایت کی بناء پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے فرمایا کہ جب نماز پڑھنے کے دوران زیادہ رَش اور ہجوم ہو (جیسا کہ حج کے زمانہ میں مسجدِ حرام و مسجدِ نبوی میں ہوتا ہے) یا بارش یا برف باری وغیرہ کی وجہ سے مسجد کے اندر جگہ کی تنگی ہو، اور سب لوگوں کو سجدہ کی جگہ میں دشواری ہو، اور زمین پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو نمازیوں کو اپنے سے آگے والے نمازیوں کی پشت پر سجدہ کرنا جائز بلکہ واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۰...... مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کو اپنے جوتے محفوظ جگہ رکھنا چاہئے، تاکہ واپسی پر کسی قسم کی دشواری نہ ہو، کیونکہ مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے دروازوں پر چھوڑے ہوئے جوتے عموماً تبدیل ہوجاتے ہیں، یا پھر زیادہ جوتے جمع ہونے پر حکومت کی طرف سے ان کو اٹھا دیا جاتا ہے، اور یہاں جوتے جمع ہونے سے داخل ہونے والوں کو بھی خلل آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] إذا زحم المأموم وتعذر عليه السجود على الأرض متابعة للإمام، وقدر على السجود على ظهر إنسان أو دابة، فهل يلزمه السجود على ذلک؟ اختلف فيه الأئمة .فذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى :أنه يلزمه أن يسجد على ما يمكنه السجود عليه، وإن كان على ظهر إنسان أو قدمه؛ لتمكنه من المتابعة، ولخبر إذا اشتد الزحام فليسجد أحدكم على ظهر أخيه فإن لم يسجد فمتخلف عن المتابعة بغير عذر عند الأئمة المذكورين .وعند المالكية :لا يجوز السجود على ظهر الإنسان، فإن سجد أعاد الصلاة .ويستدلون لذلک بقول النبى صلى الله عليه وسلم :مكن جبهتک من الأرض ولا يحصل التمكين من الأرض فى حالة السجود على ظهر إنسان .أما إذا لم يتمكن من السجود مطلقا، فهل يخرج عن المتابعة أو ينتظر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١، ص ٢٣٤، مادة "تزاحم")

(باب نمبر ۱۵)

مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی سے متعلق متفرق احکام

حج وعمرہ کرنے والے حضرات عام طور پر مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی میں بھی حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جو انتہائی مبارک عمل ہے، اس لئے مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی سے متعلق بھی چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... کئی صحیح احادیث کی رو سے مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مساجد کے مقابلہ میں ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

جبکہ مسجدِ حرام یا مسجدِ بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (بخاری، رقم الحديث ۱۱۹۰) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے، سوائے مسجدِ حرام کے (کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب دوسری عام مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ درجہ بہتر ہے) (بخاری)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے، جبکہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

---

[۱] كتاب فضل الصلاة فى مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة فى مسجد مكة والمدينة.

البتہ ایک روایت میں مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ذکر کیا گیا ہے۔

مگر اولاً تو اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، بعض حضرات نے اس حدیث کو شدید منکر تک بھی قرار دیا ہے، اور اس روایت کی کسی دوسری روایت سے تائید بھی نہیں ہوتی، بلکہ دوسری کثیر اور صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں، اور ان میں مسجدِ نبوی میں پچاس ہزار کے بجائے ایک ہزار نمازوں کے برابر ثواب حاصل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

اس لئے اس ضعیف اور بعض حضرات کے بقول شدید ضعیف ومنکر روایت کو دوسری صحیح اور کثیر روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول کرنا مشکل ہے، اگر چہ موجودہ دور کے بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے، اور اسی وجہ سے بہت سے عوام میں مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار گُنا ہونا مشہور ہے، بلکہ اس کا پختہ عقیدہ بنا ہوا ہے، جو کہ درست نہیں ہے، اور اس عقیدہ کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

تفصیل اور دلائل کے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''

مسئلہ نمبر۲...... مسجدِ نبوی میں ایک نماز کی فضیلت جو ہزار نمازوں کی فضیلت کے برابر حاصل ہوتی ہے، اس فضیلت کے فرض نماز سے متعلق ہونے میں تو شبہ نہیں۔

اور جہاں تک نفل اور سنت نمازوں کی فضیلت کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض فقہائے کرام اس بات کے قائل ہیں کہ مسجدِ نبوی میں جس طرح مذکورہ فضیلت فرض نمازیں پڑھ کر حاصل ہوتی ہے، اسی طرح سنت اور نفل نمازیں پڑھ کر بھی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ احادیث میں فرض نمازوں کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔

جبکہ بعض فقہائے کرام اس بات کے قائل ہیں کہ مسجدِ نبوی میں مذکورہ فضیلت صرف فرض نمازیں پڑھ کر حاصل ہوتی ہے، سنت اور نفل نمازیں پڑھ کر حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح احادیث کی رُو سے سنت اور نفل نمازوں کا گھروں اور رہائش گاہوں میں پڑھنا زیادہ فضیلت

کا باعث ہے۔

اسی طرح خواتین کو بھی مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے بغیر وہاں اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں باپردہ رہ کر نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۳...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں مسجدِ نبوی کے اندر چالیس نمازیں پڑھنے کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ عمل کرنے والے کے لئے آگ اور نفاق سے براءت اور عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

مگر اس حدیث کی سند کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔

لیکن اس کے برعکس کئی محدثین نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے۔

اگر اس کی سند کو ضعیف بھی قرار دیا جائے، تب بھی چالیس نمازوں کی فضیلت کی حد تک اس حدیث کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

اور چالیس فرض نمازوں کے آٹھ دن بنتے ہیں، یعنی چالیس فرض نمازوں کی تعداد آٹھ دنوں میں مکمل ہو جاتی ہے۔

اور صحیح اور کثیر احادیث سے مسجدِ نبوی میں پڑھی جانے والی ایک نماز کا ثواب ہزار گنا زیادہ ہونا ثابت ہے، جس کی رُو سے مسجدِ نبوی میں کم از کم دو رکعتیں پڑھنا بھی انتہائی عظیم فضیلت واہمیت سے خالی نہیں۔

اسی لئے بعض روایات میں مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے کو وہاں سے باہر نکلنے سے پہلے مسجدِ نبوی میں کم از کم دو رکعت پڑھنے کا حکم آیا ہے۔

---

[۱] اور مالکیہ نے اہلِ مدینہ اور غیر اہلِ مدینہ کے اعتبار سے مسجدِ نبوی میں نماز کی فضیلت کا فرق کیا ہے، چنانچہ جو اہلِ مدینہ یعنی مدینہ کے باشندے ہیں، ان کو تو اپنے گھروں میں سنت ونفل نمازوں کے پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، البتہ سنتِ مؤکدہ اور ایسی نمازیں کہ جن میں جماعت کرنا مسنون ومشروع ہے، ان کے مسجدِ نبوی میں ادا کرنے کی زیادہ فضیلت ہے، اور جو مدینہ منورہ سے باہر کے اجنبی اور مسافر لوگ ہیں، ان کے لئے عام سنت اور نفل نمازوں کا مسجدِ نبوی میں ہی پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

لیکن چالیس نمازیں مسجدِ نبوی میں پڑھنے کی جو فضیلت مذکورہ حدیث میں بیان کی گئی ہے، اس کو مسجدِ نبوی کی نمازوں کی فضیلت کی حد تک تو تسلیم کیا جا سکتا ہے، مگر اس سلسلہ میں یہ عقیدہ رکھنا مناسب نہیں کہ وہاں چالیس نمازیں پڑھنے سے بہرحال جہنم اور نفاق سے برائت اور عذاب سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

تفصیل اور دلائل کے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل و احکام''

مسئلہ نمبر۴...... مسجدِ نبوی کی غرض سے سفر کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ صحیح احادیث کی رُو سے باعثِ ثواب ہے، جس کے دلائل اور تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل و احکام'' میں ذکر کر دی ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... مسجدِ نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرے (یا آپ کی قبر مبارک) کے درمیان والی جگہ بڑی بابرکت اور باعثِ فضیلت ہے، جس کو احادیث میں ''رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'' یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیا گیا ہے۔

ان احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ جس شخص کا مسجدِ نبوی میں جانے کا ارادہ ہو، تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ریاض الجنہ میں حاضر ہونے کے ارادہ سے مسجدِ نبوی میں داخل ہو، جس کا مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے درمیان ہے، اور اگر بآسانی ممکن ہو تو منبر کے قریب دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی ادا کرے۔

اور مسجدِ نبوی میں داخل ہونے والے کے لئے اعتکاف کی نیت کر لینا بھی بہتر ہے، کیونکہ مسجدِ نبوی میں اعتکاف کی فضیلت دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے، اور مسجدِ حرام کے اعتکاف کی فضیلت اور بھی زیادہ ہے۔

مسئلہ نمبر۶ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اہم اور بڑی فضیلت والے اعمال میں سے ہے، اور یہ اکثر و جمہور اہلِ علم حضرات کے نزدیک سنت و مستحب اعمال میں سے ہے، جبکہ بعض حضرات نے اس کو سنتِ مؤکدہ کے قریب قرار دیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی فضیلت مختلف احادیث وروایات میں مذکور ہے، جن میں سے اگرچہ بعض روایات سند کے لحاظ سے غیر صحیح، موضوع یا شدید ضعیف وکمزور ہیں، لیکن بعض روایات اتنی شدید ضعیف وکمزور نہیں ہیں، اور وہ روایات ایک دوسرے کی تائید کرنے کی وجہ سے صحیح یا کم از کم حسن ومقبول درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اوران سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی فضیلت کے ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

نیز فی نفسہٖ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنا باوجودیکہ انتہائی مبارک اور فضیلت والا عمل ہے، لیکن اس کا درجہ حج کے فرض کی طرح نہیں ہے، بلکہ جمہور اہلِ علم حضرات کے نزدیک سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے۔

پس جولوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حاضری کو حج کی طرح فرض یا ضروری سمجھتے ہیں، یا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کو حج پر بھی ترجیح دیتے ہیں، یہ طرزِ عمل غلو اور حد سے تجاوز میں داخل ہے۔

اور اس کے برعکس جولوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں، اوراس سے بڑھ کر نعوذ باللہ تعالیٰ اس کو بدعت خیال کرتے ہیں، یہ طرزِ عمل بھی اعتدال پر مبنی نہیں ہے، اور حق واعتدال ان دونوں طریقوں کے درمیان ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... صحیح احادیث میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اپنی قبور مبارک میں زندہ ہونے اور بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قبر مبارک میں زندہ ہونے اور قبر مبارک کے پاس آ کر آپ کو سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینے کی وضاحت پائی جاتی ہے، لہٰذا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا چاہئے، اوراس کی تفصیلات وکیفیات کے حوالہ سے جو بات سمجھ نہ

---

[1] اوراگر کوئی حج وعمرہ کر چکا ہے، اور وہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی غرض سے سفر کرے، اوراس سفر میں حج وعمرہ کچھ نہ کرے، اور نہ ہی حرم کی حدود میں داخل ہو، تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے، وہ الگ بات ہے کہ اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا ثواب تو حاصل ہوگا، مگر حج وعمرہ کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔

آئے، اسے اللہ کے حوالہ کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں بلاوجہ کھود کرید اور بحث ومباحثہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۸...... مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوکر نماز پڑھنے کے عظیم ثواب کو حاصل کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک پر حاضری کی نیت کرے۔

اور اگر بسہولت ممکن ہو تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کر کے صاف ستھرا لباس پہن لے۔

اور مدینہ منورہ میں جب تک قیام رہے، اس وقت تک مسجدِ نبوی میں با جماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی زیارت اور سلام پیش کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کی بھی زیارت کرے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے دائیں جانب تقریباً ایک ہاتھ کے فاصلے پر واقع ہے، اور پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کی بھی زیارت کرے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کے دائیں جانب تقریباً ایک ہاتھ کے فاصلے پر واقع ہے۔

مسئلہ نمبر۹...... مسجدِ نبوی میں داخل ہونے والے کے لئے دوسری مسجدوں کی طرح پہلے دایاں قدم اندر رکھنا چاہئے، اور اس کے بعد بایاں قدم اور مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء پڑھ لینی چاہئے کہ:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اور مکروہ وقت نہ ہو، تو مسجدِ نبوی میں داخل ہو کر دو رکعت نفل تحیۃُ المسجد پڑھ لینا بہتر ہے۔

اور اس کے بعد اس حجرہ کی طرف بڑھنا چاہئے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک ہے، اور بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے اس طرف کھڑا ہو، جس طرف نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور چہرہ مبارک ہے، جس کا بہتر طریقہ اہلِ علم حضرات نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قبلہ کی طرف پشت کرلے، اور قبر کی طرف رخ کرلے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے باہر جو ساتھ ساتھ تین سوراخ بنے ہوئے ہیں، ان میں پہلے بائیں سوراخ کے سامنے کھڑا ہو، اور آہستہ آواز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے، اور اس کے بعد درود شریف پڑھے، اور جن الفاظ میں نماز کے قعدۂ اخیرہ میں صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، ان الفاظ میں صلاۃ وسلام پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اور اُس سلام کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. [1]

اور اُس درود شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

---

[1] حدیث شریف میں مندرجہ بالا الفاظ میں سلام پڑھنے کے متعلق یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جن الفاظ کے ذریعہ سے آسمان اور زمین کے ہر نیک وصالح بندے پر بھی سلام ہو جاتا ہے۔

اس لئے روضۂ مبارک پر مندرجہ بالا الفاظ میں سلام پڑھتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سلام کی بطورِ خاص نیت کی جاسکتی ہے، بلکہ ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابۂ کرام کی بھی۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، قال :كنا نقول :التحية فی الصلاة، ونسمی، ويسلم بعضنا على بعض، فسمعه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال " :قولوا: التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام عليک أيها النبی ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، فإنكم إذا فعلتم ذلک فقد سلمتم على كل عبد لله صالح فی السماء والأرض (بخاری، رقم الحديث ۱۲۰۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد جو چاہے اللہ سے دعاء کرے، مگر قبر مبارک کی طرف دعاء کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے، تو بہتر ہے، تاکہ دوسرے لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء کر رہا ہے، اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس کی اجازت دی ہے۔

تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم''

پھر اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف ہٹ کر پہلے سوراخ کے ساتھ والے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے، کیونکہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح واقع ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے کے قریب ہے۔

پھر اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف ہٹ کر درمیانی سوراخ کے ساتھ والے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے۔

پھر اس کے بعد اگر بآسانی ممکن ہو، تو واپس پہلے والے سوراخ کی طرف لوٹ کر آجائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت طلب کرتے ہوئے اللہ سے دعاء کرے۔

اور اس پورے موقع پر اس چیز کا بڑا لحاظ کرے کہ کسی کو اپنے آپ سے ایذاء و تکلیف نہ پہنچے۔

اور اگر ہجوم کی وجہ سے روضہ مبارک کے قریب جانا یا مذکورہ تفصیل و ترتیب کے مطابق عمل کرنا مشکل ہو، تو بآسانی جہاں موقع مل جائے وہیں کھڑے ہو کر سلام اور درود پڑھ لینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت خلافِ شرع اور بے ادبی والے کاموں سے بچنا چاہئے۔

چنانچہ زیارت کے وقت غیر معمولی ہجوم اکٹھا کرنا بطورِ خاص جبکہ وہ ہجوم بھی عورتوں کا ہو، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام یا درود پڑھتے وقت یا وہاں پر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے وقت آواز کو بلند کرنا آداب کے خلاف ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک یا باہر کی جالیوں کو چومنا، چاٹنا یا اس کے ساتھ جسم یا لباس ورومال یا تسبیح وغیرہ کو لگانا اور قبر کو سجدہ کرنا بھی آداب بلکہ شرعی احکام کے خلاف ہے۔

بعض ناواقف روضہ کو سجدہ تک کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

بعض لوگ بہت بلند آواز سے چیخ چیخ کر درود وسلام پڑھتے ہیں اور شور کرتے ہیں، یہ بھی خلافِ ادب ہے، نہ تو زیادہ چیخنا چاہئے اور نہ ہی بہت زیادہ آہستہ پڑھنا چاہئے، بلکہ درمیانی آواز سے اس طرح درود وسلام پڑھنا چاہئے کہ بے ادبی نہ ہو اور کسی دوسرے کو بھی خلل وایذاء نہ ہو۔

بعض جوشیلے حضرات ایک مرتبہ روضہ کے قریب پہنچ کر کسی طرح ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے اور وہیں جم کر کھڑے یا بیٹھے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہجوم کے زمانہ میں دوسرے لوگوں کو روضہ کے قریب آنے کا موقع نہیں مل پاتا اور وہ پریشان رہتے ہیں یہ طریقہ بھی صحیح نہیں، دوسرے لوگوں کو بھی موقع دینا چاہئے، البتہ اگر ہجوم زیادہ نہ ہو اور دوسروں کو پریشانی نہ ہو، تو پھر زیادہ ٹھہرنے میں بھی حرج نہیں۔

بعض لوگ روضہ کے قریب، ریاض الجنۃ اور اصحابِ صفہ کے چبوترہ پر اور اسی طرح مسجد نبوی میں بیٹھ کر آپس میں دنیاوی باتیں اور ادھر ادھر کی گپ شپ میں مشغول ہو جاتے ہیں، یہ امور تو عام مسجدوں میں بھی منع ہیں پھر ان متبرک مقامات پر کیونکر جائز ہوں گے۔

بعض لوگ روضہ پر یا ریاض الجنہ میں ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں، دھکے دیتے ہیں اور زبان سے بھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں، جو کسی طرح بھی جائز نہیں، حدود کے اندر رہتے ہوئے قریب جانے کا موقع مل جائے تو خیر! ورنہ لڑ جھگڑ کر قریب جانے سے بہتر ہے کہ دور رہتے ہوئے جہاں بھی موقع ملے، وہیں سے درود وسلام پڑھ لیا جائے۔

بعض خواتین روضۂ اقدس پر حاضری کے لئے ایسی بھاگ دوڑ، ہاپا پیٹی اور چیخ وپکار کرتی ہیں کہ کان پڑی سنائی نہیں دیتی اور کچھ خواتین گر پڑتی ہیں یہ سخت گناہ اور بے ادبی کی بات ہے،

اصل چیز اخلاص اور ادب ہے۔

اگر اخلاص وادب ہے تو پھر بامرِ مجبوری کچھ دُور رہتے ہوئے بھی وہی فائدہ ہوگا جو قریب سے ہوتا اور ادب واخلاص نہیں تو پھر قریب سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ اندیشہ ہے کہ اس بے ادبی کے نتیجہ میں فائدہ کے بجائے الٹا نقصان اور محرومی ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... بعض خواتین مدینہ منورہ میں پردہ نہیں کرتیں، بلکہ نامحرموں سے کھلے عام گپ شپ اور ہنسی مذاق میں مشغول رہتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ ہے؟

جبکہ اولاً تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں خواتین کا پردہ کرنا ثابت ہے، دوسرے وہاں پر موجود تمام اجنبی لوگ کیا نامحرم نہیں؟ ان سے پردہ کیوں نہیں کرتیں؟

غرضیکہ اس طرح کے حیلوں سے مدینہ منورہ جیسے بابرکت مقام پر بے پردگی اور بے حیائی جائز نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... خواتین اگر مخصوص ایام میں ہوں، تو انہیں اس حالت میں درود وسلام پڑھنا جائز ہے، لیکن انہیں اس حالت میں مسجدِ نبوی کی اندرونی حدود میں داخل ہونا جائز نہیں، البتہ اگر وہ مسجدِ نبوی سے باہر کے حصہ میں روضہ کے قریب باپردہ طریقہ پر حاضر ہوکر درود وسلام پڑھیں، تو اس کی ممانعت نہیں، اور اگر اس حالت میں وہاں اپنی رہائش گاہ پر باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے درود وسلام کی کثرت کریں، تو بھی درست اور باعثِ فضیلت ہے، کیونکہ خواتین کو مدینہ منورہ میں اپنی رہائش گاہ پر نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... مدینہ منورہ میں گناہوں اور خاص کر بدعات سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عَیْرٍ إِلٰی

ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ قابلِ احترام ہے، جبلِ عیر سے جبلِ ثور تک (ذوالحلیفہ کے پاس جبلِ عیر اور جبلِ اُحد کے پیچھے جبلِ ثور واقع ہے)

پس جس شخص نے اس حصہ میں بدعت پیدا کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کی طرف سے نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی، اور نہ ہی کوئی نفل عبادت قبول ہوگی (مسلم)

مسئلہ نمبر ۱۴...... جس صحیح العقیدہ، مومن کی مدینہ منورہ میں موت واقع ہوجائے، تو یہ اس کے لئے فضیلت کا باعث ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَفْعَلْ، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے مدینہ میں فوت ہوجانے کی استطاعت رکھے، تو اسے چاہئے کہ ایسا کرلے، کیونکہ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا، جو مدینہ میں فوت ہوگا (مسند احمد)

مسئلہ نمبر ۱۵...... مدینہ منورہ میں حاضر ہونے والے کو چاہئے کہ اگر اسے کوئی عذر نہ ہو، تو

---

[1] رقم الحديث ٢٧٠ "١٣٧٠" كتاب الحج، باب فضل المدينة، ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، وبيان تحريمها، وتحريم صيدها وشجرها، وبيان حدود حرمها.

[2] رقم الحديث ٥٤٣٧.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية مسند احمد)

مدینہ منورہ میں واقع مسجدِ قباء میں جا کر حسبِ توفیق دو یا چار رکعتیں پڑھے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهٗ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجدِ قباء میں پیدل اور سوار ہو کر تشریف لاتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کیا کرتے تھے (بخاری)

حضرت اُسید بن ظُہیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصَّلَاةُ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کی طرح (فضیلت کا باعث) ہے (ترمذی)

مسئلہ نمبر ۱۶...... مدینہ منورہ میں واقع جبلِ اُحد کی بھی احادیث میں فضیلت آئی ہے، اس لئے اس کی زیارت کرنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔

چنانچہ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، حَتّٰى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ : هٰذِهٖ طَابَةٌ، وَهٰذَا أُحُدٌ، جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ

(بخاری، رقم الحدیث ۴۴۲۲، کتاب المغازی)

---

[1] رقم الحديث ۱۱۹۳، كتاب التهجد، باب من أتى مسجد قباء كل سبت.

[2] رقم الحديث ۳۲۴، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الصلاة فى مسجد قباء.

قال الترمذى: وفى الباب عن سهل بن حنيف، حديث أسيد حديث حسن صحيح، ولا نعرف لأسيد بن ظهير شيئا يصح غير هذا الحديث، ولا نعرفه إلا من حديث أبى أسامة، عن عبد الحميد بن جعفر، وأبو الأبرد اسمه زياد مدينى.

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے، یہاں تک کہ جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پاکیزہ جگہ ہے، اور یہ احد پہاڑ ہے، جو کہ ہم سے محبت رکھتا ہے، اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں (بخاری)

جبلِ اُحد کے دامن میں اُحد کے شہداء کی قبریں بھی واقع ہیں، جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر بھی ہے، اُن کی بھی زیارت کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... مدینہ منورہ کی کھجوروں اور خاص کر عجوہ کھجور کی بڑی فضیلت واہمیت ہے۔

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتِ عَجْوَةٍ مِنْ بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلَى الرِّيْقِ، لَمْ يَضُرَّهُ يَوْمَهُ ذٰلِكَ شَيْءٌ حَتّٰى يُمْسِيَ، قَالَ فُلَيْحٌ: وَأَظُنُّهُ قَالَ: وَإِنْ أَكَلَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يُصْبِحَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۴۲) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح نہار منہ، مدینہ منورہ کے دونوں اطراف میں کی (یعنی مدینہ شہر کے حصہ کی) عجوہ کھجور کے سات دانے کھائے تو اس دن شام تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ راوی کا گمان ہے کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر شام کو کھالے تو صبح تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی (مسند احمد)

بعض اطباء نے عام کھجوروں اور بطورِ خاص عجوہ کھجور کے استعمال کو دل کی بیماریوں کے لئے مفید قرار دیا ہے۔

اور موجودہ دور میں عجوہ کھجور کی گٹھلیوں کے سفوف کے ذریعہ سے کئی دل کے مریض شفایاب ہو چکے ہیں۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

مسئلہ نمبر ۱۸...... مدینہ منورہ میں حاضر ہونے والے کو بقیع نامی قبرستان میں حاضر ہونا بھی مستحب ہے، جس میں جلیل القدر صحابۂ کرام وتابعینِ عظام اور بے شمار اولیائے کرام کی قبریں ہیں، مگر یہاں خلافِ شرع حرکات کے ارتکاب سے بچنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بقیع قبرستان میں داخل ہو کر یہ دعاء پڑھنا ثابت ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم)

ترجمہ: سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والو، اور تمہارے پاس کل تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرما دیجئے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... جب مدینہ منورہ سے واپسی کا ارادہ کرے، تو بہتر یہ ہے کہ آخری مرتبہ مسجدِ نبوی میں جا کر نماز پڑھے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات اور اپنی گھر میں بخیر وعافیت واپسی اور دوبارہ زیارت کی توفیق حاصل ہونے کے لئے دعاء کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام پیش کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہونے والے کو دوسرے شخص کا اپنی طرف سے سلام پیش کرنے کا کہنا اور حاضر ہونے والا کا دوسرے کی طرف سے سلام پیش کرنا مثلاً یہ کہنا کہ "السلام عن فلان" فی نفسہٖ جائز ہے، جس طرح کہ یہ بھی جائز ہے کہ کسی مسلمان کو اپنا سلام پیش کرنے کا کہا جائے۔ [1]

---

[1] عن ابن شهاب، قال أبو سلمة :إن عائشة رضى الله عنها، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما :يا عائش، هذا جبريل يقرئک السلام فقلت :وعليه السلام ورحمة الله وبركاته، ترى ما لا أرى تريد رسول الله صلى الله عليه وسلم(بخاری، رقم الحديث ۳۷۶۸)

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنا اس پر موقوف نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کے کسی بھی حصہ سے سلام پیش کیا جا سکتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے ہیں، اور نماز کے قعدہ میں بھی ہر مومن شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے سلام پیش کرتا ہے۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

محمد رضوان

۲۴/ شعبان المعظم/ ۱۴۳۴ھ 04/ جولائی/ 2013ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

---

[1] عن عبد الله بن السائب، عن زاذان، قال: قال عبد الله: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن لله في الأرض ملائكة سياحين، يبلغوني من أمتي السلام (مسند احمد، رقم الحديث ۳۶۶۶)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)